تحریک احیائے دین اور غلبۂ اسلام

بریلی سے بالاکوٹ

تذکرہ

مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر و ترتیب

جناب قمر احمد عثمانی

تقریظ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نوراللہ مرقدہ

ادارۂ اسلامیات
۱۹۰- انارکلی ○ لاہور

www.abulhasanalinadwi.org

تحریکِ احیاءِ دین اور علماءِ اسلام

بریلی سے بالاکوٹ

تذکرہ

مجاہدِ کبیر حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر و ترتیب

جناب قمر احمد عثمانی

تقریظ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نوّر اللہ مرقدہ

ادارۂ اسلامیات
۱۹۰۔ انار کلی ○ لاہور

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

پہلی بار عکسی طباعت ——— رجب ۱۴۰۳ھ ، اپریل ۱۹۸۳ء

باہتمام ——— اشرف برادران سلمہم الرحمٰن

ناشر ——— ادارۂ اسلامیات ، لاہور

طباعت ——— نفیس پرنٹرز لمیٹڈ لاہور

قیمت ——— 16/50 ایودی کارڈ -/ ● روپے

ملنے کے پتے

ادارۂ اسلامیات - ۱۹۰ - انارکلی لاہور نمبر ۲

دار الاشاعت - اردو بازار کراچی نمبر ۱

ادارۃ المعارف - دار العلوم ، کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ دار العلوم - دار العلوم ، کراچی نمبر ۱۴

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
تقریظ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	۸
حرفِ آغاز	۱۳
اصلاح و تبلیغ	۱۹
خاندان ولادت ابتدائی حالات	۲۱
لکھنؤ اور دہلی کا سفر	۲۲
علومِ ظاہری کی تکمیل نہ کرسکے	۲۴
مجاہدۂ نفس	۲۵
"تصورِ شیخ" سے معذرت	۲۷
شبِ قدر کی برکات سے بہرہ اندوزی	۲۹
مراجعتِ وطن	۳۱
والیٔ ٹونک کے لشکر سے وابستگی	۳۱
ٹونک سے واپسی	۳۳
شہرتِ عام	۳۴
پہلا تبلیغی دورہ اور بیعتِ عام	۳۶
برکات و کرامات	۴۱
بیعتِ عام کے مقاصد	۴۵
بریلی میں قیام	۴۶
اخلاص و للّٰہیت	۴۷
نکاحِ بیوگان کی متروک سنّت کا اجراء	۴۹
"صراطِ مستقیم"	۵۰
نصیر آباد کا واقعہ	۵۱
بنارس لکھنؤ کا تبلیغی دورہ	۵۵
رجوعِ خلائق	۶۰
ارکانِ حکومت کو تشویش	۶۱
معتمد الدولہ کے یہاں ضیافت	۶۲
جرائم پیشہ فسّاق کی اصلاح	۶۶

www.abulhasanalinadwi.org

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
لکھنؤ سے روانگی	۶۷	بیعت جہاد	۱۰۹
بادشاہ کی آرزو سے ملاقات	۶۷	حرم پاک میں قیام و معمولات	۱۱۰
جذبۂ جہاد	۶۸	عمائدین مکہ سے ملاقات	۱۱۱
ہجرت کی تیاری	۷۲	مناسک حج کی ادائیگی	۱۱۱
اعلان حج	۷۳	قیام مدینہ	۱۱۲
فرضیت حج کی عملی تبلیغ	۷۷	چند اموات	۱۱۴
دعوتی خطوط	۷۸	مراجعت وطن	۱۱۵
قافلۂ حج کی روانگی اور بے سروسامانی	۷۹	**ہجرت و جہاد**	۱۱۷
سید صاحبؒ کا واعظ	۸۱		
دلمئو سے روانگی	۸۴	تحریک جہاد سے خاندان ولی اللہ کی وابستگی	۱۱۹
قیام الہ آباد	۸۹	سید صاحبؒ کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش	۱۲۳
میرزاپور آمد	۹۱	بے جا تعصب کی مثال	۱۲۴
قیام بنارس	۹۲	ایک اور ناانصافی	۱۲۸
بنارس سے روانگی	۹۵	سرسید کی مصلحت کوشی	۱۳۰
قیام کلکتہ کے دوران اصلاح و تبلیغ کی زبردست مہم	۹۶	میرزا حیرت کی افسانہ طرازی اور مولانا جعفر تھانیسری کی لغزش	۱۳۰
شہزادگان ٹیپو سلطان کی اصلاح	۱۰۲	مرکز جہاد کا انتخاب	۱۳۲
کلکتہ سے روانگی	۱۰۶	دعوت جہاد	۱۳۶

www.abulhasanalinadwi.org

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
آغازِ ہجرت	۱۳۸	بیعتِ امامت	۱۶۵
گوالیار	۱۳۹	دعوتِ عام	۱۷۰
ٹونک	۱۳۹	معرکۂ شیدو (اکوڑہ)	۱۷۱
کرشمۂ ہدایت	۱۴۰	زہر خورانی	۱۷۲
اجمیر	۱۴۱	صف آرائی	۱۷۲
سرزمینِ سندھ	۱۴۱	فتح کے بعد شکست	۱۷۳
پیر صبغۃ اللہ شاہ	۱۴۲	یار محمد خاں کی غدّاری	۱۷۵
سفرِ کوئٹہ	۱۴۴	جماعت مجاہدین کی بے سروسامانی	۱۷۷
درّۂ بولان	۱۴۵	صبر و استقامت	۱۸۰
قندھار	۱۴۷	بونیر اور سوات کے علاقوں میں دعوتِ جہاد	۱۸۲
کابل و غزنی	۱۴۹	مولانا محمد یوسف پھلتیؒ کی وفات	۱۸۳
مسلمانانِ پنجاب کی حالتِ زار	۱۵۰	دورۂ سوات کے نتائج و اثرات	۱۸۶
رنجیت سنگھ	۱۵۲	ہزارے میں جہاد کی سرگرمیاں	۱۸۷
سرحد کے حالات	۱۵۳	ڈمگلہ اور شنکیاری کے معرکے	۱۸۸
حفاظتی انتظامات	۱۵۴	ہندوستان سے مجاہدین کے تازہ دم قافلوں کی آمد	۱۹۱
پہلا معرکہ	۱۵۶	ہنڈیوں کی ترسیل	۱۹۴
مرکزِ جہاد	۱۶۲		
جنگِ بازار	۱۶۳		

www.abulhasanalinadwi.org

عنوان	صفحہ نمبر
سمہ کے علاقے کا وسیع دورہ اور تھہر میں طویل قیام	۱۹۵
مولانا عبدالحئی کی وفات	۱۹۶
تیسری شادی	۱۹۷
معرکۂ اوتمان زئی	۱۹۷
بیعت اقامت شریعت	۲۰۱
خادے خاں کی برگشتگی	۲۰۴
خوانین وعلمائے سرحد کے نمائندہ اجتماع کی تجویز	۲۰۹
دتورا کی دوبارہ لشکر کشی	۲۱۲
حفاظتی تدابیر	۲۱۳
خادے خاں کو راہِ راست پر لانے کی آخری کوشش	۲۱۵
تنبگی کا واقعہ	۲۱۶
خادے خاں کا انجام	۲۱۷
یار محمد خاں سے آخری معرکہ	۲۲۱
تربیلہ پر حملہ	۲۲۵
عشرہ اور امب کے معرکے	۲۲۷

عنوان	صفحہ نمبر
تسخیر پھولڑہ	۲۳۱
سکھوں کا حملہ	۲۳۲
قیام امب کے مختصر حالات	۲۳۴
سکھوں کی طرف سے مصالحت کی کوشش	۲۳۷
نظامِ عشر کا قیام	۲۴۱
مردان پر لشکر کشی	۲۴۲
جنگِ مایار	۲۴۵
پشاور کی طرف پیش قدمی	۲۵۱
سردارانِ پشاور کی طرف سے اظہارِ اطاعت	۲۵۴
رفقاء کے اختلاف کی حقیقت	۲۵۶
ایک غلط الزام	۲۵۹
سردارانِ پشاور سے ملاقات	۲۶۰
مناصب حکومت پر علمائے ربانی کا تقرر	۲۶۲
باجوڑ کی سفارت	۲۶۳
خوف ناک سازش	۲۶۴

www.abulhasanalinadwi.org

عنوان	صفحہ نمبر
مولانا سندھی کی تحقیقات	۲۶۹
عزمِ کشمیر	۲۷۱
قتلِ عام کے اسباب کی تحقیقات	۲۷۱
فتوحاتِ مظفر آباد	۲۷۶
شہر بالاکوٹ کی طرف روانگی	۲۷۸
دشمن کی نقل و حرکت	۲۷۸
حفاظتی اقدامات	۲۷۸
ایک مفید تجویز	۲۷۹
زندگی کا آخری دن	۲۸۲
شہادتِ کبریٰ	۲۸۵
پُراسرار گمشدگی	۲۸۷
جسدِ مبارک کی شناخت اور اس کی تدفین	۲۸۸
عقیدۂ غیبت	۲۹۰
شخصیت	۲۹۱
ازواجِ محترمات	۲۹۳
دخترانِ نیک اختر	۲۹۴

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

تقریظ
شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ

بعد الحمد و الصلوٰۃ، میرے قابل، فاضل اور لائق فرزند مولوی قمر احمد عثمانی سلمہٗ کا یہ دوسرا علمی کارنامہ ہے۔ اس سے پہلے شاہ ولی اللہ رح صاحب پر "امام راشد" کے نام سے وہ ایک کتاب لکھ چکے ہیں جو شائع ہو چکی ہے اور عام طور پر پسند کی گئی۔ یہ اُن کی دوسری علمی کاوش ہے جو مجدّدِ وقت حضرت اقدس مولانا سید احمد شہید بریلوی کے اصلاح و تبلیغ، اجراء فریضۂ حج، ابطال رسوم جاہلیت اور احیاء فریضۂ جہاد و ہجرت میں ان کے مجددانہ کارناموں پر مشتمل ہے۔ اس کو پڑھ کر ناظرین کو اس مقولہ کی سچائی میں شبہ نہ رہے گا کہ "کم ترک الاول للآخر" سید صاحبؒ ممدوح پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں، مگر اس کتاب کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی باتیں اس کتاب میں ایسی ہیں جن پر پہلے مصنفوں نے توجہ نہیں فرمائی۔

ایک بات مجھے بہت ادب کے ساتھ یہ کہنی ہے کہ حضرت سید صاحبؒ کی مساعیٔ جہاد کی ناکامی کا بڑا سبب یہ تھا کہ غدار سلطان محمد خاں کی توبہ اور معذرت قبول کرنے کے بعد پشاور کی حکومت اس کو واپس دے دی گئی۔ مجھے حیرت ہے کہ باوجود سید صاحبؒ کی اس پیش کش کے کہ "کوئی عالم دین، شرعی دلائل سے ہماری رائے کا غلط ہونا ثابت کر دے تو ہم اپنی رائے سے رجوع کر لیں گے"۔ کسی بھی عالم نے یہ دلیل پیش نہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو چند

www.abulhasanalinadwi.org

صحابہ مرتد ہو گئے تھے، جب دوبارہ اسلام کی طرف واپس آ گئے تو ان کی توبہ اور اسلام تو قبول کر لیا گیا، مگر ان میں سے کسی کو بھی عامل و حاکم نہیں بنایا گیا۔ حضرات شیخینؓ کا طرزِ عمل ان کے ساتھ یہی رہا۔ بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک تو ان کا شرفِ صحابیت بھی باطل ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی غدار اگر آئندہ کے لئے غدر سے توبہ کر لے تو اس کی توبہ تو قبول کی جائے گی اور جماعت مسلمین میں شامل کر لیا جائے گا مگر اس کو منصبِ حکومت نہیں دیا جائے گا اور نہ مخلصین کے برابر شمار کیا جائے گا۔ حدیث "لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین (کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈنک نہیں کھاتا) سے اسی امر کی تائید ہوتی ہے۔ پھر سلطان محمد خاں کی دوسری بار غداری سے دل برداشتہ ہو کر مفتوحہ علاقوں کو چھوڑ دینا جن کے باشندوں نے غدر میں حصّہ نہیں لیا تھا اور برابر مخلص و وفادار رہے تھے، اسلامی سیاست کے خلاف تھا۔ کیونکہ اگر مفتوحہ علاقوں پر قبضہ برقرار رکھ کر ان کو منظم کیا جاتا اور دوبارہ قوت فراہم کر کے پشاور پر حملہ کیا جاتا اور سلطان محمد خاں کو عبرت ناک سزا دی جاتی۔ پھر پشاور یا پنجتار کو مرکزِ جہاد بنا کر وہاں سے کشمیر کے لئے فوجیں روانہ کی جاتیں تو یہ صورت ہرگز پیش نہ آتی جو پیش آئی۔ ممکن ہے سید صاحبؒ حالات سے بالکل ہی نا امید ہو گئے ہوں، اسی لئے بالا کوٹ کے راستے سے کشمیر کی طرف جانے کا عزم کیا۔ مگر افسوس یہ ارادہ بھی پورا نہ ہو سکا اور ان جان نثارانِ رسولؐ نے اپنے سے دس گنا لشکرِ کفار کے مقابلے میں نہایت جرأت و شجاعت کے ساتھ خاک و خون میں

www.abulhasanalinadwi.org

لوٹ پوٹ ہو کر جامِ شہادت نوش فرمایا ۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آخر میں یہ بھی بتادوں کہ اس رسالہ کا اندازِ بیان ایسا اثر انگیز ہے کہ جب میں نے اس کو اپنے لائق فرزند کی زبانی حرفاً حرفاً سنا تو بعض مقامات پر خود مصنّف پر رقت طاری ہو گئی اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ۔

دُعا ہے کہ حق تعالےٰ اس رسالے کو مقبول اور مسلمانوں کے لئے عموماً اور حکومت ہائے اسلامیہ کے لئے خصوصاً نافع اور مفید بنائیں اور ہم سب کو اقامتِ شریعت ، اتباعِ سُنّت اور جذبۂ جہاد سے مالا مال فرمائیں ۔ والسّلام !

ظفر احمد عثمانی

بروز جمعہ ۱۶ رجب ۱۳۹۲ھ

۲۸ جولائی ۱۹۷۲ء

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

حرفِ آغاز

"تحریک احیاء دین اور علماء اسلام" کے سلسلۃ الذہب کی دوسری کڑی "مجاہد کبیر" سید احمد شہید بریلویؒ کی تبلیغی زندگی اور مجاہدانہ سرگرمیوں پر مشتمل ہے، جس میں سید صاحبؒ کے مجاہدات کو ایک مخصوص نقطۂ نظر کی وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے کی پہلی تالیف "امامِ راشد" میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کی علمی خدمات اور ان کے مجددانہ کارناموں پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و شخصیت اور مجاہدانہ زندگی پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ لیکن کسی کا انداز تاریخ نویسی اور تذکرہ نویسی سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ زیرِ نظر اوراق میں سید صاحبؒ کے مجاہدات اور ان کی قائدانہ مساعی کو ایک زندہ تحریک کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیرِ نظر تالیف میں سید صاحبؒ کی شخصی زندگی کے بہت سے حالات و کوائف سے محض اس لئے صرفِ نظر کیا گیا ہے کہ وہ اصل موضوع سے مطابقت نہیں رکھتے تھے اور صرف وہی حالات و واقعات پیش کئے گئے ہیں جو تحریکِ احیاء دین کے سلسلے میں ان کے قائدانہ کردار اور مخلصانہ جدوجہد کو ظاہر کرتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

"تحریکِ احیاءِ دین اور علماء اسلام" کے سلسلۂ تالیفات کا مقصد جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے مسلمانانِ برصغیر کی ملی تحریکات میں علماءِ حق کی خدمات اور ان کے جائز مقام کو متعین کرنا ہے۔ کیونکہ اس دور کے بعض اہلِ قلم اُن پر یہ الزام عائد کر رہے ہیں کہ انھوں نے ہمیشہ مسلمانانِ ہند کی تحریکاتِ آزادی کو نقصان پہنچانے اور ان کے جذبۂ حریت کو دبانے اور کچلنے کی کوشش کی ہے اور اس غلط الزام کی تائید میں ان کے پاس لے دے کر صرف یہ ثبوت ہے کہ علماء کے ایک مخصوص گروہ نے سرسید کی اصلاحی تحریک اور قیامِ پاکستان کی جدوجہد کے مقابلے میں اسلام دشمن قوتوں کا ساتھ دیا تھا اور اس طرح مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کو ضعف پہنچانے کی کوشش کی تھی۔

اس قسم کے بے سروپا الزامات عائد کرتے وقت یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جن اصلاحی اور سیاسی تحریکات کی مخالفت کے سلسلے میں وہ علماءِ حق پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں وہ علماء کا ایک محدود طبقہ تھا جو متحدہ قومیت کے نظریئے پر یقین رکھنے کی وجہ سے کانگریس سے وابستہ ہو گیا تھا ورنہ علماءِ تھانہ بھون میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت تھانویؒ کے لاکھوں معتقدین، علماءِ دیوبند میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور ان بزرگوں کے ہزاروں متوسلین؛ اسی طرح علماء فرنگی محل، علماء اہلِ سنت اور علماء اہلِ حدیث سب کے سب حصولِ پاکستان کی جدوجہد میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۵ء میں صوبہ سرحد کا دورہ کرتے ہوئے ایک مقام پر فرمایا تھا :

"ہم مطالبۂ پاکستان کو محض سیاسی نقطۂ نظر ہی سے مفید نہیں سمجھتے بلکہ دینی اور شرعی طور پر بھی ہم اس کو مسلمانانِ ہند کے لئے نہایت ضروری خیال کرتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی موقع پر مسلم لیگ اس مطالبے سے دست بردار ہو گئی تو ہم اس کے لئے آخر دم تک لڑتے رہیں گے اور کسی حالت میں بھی اس مطالبے سے دست کش نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ہم نے اس کی صداقت و حقانیت کو علیٰ وجہ البصیرت تسلیم کیا ہے"

یہ بات جس زمانے میں کہی گئی تھی، یہ وہ دور تھا جب حکومتِ برطانیہ کی طرف سے اعلانِ آزادی اور انتقالِ اختیارات کے سلسلے میں آئے دن مختلف تجاویز پیش کی جارہی تھیں۔ کیبنٹ مشن پلان، کرپس تجاویز اور لارڈ ویول کے مختلف فارمولے منظرِ عام پر آرہے تھے اور بعض تجاویز بظاہر اتنی دل خوش کن اور نظر فریب تھیں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اعلیٰ حلقوں میں ان کے ردّ و قبول پر طویل گفتگوئیں جاری تھیں بلکہ ایک مرحلے پر تو قائد اعظمؒ نے ایک تجویز پر کسی حد تک رضامندی بھی ظاہر کر دی تھی۔

ان حالات میں مذکورہ بالا اعلان اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ علماءِ حق کی یہ جماعت مطالبۂ پاکستان کی محض ہمنوا ہی نہ تھی، بلکہ مسلم لیگ اور اس کے بیشتر قائدین سے زیادہ پُرجوش اور سرگرمِ عمل تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

پھر جس دن سے سرزمینِ ہندوستان میں اسلامی معتقدات کو خواہ اکبر کے دینِ الٰہی کی صورت میں نقصان پہنچایا عالمگیرؒ کی وفات کے بعد سلطنتِ مغلیہ کی قوت و طاقت کا شیرازہ منتشر ہو کر سیاسی زوال و انحطاط کے دَور کا آغاز ہُوا۔ یہ علماءِ حق ہی تھے جو حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدّث دہلوی کی صورت میں دینِ اسلام کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کرنے اور کلمۂ حق کو سر بلند کرنے کے لئے تاریخ کے ہر دَور اور زندگی کے ہر موڑ پر سرگرمِ عمل رہے اور انھوں نے ہر شعبۂ حیات میں ملّتِ اسلامیہ کی قیادت و راہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔

ایک طرف علمی میدان میں جدید عقلیت اور الحاد و مادہ پرستی کے بڑھتے ہُوئے سیلاب کو روکنے کے لئے حکمتِ ولی اللّٰہی اور فلسفۂ اسرارِ دین کے دفاتر مرتب ہُوئے تو دوسری طرف عملی میدان میں مرہٹوں اور سکھوں کے غلبۂ و استیلا کو روکنے کے لئے پانی پت کے میدانِ کارزار میں احمد شاہ ابدالیؒ کی باطل شکن قوت سے کام لیا گیا۔ پھر علماءِ ربّانی کا یہی گروہِ حق پرست سرحد کے آزاد قبائلی علاقوں اور سوات و کشمیر کی وادیوں میں پہنچ کر مشہدِ بالاکوٹ کے صفحات پر قربانی و جاں سپاری کی ایک ایسی لازوال داستان رقم کر گیا جس کی تابانی و درخشانی رہتی دُنیا تک قائم رہے گی۔

یہ داستانِ حُریّت یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں صلحاءِ اُمت اور علمائے حق کی یہی جماعت ایک بار پھر حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکّی کی قیادت میں باطل قوت سے برسرِ میدان مصروفِ پیکار نظر آتی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور آخر میں یہی علمائے ربانی تحریکِ قیامِ پاکستان کی تاریخی جدوجہد میں قائدانہ کردار ادا کرتے ہیں۔

گویا علماءِ حق کی سیاسی و ملّی تحریکات میں عملی شرکت اور احیاءِ دین و اقامتِ دین کی مخلصانہ جدوجہد میں ان کے مثالی کردار کی تاریخ گذشتہ چار صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے اور یہ نفوسِ قدسی اس سرزمین پر ملّتِ اسلامیہ کی قیادت و راہنمائی کا فریضہ اس وقت سے ادا کر رہے ہیں جب نہ یہاں کسی سیاسی تحریک نے جنم لیا تھا اور نہ کسی نام نہاد اصلاحی تحریک کی بنیاد پڑی تھی۔

یہ ساری علمی اور سیاسی تحریکات جن سے بے تعلقی کا طعنہ علماء کو دیا جا رہا ہے، بیسویں صدی کے آغاز یا زیادہ سے زیادہ انیسویں صدی کے آخری حصّے میں شروع ہوئی ہیں جب کہ ملّی تحریکات میں علماءِ حق کی شرکت و قیادت کی داستانیں تاریخِ اسلام کے ہر دور میں سنہری حروف سے لکھی ہوئی ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

زیرِ نظر اوراق کی ترتیب میں، میں نے قدیم ماخذوں کے علاوہ اس دور کی اہم تالیفات "سیرتِ سید احمد شہیدؒ" مؤلفہ مولانا ابوالحسن ندوی اور "سید احمد شہیدؒ" مؤلفہ مولانا غلام رسول مہر سے زیادہ تر استفادہ کیا ہے اور بیشتر واقعات انہی دو کتابوں سے نقل کئے ہیں۔ لیکن جیسا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

پہلے عرض کر چکا ہوں، میں نے بہت سے ایسے شخصی واقعات چھوڑ دیئے ہیں جن کا اصل موضوع سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو کوائف پیش کئے ہیں، ان میں بھی بہت زیادہ اختصار سے کام لیا ہے تاکہ اس زندہ تحریک پر تاریخ کا رنگ غالب نہ آجائے۔ جو حضرات واقعات کی تفصیل دیکھنا چاہیں وہ مذکورۃ الصدر مؤلفات کا مطالعہ کر سکتے ہیں، جن کے لائق مصنفین نے ہر ہر واقعے کی جزئیات تک مرتب کر دی ہیں۔

قمر عثمانی

www.abulhasanalinadwi.org

اِصلاح وتبلیغ

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخ ۱۵۷/۹۷۲

ترکش مارا خدنگ آخریں

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّد احمد شہید بریلویؒ

مجاہدِ کبیر سید احمد شہید بریلویؒ کی ذاتِ بابرکات ان جلیل القدر ہستیوں میں سے ہے جنہوں نے جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر نہ صرف اپنی زندگی قربان کردی بلکہ ایک ایسے وقت میں جبکہ برصغیر ہند و پاکستان میں اسلامی حکومت کے خاتمے کے بعد سراسر غیر اسلامی اور کافرانہ نظام قائم ہوچکا تھا اور مسلمان ایک مفتوح و مغلوب قوم بن کر اپنا سب کچھ کھو بیٹھے تھے۔ سید صاحبؒ نے اپنی مجاہدانہ قیادت اور غیر معمولی صلاحیت سے صلحاء اُمت اور مجاہدینِ اسلام کی ایک ایسی جماعت تیار کی جس نے کفر کی باطل قوتوں سے بر سرِ میدان ٹکر لے کر مسلمانوں کے جذبۂ جہاد اور ولولۂ آزادی کو از سرِ نو زندہ کر دیا۔

خاندان، ولادت اور ابتدائی حالات

سید احمد شہیدؒ ۶؍ صفر ۱۲۰۱ھ مطابق ۲۹؍ نومبر ۱۷۸۶ء بمقام رائے بریلی پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید محمد عرفان

www.abulhasanalinadwi.org

تھا اور سید شاہ علم اللہؒ جو عہدِ عالمگیری کے مشہور عالمِ ربانی اور صاحبِ سلسلہ بزرگ گزرے ہیں، ان کے بیٹے سید آیت اللہ اور اُن کے بیٹے سید محمد ضیاء، اُن کے بیٹے سید ابو سعید صاحبؒ (خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ) تھے جو سید صاحب کے جدِّ مادری ہیں۔ سید علم اللہ صاحبؒ کے ساتھ سید صاحب کا پدری سلسلہ اس طرح ملتا ہے۔ سید احمدؒ بن سید محمد عرفان بن سید محمد نور بن سید محمد ہدیٰ بن سید علم اللہؒ آپ حسن مثنّیٰؒ بن امام حسنؑ کی اولاد میں سے ہیں جن کی شادی شہید کربلاؑ کی صاحبزادی فاطمہ صغریٰ سے ہوئی تھی۔ اسی لئے سید صاحبؒ کے خاندان کو حسنی حسینی کہا جاتا ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سینتیسویں پشت میں سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔

سید صاحبؒ کے ابتدائی حالات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو بچپن میں پڑھنے لکھنے کی طرف بہت کم رغبت تھی چنانچہ تین چار سال تک مکتب میں پڑھنے کے باوجود صرف چند سورتیں یاد ہو سکیں۔ بڑے بھائیوں کو ان کی اس حالت پر فکر لاحق ہوئی تو آپ کے والد نے فرمایا۔ انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ خدا اُن کے حق میں جو بہتر سمجھے گا وہی کریگا۔

لکھنؤ اور دہلی کا سفر

۱۷۔۱۸ سال کی عمر میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ فکرِ معاش اور تلاشِ روزگار

www.abulhasanalinadwi.org

کے سلسلے میں لکھنؤ پہنچے، یہاں چند ماہ ایک امیر کے پاس ٹھہرے اور پھر یہیں سے حصولِ علم اور طلب سلوک کا شوق لے کر دہلی کے مدرسہ رحیمیہ میں (جو حضرت شاہ ولی اللہ رح محدث دہلوی کے والد ماجد شاہ عبد الرحیمؒ نے قائم فرمایا تھا) حضرت شاہ عبد العزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ابتدائی کتابیں شاہ محمد اسحاق صاحبؒ، مولانا عبد الحئیؒ صاحب اور شاہ اسمٰعیلؒ صاحب سے پڑھیں اور تفسیر و حدیث کا بیان شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ کے حلقۂ درس میں سنتے رہے۔ دہلی پہنچ کر حصولِ علم کے ذوق و شوق کا یہ عالم ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں اپنے سے اگلی جماعت کے طالب علموں کو جالیا، "امیر الروایات" میں امیر شاہ خورجوی بیان کرتے ہیں :۔

"میرے استاد میاں جی نور محمد صاحبؒ جھنجھانوی (جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے شیخ طریقت ہیں) فرماتے تھے کہ میں نے شاہ محمد اسحاقؒ صاحب سے کافیہ شروع کیا تھا اور جب سید صاحب تشریف لائے تو انہوں نے میزان شروع کی تھی مگر اتنی جلدی ترقی کی کہ نصف سے آگے مجھے کافیہ میں پکڑ لیا اور کافیہ ہی پڑھتے ہوئے انہوں نے مشکوٰۃ بھی شاہ صاحبؒ سے شروع کی۔"

www.abulhasanalinadwi.org

علومِ ظاہری کی تکمیل نہ کر سکے ضروری علوم کے اکتساب کے بعد دورانِ تحصیل ہی یہ کیفیت ہو گئی کہ جب کتاب پر نظر کرتے تھے تو نظر کے سامنے سے حروف غائب ہو جاتے تھے۔ ابتداء میں طبیبوں سے رجوع کیا مگر جب کوئی فائدہ نہ ہُوا تو یہ قصہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا تم جالی جیسی باریک چیزوں پر نظر جما کر دیکھو کہ وہ بھی نظر کے سامنے سے غائب ہوتی ہیں یا نہیں ؟ سید صاحبؒ نے اس کا تجربہ کیا تو کوئی باریک سے باریک چیز بھی غائب نہ ہوئی۔ اس پر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا کہ تم پڑھنا چھوڑ دو۔"

تکمیلِ علوم کے بغیر درسیات کو ترک کر دینے کے بارے میں مذکورہ روایت سے صاف ظاہر ہے کہ قدرت کو سید صاحبؒ کی ذات سے علمی خدمات کے بجائے مجاہدانہ خدمات لینا مقصود تھیں اسی لئے دینی تعلیم بقدرِ ضرورت حاصل کر سکے اور اس کے بعد تکمیلِ سلوک کی طرف لگا دیئے گئے کیونکہ آپ کی ذات سے ملتِ اسلامیہ کی امامت و قیادت کی جو خدمات مقدر ہو چکی تھیں ان کے لئے علومِ ظاہری کے مقابلے میں تزکیۂ نفس زیادہ ضروری تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو اوائل عمر ہی سے اس طرف زیادہ رغبت تھی۔ سر سید احمد خاں نے اپنی کتاب "آثار الصنادید" میں لکھا ہے :-

www.abulhasanalinadwi.org

سید احمد بریلویؒ اوائل حال میں شوق طالب علمی میں وارد شاہ جہاں آباد (دہلی)، ہوکر مسجد اکبرآبادی میں فروکش ہوئے اور صرف ونحو میں فی الجملہ سواد حاصل کیا۔ اکثر خدمتِ مسجد اور اس مقام کے واردوں خصوصاً درویشانِ پاک طینت کی جو تحصیلِ علمِ باطنی کے شوق میں جناب مولانا عبدالقادرؒ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، خاطر داری اور سرانجام مہام میں ایسے سرگرم ہوئے کہ اس امر کو اہم مہام سمجھے ہوئے تھے۔

مجاہدۂ نفس

صفائے باطن کی طرف میلان اور درویشان پاک طینت کی خدمت بجالانے کے علاوہ ریاضت اور مجاہدۂ نفس پر ابتداء عمر سے عامل تھے۔ چنانچہ جب اپنے وطن بریلی سے تلاش معاش کے سلسلے میں لکھنؤ کے سفر پر روانہ ہوئے تو اپنے سارے ساتھیوں کا سامان اکٹھا کیا۔ ایک چادر میں باندھ کر اپنے سر پر رکھا اور منزلِ مقصود پر پہنچا دیا۔ اسی طرح لکھنؤ سے دہلی جاتے ہوئے راستے میں ایک ضعیف مزدور سے جو ایک سپاہی کا سامان اُٹھائے ہوئے تھا اس کا بوجھ خود لے لیا اور مزدور کو سپاہی سے مقررہ مزدوری دلوادی۔

"امیرالروایات" میں سید صاحبؒ کے قیامِ دہلی کے ابتدائی ایام کا ایک واقعہ بایں تفصیل درج ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

"چھ مہینے کے قیام کے بعد شاہ صاحبؒ کے خاندان میں کسی کے یہاں شادی کی تقریب ہوئی۔ اس تقریب میں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ شاہ عبدالقادرؒ صاحب اور شاہ رفیع الدینؒ صاحب تینوں بھائی موجود تھے اور شامیانہ تانا جارہا تھا۔ اس مقام میں ایک نیم کا درخت تھا جس کی وجہ سے شامیانہ اچھی طرح نہیں تن رہا تھا بلکہ اس میں جھول رہ جاتا تھا۔ اتنے میں سید صاحبؒ باہر سے تشریف لائے جب آپ نے یہ رنگ دیکھا تو کرتہ کمر سے باندھ کر نیم پر چڑھ گئے اور نیم پر چڑھ کر جو شامیانے کو کھینچا تو شامیانہ بالکل تن گیا اور جھول بالکل نکل گیا۔ سید صاحبؒ کی یہ درج شاہ عبدالقادر صاحبؒ کو پسند آگئی اور انھوں نے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے عرض کیا کہ سید احمد کو مجھے دے دیجئے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا لے جاؤ اور سید صاحبؒ سے کہہ دیا کہ میاں عبدالقادر کے سامنے جاؤ۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ ان کو اپنے پاس اکبری مسجد میں لے آئے اور ایک حجرہ میں رکھ لیا اور اشغال کے لئے فرمایا کہ میری سہ دری کے پاس بیٹھ کر کیا کرو۔ سید صاحبؒ نے اس حکم کی تعمیل کی اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے حکم کے مطابق وہ ذکر و شغل کرتے رہے اور جو جگہ شاہ صاحبؒ نے ان کو بتادی تھی وہ

www.abulhasanalinadwi.org

مینہ ہو یا آندھی یا دھوپ برابر اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے اور جب تک شاہ صاحبؒ نہ کہتے تھے کہ اب یہاں سے اٹھ جاؤ، اس وقت تک نہ اٹھتے تھے۔ شاہ صاحبؒ نے اڑھائی برس سید صاحبؒ کو اپنی خدمت میں رکھا اور اڑھائی برس کے بعد ان کو لے کر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ سید احمد حاضر ہیں ان کو پرکھ لیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ میاں عبدالقادر تم جو کچھ کہتے ہو ٹھیک کہتے ہو۔ اب ان کو بیعت کی اجازت دے دو۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے عرض کیا حضرت اجازت تو آپ ہی دیں گے اور ان سے آپ ہی کا سلسلہ چلے گا۔ غرض شاہ صاحبؒ نے ان کو بیعت کی اجازت دے دی۔"

تصورِ شیخ سے معذرت "وقائع احمدی"، "مخزن احمدی" اور "امیر الروایات" غرض تمام کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ تعلیم سلوک کے سلسلے میں جب شاہ عبدالعزیز رحمہ صاحب نے تصورِ شیخ کی تعلیم کی تو سید صاحبؒ نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ آپ کس معصیت کا حکم دیں تو میں وہ کر لوں گا لیکن یہ تو معصیت نہیں بلکہ بظاہر شرک کی صورت ہے؟ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے یہ جواب

www.abulhasanalinadwi.org

سُن کر انہیں سینے سے لگا لیا اور فرمایا۔

"تمہیں طریقِ ولایت سے مناسبت نہیں لہٰذا ہم تمہیں طریقِ نبوت سے راہِ سلوک طے کرائیں گے۔"

سید صاحب ۱۸۰۴ء میں تحصیلِ علم اور تعلیمِ سلوک کی غرض سے دہلی تشریف لائے تھے اور تین چار سال کی مُدت میں جبکہ آپ کی عمر ۲۱، ۲۲ سال تھی قرآن، حدیث اور تفسیر کے علوم میں بقدرِ ضرورت دسترس حاصل کرنے کے علاوہ تصوف اور روحانی علوم میں انتہاء کمال کو پہنچ گئے اور ۱۸۰۷ء میں شاہ عبدالعزیزؒ صاحب نے خلعت خلافت سے سرفراز فرما دیا۔ اس کے بعد جب ذکراللہ ان کی طبیعت میں راسخ ہو گیا تو ان سے اولوالعزمی کے ایسے کلمات صادر ہونے لگے جو ایک ایسے مصلح سے صادر ہُوا کرتے ہیں جو تمام انسانیت کو راہِ راست پر لانے کے لئے پیدا کیا گیا ہو۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحنے یہ کلمات سُنے تو فرمایا کہ "اس طرح ان کے فطری جوہر کی تربیت ہو رہی ہے"۔ چنانچہ سید صاحبؒ کا یہ قول ان کے سوانح میں منقول ہے کہ

"انھوں نے اپنے اہلِ بیعت میں سے کسی سے کہا کہ اگر تمہیں کوئی کہے کہ سید احمد فوت ہو گیا ہے تو جب تک تم یہ نہ دیکھو کہ ہندوستان سے کفر نکل گیا ہے اور افغانوں سے فلاں فلاں عیب جاتے رہے ہیں اور عربوں سے فلاں فلاں خرابی دُور ہو گئی ہے۔ تُرکوں

www.abulhasanalinadwi.org

کی فلاں کمزوری دور ہو گئی ہے۔ جب تک یہ ساری باتیں پوری نہ ہولیں کبھی یقین نہ کرنا کہ سید احمد فوت ہو گیا۔"

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۹۴)

شبِ قدر کی برکات سے بہرہ اندوزی

(رمضان المبارک ۱۲۲۲ھ کی اکیسویں تاریخ کو)

شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت فرمایا کہ "لیلۃ القدر" کون سی رات میں ہو گی؟ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ شب بیداری کا معمول جاری رکھو، اگر قسمت نے یاوری کی تو دامنِ طلب برکات کے موتیوں سے بھر جائے گا ورنہ محض جاگتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بہرہ دار ساری رات آنکھوں میں گزار دیتے ہیں مگر انہیں اس فیضِ آسمانی سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔

سید صاحبؒ اکبری مسجد میں تشریف لے آئے اور مسلسل کئی راتیں بیداری میں گزاریں۔ ۲۷ر رمضان المبارک کو نمازِ عشاء کے بعد بے اختیار نیند آگئی۔ رات کا ایک حصہ باقی تھا کسی نے ہاتھ پکڑ کر جگایا۔ اٹھ کر دیکھتے ہیں کہ آپ کے دائیں بائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ "احمد جلد اٹھ اور غسل کر" آپ فوراً اٹھے اور حوض کے سرد پانی میں غسل کیا

www.abulhasanalinadwi.org

اور حاضرِ خدمت ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : آج شب قدر ہے۔ یادِ الٰہی میں مشغول ہو اور دُعا و مناجات کر۔ اس کے بعد دونوں حضرات تشریف لے گئے۔ صاحبِ مخزن لکھتے ہیں کہ سید صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔

"اس رات کو اللہ تعالےٰ کے فضل سے واردات عجیب و غریب واقعات دیکھنے میں آئے۔ تمام درخت اور دنیا کی ہر چیز سجدے میں تھی اور تسبیح و تہلیل میں مشغول تھی۔ مگر ان ظاہری آنکھوں سے اپنی اپنی جگہ پر کھڑی معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت فنائے کلی اور استغراقِ کامل مجھے نصیب ہوا۔ صبح کے وقت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو آپ نے بہت مسرور ہو کر فرمایا، اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج کی شب تم اپنی مراد کو پہنچ گئے اور اسی وقت سے ترقیاتِ وعلوِ درجات کے آثار ظاہر ہونے لگے"۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ نے "صراطِ مستقیم" میں لکھا ہے۔

"ایک روز سید صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چھوارے دیئے اور بڑی شفقت و محبت سے کھلائے، جب بیدار ہوئے تو ان کی شیرینی آپ کے ظاہر و باطن

www.abulhasanalinadwi.org

سے ظاہر تھی۔ اس کے بعد ایک روز آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت علیؓ نے اپنے دستِ مبارک سے آپ کو اس طرح نہلایا جیسے باپ اپنے بچوں کو نہلاتا ہے اور حضرت فاطمہؓ نے اپنے ہاتھ سے ایک لباسِ فاخر آپ کو پہنایا اس کے بعد سے طریق نبوت کے کمالات آپ پر ظاہر ہونے لگے، یہاں تک کہ ایک روز حق تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے آپ کا دایاں ہاتھ پکڑ کر امورِ قدسیہ میں سے ایک چیز جو نہایت رفیع و بدیع تھی آپ کو عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اور چیزیں بھی ہم تم کو دیں گے۔

مراجعت وطن تکمیلِ سلوک کے بعد ۱۲۲۲ھ کے اواخر یا ۱۲۲۳ھ کے شروع میں چار پانچ سال کے بعد بریلی تشریف لے گئے اور ۱۲۲۳ھ میں آپ کی شادی نصیر آباد میں ہوئی۔ اہلیہ کا نام سیدہ زہرہ تھا اور وہ شاہ علم اللہؒ کے حقیقی چچا سید اسحاق صاحب کی اولاد میں تھیں۔ ان کے بطن سے ۱۲۲۴ھ میں آپ کی بڑی صاحب زادی سیدہ سائرہ پیدا ہوئیں۔

والئ ٹونک کے لشکر سے وابستگی اسی سال شادی کے بعد دوبارہ دہلی کا سفر اختیار کیا اور یہاں

www.abulhasanalinadwi.org

آنے کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے مشورے سے امیر خاں والیٔ ٹونک کے لشکر میں ملازمت اختیار کرلی۔ آپ نواب صاحب مرحوم کے لشکر سے چھ سات سال وابستہ رہے۔ انہی دنوں جے پور اور مادھولج پوری کے محاصروں اور جنگوں میں سید صاحبؒ کی شرکت تاریخ سے ثابت ہے۔

امیر خاں والیٔ ٹونک کے لشکر سے وابستگی کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ وسطی ہند میں امیر خاں ایک بہت بڑی فوجی قوت کا مالک تھا بلکہ اس کی فوجی قوت و طاقت آخری دَور کی آزاد ہندوستانی ریاستوں میں سب سے بڑی قوت تھی۔ محتاط اندازے کے مطابق اس کا لشکر چالیس پچاس ہزار جانبازوں پر مشتمل تھا جس کے پاس ایک سو پندرہ توپیں اور اسلحہ کا بہت بڑا ذخیرہ تھا، اسی لئے سید صاحبؒ نے امیر خاں کے لشکر سے وابستگی کا فیصلہ کیا تاکہ مسلمانوں کی اس سب سے بڑی قوت کو صحیح راستے پر لگاکر اسلام کی عظمت و سربلندی کے لئے استعمال کرسکیں، لیکن ۱۸۱۶ء کے اواخر میں انگریزوں کی عیاری اور حالات کی ناسازگاری سے مجبور ہوکر نواب امیر خاں نے سید صاحبؒ کی مرضی کے خلاف انگریزوں سے صلح کرلی تو آپ نے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو بذریعہ خط اطلاع دی:-

"خاکسار قدم بوسی کو حاضر ہوتا ہے۔ یہاں لشکر کا کارخانہ درہم برہم ہوگیا۔ نواب صاحب انگریزوں سے مل گئے اب

www.abulhasanalinadwi.org

یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں۔"

(وقائع احمدی ص۳۱)

مذکورہ خط کے مضمون سے یہ حقیقت صاف ظاہر ہو رہی ہے کہ والئ ٹونک کے لشکر میں سید صاحب کا قیام حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خواہش وہدایت پر تھا اور یہاں رہ کر آپ کی فوجی تربیت ایک خاص مقصد کے تحت کی جارہی تھی۔ مگر جب والئ ٹونک نے حالات سے مجبور ہو کر انگریزوں سے صلح کر لی تو یہ مقصد فوت ہو گیا جس کے بعد وہاں مزید قیام عبث تھا۔

ٹونک سے واپسی

اِدھر آپ نے اپنے خط میں اشتیاق قدم بوسی ظاہر کیا اُدھر خود شاہ عبدالعزیزؒ صاحب غیر شعوری طور پر آپ کی تشریف آوری کے لئے سراپا انتظار تھے۔ "سیرت سید احمد شہید" میں "مخزن احمدی" کے حوالہ سے منقول ہے :-

"آپ کے دہلی پہنچنے سے ایک ہفتہ قبل حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد دہلی میں تشریف لائے ہیں اور لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے دُور دُور سے آرہے ہیں۔ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ صاحبؒ کو شرف باریابی عطا فرمایا اور عصاء مبارک دے کر فرمایا کہ اس

www.abulhasanalinadwi.org

عصا کو لے کر مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو اندر آنا چاہے
اندر آکر اُس کا حال عرض کرو اور میری اجازت سے اندر بھیجو۔
شاہ صاحبؒ نے اس ارشاد کی تعمیل کی اور ہزارہا بندگانِ خدا
نے حضورؐ کی زیارت کی "۔

"صبح اُٹھ کر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سب سے پہلے حضرت شاہ
غلام علی صاحب خلیفہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی خدمت میں
تشریف لے گئے اور خواب کی تعبیر چاہی۔ شاہ غلام علی صاحب نے
فرمایا۔ سبحان اللہ! یوسفِ وقت مجھ سے تعبیر پوچھتا ہے۔ شاہ
صاحب نے فرمایا۔ خواب کی تعبیر میں آپ ہی کی زبان سے سُننا
چاہتا ہوں۔ شاہ غلام علیؒ نے فرمایا کہ اس خواب سے معلوم
ہوتا ہے کہ آپ کے یا آپ کے کسی مرید رشید کے ذریعہ سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وفیض کا سلسلہ جاری ہوگا۔
شاہ عبدالعزیزؒ صاحب نے فرمایا کہ میرے خیال میں بھی یہی تعبیر آئی
تھی "۔ (ص ۸۹-ص ۸۸)

شہرتِ عام امیر خان والیٔ ٹونک کے لشکر سے علیحدگی اختیار کرنے
کے بعد سید صاحبؒ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور حسبِ معمول اکبری مسجد میں قیام فرمایا۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ

www.abulhasanalinadwi.org

اور شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کی نظر میں سید صاحبؒ کا مقام کس قدر بلند تھا اس کا کچھ اندازہ اس واقعے سے ہوسکتا ہے کہ ایک روز مولانا عبدالحئی صاحبؒ (داماد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ) شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسرار صلوٰۃ اور حضورِ قلب پر گفتگو چل پڑی۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا۔ اگر حضورِ قلب چاہتے ہو تو سید صاحبؒ سے رجوع کرو۔ وہ وہاں سے اُٹھ کر سیدھے سید صاحب کی خدمت میں آئے۔ آپ نے نماز کی حقیقت اور اس کے اسرار و معارف بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ صرف زبانی تعلیم سے یہ نعمت حاصل نہیں ہوسکتی۔ آیئے ہم دو رکعت نماز پڑھیں۔ نماز پڑھنے کے بعد مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ نے اسی وقت بیعت کرلی اور زندگی بھر اس نماز کا لطف اُٹھاتے رہے۔

مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ نے یہ واقعہ مولانا اسمٰعیلؒ سے بیان کیا اور انہیں بھی شوق دلایا۔ مولانا اسمٰعیلؒ حاضرِ خدمت ہوئے۔ آپ نے بھی نماز پڑھی اور وہی دولت پائی اور نماز کے بعد بیعت کرلی۔ پھر شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کے خاندان کے اکثر افراد مثلاً شاہ محمد اسحاق صاحبؒ، شاہ محمد یعقوب صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ (برادر زادہ حضرت شاہ ولی اللہؒ) شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کی اجازت سے سید صاحب کی بیعت میں داخل ہوگئے۔ ان کے علاوہ مولوی وجیہہ الدین صاحبؒ، حکیم مغیث الدینؒ،

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب اور حافظ معین الدین صاحبؒ معہ اہلِ خاندان حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور ان اکابر کی بیعت کی وجہ سے لوگ جوق در جوق بیعت ہونے لگے اور یہ سب کچھ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور شاہ رفیع الدین صاحب کی زندگی اور موجودگی میں بلکہ ان حضرات کی ترغیب و تائید سے عمل میں آیا کیونکہ اس تمام شہرت اور قبولِ عام کی ابتدا مولانا عبدالحئی اور شاہ اسماعیل کی بیعت سے ہوئی تھی اور ان حضرات کی بیعت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی ترغیب اور مشورے کا نتیجہ تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حضرات سید صاحبؒ کے روحانی مقام اور ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کے معترف تھے اور ان کی قیادت میں صلحاءِ امت کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا چاہتے تھے جو شاہ ولی اللہ رہ کے مشن کی تکمیل کر سکے۔ اسی لئے انھوں نے سب سے پہلے اپنے افرادِ خاندان کے ذریعہ سید صاحبؒ کی امامت و قیادت تسلیم کرائی جس کا یہ اثر ہوا کہ مرشدِ عالم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی زندگی ہی میں ان کے مریدِ رشید کی شہرت و مقبولیت کا ڈنکا بجنے لگا۔

پہلا تبلیغی دورہ اور بیعت عام

جہاں جہاں یہ خبر پہنچی کہ خاندان ولی اللّٰہی کے ان حضرات نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، وہاں کے لوگوں میں طلب و شوق

www.abulhasanalinadwi.org

کی بے تابی بڑھ گئی۔ لوگ دُور دُور سے بیعت کے لئے آنے لگے اور اطراف ملک سے دعوت نامے موصول ہونے لگے۔ جب یہ دعوت نامے بہت زیادہ جمع ہو گئے تو آپ نے تمام دعوتی خطوط شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں بھیج دیئے۔ جب مولانا اسماعیلؒ یہ دعوت نامے لے کر شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہُوئے تو آپ نے بے پایاں مُسرت کا اظہار فرمایا اور سید صاحب کو اپنا لباسِ خاص پہنا کر اس تبلیغی و اصلاحی مہم پر روانہ کیا۔

اس دورے میں مولانا عبدالحئی صاحب اور مولانا شاہ اسماعیل صاحبؒ بھی آپ کے شریکِ سفر تھے۔ یہ سفر نومبر ۱۸۱۸ء میں شروع ہُوا اور آغازِ سفر سے پیشتر ہی اس دورے کو بڑی شہرت حاصل ہو گئی تھی۔ جن شہروں اور بستیوں سے آپ کا قافلہ گزرتا لوگ شہر سے باہر استقبال کے لئے موجود ہوتے۔ اس سفر میں تقریباً ستر آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ دہلی سے چل کر پہلی منزل غازی آباد ہوئی جہاں تقریباً دو سو آدمیوں نے شہر سے باہر استقبال کیا اور بہت سے لوگ بیعت ہُوئے۔ غازی آباد سے چل کر مراد نگر پہنچے، یہاں مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کے صاحب زادے نے عوام و خواص کی بھاری جمعیت کے ساتھ استقبال کیا اور بہت سے لوگ داخلِ بیعت ہُوئے۔ جب یہ قافلہ میرٹھ پہنچا تو

www.abulhasanalinadwi.org

معلوم ہوا کہ لوگ چار روز سے آپ کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ پچاس ساٹھ آدمیوں نے جن میں معززینِ شہر کی کثرت تھی شہر سے باہر استقبال کیا۔ علماء، معززینِ شہر اور عام شہری ہزاروں کی تعداد میں داخلِ بیعت ہوئے۔ شہر اور چھاؤنی میں دعوتوں اور ضیافتوں کا سلسلہ جاری تھا اور لوگ دُور دُور سے بیعت و زیارت کے لئے آرہے تھے۔ بہت سے لوگ جو روانگی کے بعد میرٹھ پہنچے۔ قصبہ سردھنہ اور بڑھانہ جاکر بیعت و زیارت سے مشرف ہوئے۔

میرٹھ میں ایک ہفتے سے زیادہ قیام رہا۔ روانگی کے وقت شہر اور چھاؤنی کے لوگوں کا جمِ غفیر تھا اور بہت سے لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔ یہاں سے سردھنہ تشریف لے گئے۔ راستے میں موضع دانتل میں پانچ چھ گھر مسلمانوں کے تھے سب کے سب داخل بیعت ہوئے۔ اسی طرح موضع پائلی میں دو تین مسلمان گھرانے تھے، سب بیعت ہو گئے۔ موضع کھردی میں مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی جن میں چند گھرانے سادات کے تھے، اس بستی کی پوری مسلم آبادی داخلِ بیعت ہو گئی۔

سردھنہ سے باہر عوام و خواص نے استقبال کیا اور بہت سے خاندان اور صدہا گھرانے بیعت سے مشرف ہوئے۔ تیسرے روز بڑھانہ تشریف لے گئے۔ مولانا عبدالحئی صاحب کے مکان پر قیام رہا۔ یہاں بارہ دن

www.abulhasanalinadwi.org

قیام فرمایا اور قصبے کے علماء و شرفاء کی بڑی تعداد حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی۔ یہاں سے روانہ ہوئے تو موضع ایڑنی، موضع چولی اور موضع بھرسور کی تمام آبادی بیعت سے مشرف ہوئی۔ پھلت سے باہر قصبے کے معززین استقبال کے لئے موجود تھے۔ شیخ ولی محمد کے یہاں قیام فرمایا۔ شاہ ولی اللہ کے اہلِ خاندان اور تمام شرفاء قصبہ نے انتہائی عقیدت و ارادت کا اظہار کیا اور سترہ دن کے قیام میں بے شمار مرد و زن داخلِ بیعت ہوئے۔ پھلت سے روانہ ہو کر مظفر نگر تشریف لے گئے۔ یہاں قاضی نجم الدین صاحب کے یہاں قیام فرمایا اور ان کا پورا خاندان بیعت سے مشرف ہوا۔ مظفر نگر سے روانہ ہو کر دیوبند پہنچے۔ یہاں دس دن قیام فرمایا۔ شہر کے عوام و خواص اور قرب و جوار کے دیہاتیوں نے ہزاروں کی تعداد میں بیعت کی اور دیوبند سے سہارنپور تک راستے میں جتنی بستیاں آئیں ان بستیوں کے تمام مسلمان بیعت ہو گئے۔

سہارنپور پہنچے تو ایک جم غفیر استقبال کے لئے شہر سے باہر موجود تھا۔ مغرب کی نماز بوبنی کی مسجد میں پڑھی۔ اسی مسجد کے ایک حجرہ میں حاجی عبدالرحیم صاحب ولایتی رہتے تھے، جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے پیر میاں جی نور محمدؒ کے شیخ طریقت اور بڑے صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ آپ نے اپنے ہزاروں مریدوں کے ساتھ سید صاحب کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحب معہ رفقاء دو روز تک آپ کے مہمان رہے۔ سہارنپور میں بیس روز قیام فرمایا۔ اس عرصے میں مولانا عبدالحئی صاحبؒ، مولانا اسماعیل صاحبؒ اور سید صاحبؒ کے وعظ و ارشاد کا سلسلہ جاری رہا۔ جس کے نتیجے میں لوگ بہت سی بدعتوں اور خلافِ سنت امور سے تائب ہو گئے۔ علماء و فضلاء، امیر و غریب ہزاروں کی تعداد میں داخلِ بیعت ہوئے۔ قصابوں اور نوربافوں کی پوری برادریاں بیعت ہو گئیں۔ لوگوں نے غیر شرعی وضع قطع ترک کر کے اسلامی وضع اختیار کر لی اور ایک ایک دن میں تین تین سو آدمیوں نے بڑھی ہوئی مونچھیں ترشوا دیں۔

آپ کی تقریروں کو ہندو بھی بڑے شوق سے سنتے تھے جن میں سے بعض مسلمان ہو گئے۔ مذکورہ مقامات کے علاوہ جن دوسری بستیوں میں سید صاحبؒ تشریف لے گئے ان میں انبہٹہ، رام پور منیہارانی، نانوتہ، گنگوہ، شکارپور لُہاری، تھانہ بھون اور کاندھلہ کے نام معروف ہیں۔ قیاس کہتا ہے کہ دہلی سے غازی آباد، مرادنگر، میرٹھ، سردھنہ، بڑھانہ، پُھلت، مظفرنگر، اور دیوبند کے راستے سہارنپور تشریف لائے اور واپسی میں انبہٹہ، رام پور، نانوتہ، گنگوہ، لوہاری، تھانہ بھون اور کاندھلہ کا راستہ اختیار فرمایا۔ واپسی کے سفر کی تفصیلات کسی تذکرہ میں نہیں ملتیں، البتہ مذکورہ مقامات کا ذکر موجود ہے کہ اسی سفر میں ان مقامات پر بھی

www.abulhasanalinadwi.org

تشریف لے گئے۔ لہٰذا غالب گمان یہی ہے کہ مراجعت میں ان قصبات کا دورہ فرمایا۔

برکات وکرامات

"امیر الروایات" میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے حوالہ سے منقول ہے۔

"سید صاحبؒ سہارنپور تشریف لائے تو بوبنی کی مسجد کی طرف کو نکلے۔ اس زمانے میں شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی اسی مسجد میں رہتے تھے۔ جب آپ مسجد کے نیچے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا۔ کیا اس مسجد میں کوئی بزرگ رہتے ہیں؟ ہمراہیوں نے عرض کیا جی ہاں! ایک بزرگ رہتے ہیں۔ سید صاحبؒ یہ سُن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور حجرہ میں جا کر کواڑ لگا لئے۔ جب باہر نکلے تو سید صاحبؒ ہنستے ہوئے نکلے اور شاہ عبدالرحیم صاحبؒ روتے ہوئے نکلے۔ اس قسم کے دو تین جلسے اور ہوئے کہ سید صاحبؒ ہنستے ہوئے اور شاہ عبدالرحیم صاحبؒ روتے ہوئے نکلے۔ چوتھے یا پانچویں جلسے میں سید صاحبؒ اپنی حالت پر نکلے اور شاہ صاحب روتے ہوئے آئے۔ اس کے بعد شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سید صاحبؒ سے بیعت ہو گئے"۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا نانوتویؒ کا بیان ہے :۔

"شاہ عبدالرحیمؒ صاحب ولایتی کے ایک مرید نے جس کا نام عبداللہ خاں تھا، شاہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ میں سمجھتا ہوں آپ کی نسبتِ روحانی سید صاحبؒ کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ممکن ہے میری نسبت کسی حیثیت سے سید صاحبؒ کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہو، مگر مجھے پہلے نہ نماز پڑھنی آتی تھی اور نہ روزہ رکھنا آتا تھا۔ سید صاحبؒ کی برکت سے نماز بھی پڑھنی آگئی اور روزہ بھی رکھنا آگیا۔"

اسی ضمن میں امیر خاں خورجوی کے ایک سوال کے جواب میں مولانا نانوتویؒ نے ارشاد فرمایا :۔

"سید صاحبؒ اپنے وقت کے مجدد تھے اور مجدد کو جو روحانی نسبت حاصل ہوتی ہے اس میں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔"

اسی طرح شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول منقول ہے :۔

"شاہ عبدالرحیمؒ صاحب ولایتی سے جو لوگ ان کے سید صاحبؒ سے بیعت ہونے کے بعد بیعت ہوئے ان کی حالت بہت اچھی تھی اور ان پر اتباعِ سنت کا رنگ غالب تھا اور جو لوگ

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحبؒ کی بیعت سے پہلے بیعت ہوئے تھے ان کی حالت
اس درجے کی نہ تھی "۔

اسی سفر کے سلسلے میں حضرت میاں جی نور محمدؒ (شیخ طریقت حاجی امداد اللہ)
کے حوالے سے امیر خاں خورجوی بیان کرتے ہیں :-

" سید صاحبؒ جب سہارنپور تشریف لے گئے تو بونبی کی مسجد میں ممبر کی اوپر کی سیڑھی پر بیٹھ کر وعظ فرمایا۔ ان کے دونوں پاؤں کے بیچ میں مولوی عبدالقیوم ابن جناب مولوی عبدالحئیؒ صاحبؒ بیٹھے ہوئے تھے جو اس وقت بچے تھے اور مسجد میں ایک طرف مولوی عبدالحئیؒ صاحبؒ اور مولوی اسماعیل صاحبؒ پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وعظ جب نصف سے زیادہ ہوگیا تو مولوی عبدالحئیؒ صاحبؒ نے مولوی اسماعیلؒ صاحبؒ کو اشارے سے اٹھایا اور اس طرف لے گئے جس طرف قبریں ہیں۔ وہاں جا کر فرمایا کہ سید صاحبؒ نے یہ مضمون پہلے بھی بیان فرمایا ہے اور میں نے اور تم نے اس کو لکھ بھی لیا ہے۔ لیکن اس وقت جو فرما رہے ہیں یہ تمہاری بھی سمجھ میں آتا ہے یا نہیں؟ مولوی اسماعیل صاحبؒ نے کہا کچھ کچھ آتا ہے۔ اس پر مولوی عبدالحئیؒ صاحبؒ نے فرمایا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے تو بہت زور

www.abulhasanalinadwi.org

لگایا مگر میری سمجھ میں تو نہیں آیا۔ اب اس سمندر کو ہم اپنے کوزے
میں کیونکر بند کریں؟ سید صاحبؒ سے عرض کرنا چاہیئے کہ حضرت
مضمون کو ذرا آسان کر کے بیان فرمایا کریں۔ تاکہ ہم لوگ
سمجھ سکیں۔"

اور یہ دونوں حضرات بقول مولانا ابوالحسن ندوی مؤلف "سیرت سید احمد شہیدؒ" خاندان ولی اللہی کے چشم و چراغ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے بعد ہندوستان میں آسمانِ علم و فضل کے مہر و ماہ تھے۔ یہ دونوں حضرات علمی تبحر، رشد و صلاحیت، تقوے و تقدس میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ان کی عظمت اور صحیح منزلت کا اندازہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے اس خط سے ہوتا ہے جو آپ نے لکھنؤ کے منشی خیر الدین صاحب کو فرضیتِ حج کے متعلق لکھا ہے اس میں آپ نے مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ کو شیخ الاسلام اور مولانا اسماعیل صاحبؒ کو حجۃ الاسلام کے لقب سے یاد کیا ہے اور دونوں کو تاج المفسرین، فخر المحدثین، سرآمد علمائے محققین لکھا ہے اور فرمایا ہے:۔

"یہ دونوں حضرات تفسیر و حدیث، فقہ و اصول و منطق وغیرہ
میں اس فقیر سے کم نہیں ہیں۔ جناب باری کی جو عنایت ان
دونوں بزرگوں کے شاملِ حال ہے اس کا شکر مجھ سے ادا

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں کو علماء ربانی میں شمار کرو اور جو اشکال
حل نہ ہوں ان کے سامنے پیش کرو۔ بظاہر ان کلمات سے
اپنی تعریف نکلتی ہے۔ لیکن امرِ حق کا اظہار واقفوں
پر واجب ہے۔"

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سید صاحب کے وعظ میں معارف وحقائق کا وہ کون سا سمندر تھا جس کی گہرائی تک یہ دونوں حضرات نہ پہنچ سکے؟ جہاں تک ظاہری علوم کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں حضرات سید صاحبؒ سے بڑھے ہوئے تھے بلکہ ان علوم میں سید صاحبؒ ان کے شاگرد تھے، مگر جو باطنی علوم آپ کو طریقِ نبوت کے ذریعے حاصل ہوئے تھے ان میں آپ کا حریف کون ہو سکتا تھا؟

بیعتِ عام کے مقاصد

اس سفر میں سید صاحبؒ کے ہاتھوں پر بلا مبالغہ لاکھوں مسلمانوں کی بیعتِ عام ہوئی۔ پوری پوری بستیاں اور برادریاں حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئیں۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ عام پیروں کی طرح محض مریدوں کی تعداد بڑھانے اور حلقۂ ارادت وسیع کرنے کے لئے بے مقصد بیعت کا سلسلہ جاری تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس بیعتِ عام کے ذریعے آپ نے اصلاح وتبلیغ کا وہ زبردست کارنامہ انجام دیا جس کی کوئی مثال

www.abulhasanalinadwi.org

برِ صغیر کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ یہ ضرور ہے کہ آپ بیک وقت ہزارہا ہزار اشخاص کو بلا عُذر و تامّل بیعت کر لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ خدا نے آپ کو وہ خیر و برکت عطا فرمائی تھی کہ آپ جہاں تشریف لے گئے وہاں سے بدعت و ضلالت کا خاتمہ کر دیا اور لوگ اُن کی آن میں بدعات و رسومات سے تائب ہو کر صحیح معنوں میں متبع شریعت بن گئے آپ کے طریقِ بیعت کے سلسلے میں امیر خان بیان کرتے ہیں :-

> "سید صاحب توحید و رسالت اور اتباعِ سُنّت پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور اتباعِ سنت کے لئے از حد تاکید فرمایا کرتے تھے اور بدعت کے سخت مخالف تھے۔ مولوی عبدالحئی صاحبؒ سے ایک دن فرمایا کہ اگر کوئی امرِ مخالفِ سنت مجھ سے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا۔ مولوی صاحبؒ نے کہا حضرت! جب کوئی مخالفِ سنت فعل آپ سے عبدالحئی دیکھے گا تو وہ آپ کے ساتھ نہیں ہو گا۔"

یہی سبب تھا کہ آپ کی بیعتِ عام "یدخلون فی دین اللہ افواجاً" کا منظر پیش کرتی تھی۔

بریلی میں قیام

یہ کامیاب دَورہ چھ ماہ کی مدت میں مکمل ہُوا اور آپ اپنے رفقاء کے ساتھ دہلی واپس آ گئے۔ چند روز

www.abulhasanalinadwi.org

یہاں قیام فرمایا۔ پھر اپنے وطن بریلی روانہ ہوگئے اور ۲۳ر جون ۱۸۱۹ء کو رام پور ہوتے ہوئے بریلی پہنچے۔ مولانا عبدالحئی صاحب، شاہ اسمٰعیل صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف صاحب پھلتیؒ اس سفر میں بھی ہم رکاب تھے ان کے علاوہ ستر اسّی کے قریب دوسرے ہمراہی تھے۔ جن میں سے شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ولایتی اور حضرت ابوسعیدؒ صاحب خلیفہ حضرت غلام علی شاہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اخلاص وللّٰہیت

بریلی کے دورانِ قیام ایک روز مولانا عبدالحئی کو واعظ کا حکم ہوا۔ مولانا نے اپنے وعظ میں ہندوستان کے مشہور علمی و روحانی خاندانوں کے اوصاف اور کمزوریاں صاف صاف بیان کیں۔ حتیٰ کہ شاہ عبدالعزیزؒ اور سید صاحب کے خاندان میں جو کمزوریاں ان کے نزدیک پائی جاتی تھیں سب بے کم و کاست بیان کردیں۔ سید صاحبؒ بے تاب ہوکر اپنی جگہ سے اُٹھے اور آپ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا :-

"میں خدا کا بندہ ہوں اس کا اور اس کے رسول کا تابع ہوں اس سے پہلے سہارنپور کے سفر میں بھی میں نے مولانا سے کہا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں عزیزوں، رشتہ داروں اور امیر و غریب کسی کا پاس نہیں۔ اس کا حکم

www.abulhasanalinadwi.org

بے کم وکاست ادا کروں گا اور کسی کی خوشی و ناخوشی کا خیال نہیں کروں گا۔ اس وقت مجھے سب سے زیادہ محمد یعقوب (برادر زادہ) عزیز ہیں۔ دُنیا کی چیزوں میں سے جو چاہیں لے لیں، لیکن اللہ کی اطاعت میں ان کی رعایت بھی نہیں کروں گا۔ میرے تمام رشتہ دار صاف صاف سُن لیں کہ جو اللہ و رسول کی اطاعت میں میرے شریک حال ہوں۔ ادائے اوامر و نواہی میں کسی کی طعن و ملامت کا خیال نہ کریں وہ میرے عزیز اور مجھے محبوب ہیں اور جو اس کے لئے تیار نہ ہوں ان کو میری طرف سے جواب ہے اور مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں صاف کہتا ہوں کہ جو اللہ کے راستے میں مستعد ہو، میرا شریک ہو اور جو چاہے مجھ سے جُدا ہو جائے۔"

مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت سے اسی کی امید تھی اور اسی لئے تمام مشائخ کا دامن چھوڑ کر حضرت کا دامن پکڑ لیا ہے۔ مولانا اسمٰعیلؒ اور حضرت ابو سعید صاحب خلیفہ شاہ غلام علیؒ نے یک زبان ہو کر فرمایا کہ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ سُن کر مسجد میں غلغلہ بلند ہوا اور لوگوں پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ زبان سے بات نہیں نکلتی تھی۔" (سیرت سید احمد شہید ص ۱۱۱-۱۱۶)

www.abulhasanalinadwi.org

نکاحِ بیوگان کی سُنتِ متروک کا اجرا

قیامِ بریلی کے زمانے میں ایک غیبی اشارے کے بموجب آپ نے اپنے مرحوم بھائی مولانا سید محمد اسحاقؒ صاحب کی بیوہ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان کے مسلم شرفاء میں نکاحِ بیوگان کی سنت عملاً متروک ہو چکی تھی اور اسے بہت بڑا عیب سمجھا جاتا تھا۔ ایک روز آپ نے اپنے تمام اہلِ خاندان کو جمع فرما کر ایک مؤثر تقریر کی اور اپنی خالہ صاحبہ سے (جو مولانا اسحاق صاحب کی بیوہ کی پھوپھی تھیں) خاص طور پر فرمایا کہ میں یہ رشتہ حظِّ نفس کے لئے نہیں بلکہ سُنت جاری کرنے کے لئے اور ہندوستان کی ایک رسمِ جاہلیت کو مٹانے کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔

آخر دو تین مہینے کی کوشش کے بعد تمام رشتہ دار اور وہ مخدومہ راضی ہوگئیں اور اس طرح یہ سنتِ متروک ہندوستانی مسلمانوں میں دوبارہ جاری ہوگئی۔ سید صاحبؒ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مولانا اسماعیلؒ سے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور اپنے تمام خلفاء کے نام خطوط لکھوائے جن میں اس واقعہ کی اطلاع اور اجرائے سنت کی ترغیب دی۔ جواب میں خطوط آئے کہ اس ہدایت پر عمل کیا گیا اور یہ سُنت جاری ہوگئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

صراطِ مستقیم بریلی کے دورانِ قیام مولانا عبدالحئیؒ اور شاہ اسماعیلؒ نے فارسی زبان میں آپ کے اقوال وارشادات کو جمع کیا اور اس مجموعۂ ملفوظات کا نام "صراطِ مستقیم" رکھا۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا اور چوتھا باب مولانا اسماعیلؒ نے ترتیب دیا ہے اور دوسرا تیسرا باب مولانا عبدالحئیؒ نے لکھا ہے۔ پہلے باب میں طریقِ ولایت اور طریقِ نبوّت کے اختلافات بیان کئے گئے ہیں۔ دوسرے باب میں وہ تمام بدعتیں اور مشرکانہ رسمیں بیان کی ہیں جو کفار و مشرکین کے اختلاط کی وجہ سے تصوّف کے نام پر اہلِ اسلام میں داخل ہوگئی تھیں۔ تیسرے باب میں ہندوستان کے مشہور سلسلہ ہائے تصوّف کے مختلف طریقے، ان کے اوراد و وظائف اور طریقِ تعلیم کو بالتفصیل پیش کیا گیا ہے اور چوتھے باب میں "سلوکِ راہِ نبوّت"، یعنی طریقۂ محمدیہ کا بیان ہے جو تصوّف میں سید صاحبؒ کا مخصوص طریقہ ہے اور آپ ایامِ طلبِ سلوک سے لے کر آخر وقت تک جب دنیا نے آپ کو شیخِ کامل اور مجددِ وقت تسلیم کر لیا اسی مخصوص طریقے پر عامل رہے۔ چنانچہ آپ اپنے "طریقۂ محمدیہ" کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں۔

"تصوّف کے چار طریقوں کا تعلق رسولِ کریم سے بطورِ باطن کے ہے اور "طریقۂ محمدیہ" کا بطورِ ظاہر کے، اس لئے انسان کے ظاہری

www.abulhasanalinadwi.org

اعمال "طریقۂ محمدیہ" یعنی شریعت کے مطابق ہونے چاہئیں "
آپ نے اس مخصوص طریق تصوف کو رواج دے کر خلافِ سنت امور اور بدعات و رسومات کو تصوف سے جدا کرنے کے لئے ایک اہم اصلاحی قدم اٹھایا اور مشائخ و صوفیا کے لئے پابندیٔ شریعت کو لازمی قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

"تمام رسومِ ہندوستان و سندھ و فارس و روم کہ خلافِ محمد عربی ؐ باشد یا زیادتی از طریقۂ صحابہؓ شود ترک نماید و انکار و کراہت بر آں اظہار کند "

"یعنی ہندوستان، سندھ اور فارس و روم کی تمام ایسی رسومات کو جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف اور صحابہؓ کے طریقے پر کسی قسم کا اضافہ ہوں ان کو چھوڑ دینا چاہیئے بلکہ ان سے انکار اور اظہارِ بےزاری کرنا چاہیئے "

چنانچہ آپ بیعت کے وقت چاروں روحانی خانوادوں کے ساتھ طریقہ محمدیہ میں بھی باآوازِ بلند بیعت کرتے تھے ۔

واقعۂ نصیر آباد رائے بریلی کے دورانِ قیام اکتوبر ۱۸۱۹ء میں ہی نصیر آباد کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ یہ قصبہ بریلی سے دس بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہی قصبہ سید صاحبؒ کے

www.abulhasanalinadwi.org

آباؤ اجداد کا وطن اور آپ کا قدیم خاندانی مسکن ہے۔ آپ کی پہلی اہلیہ محترمہ بھی نصیر آباد کی رہنے والی تھیں۔ پہلے یہاں کی تمام آبادی سُنی تھی۔ لیکن شاہانِ اودھ کے زمانے میں ان کے خیالات تبدیل ہو گئے۔ اس کے علاوہ مشہور شیعہ مجتہد مولانا سید دلدار علی نصیر آباد کے رہنے والے تھے جن کی وجہ سے قصبے میں شیعیت کو فروغ حاصل ہُوا۔ چنانچہ یہاں کے چار بڑے محلوں میں صرف ایک محلہ سنّیوں کا باقی رہ گیا۔

۶ محرم کو نصیر آباد کے مسلمانوں کی طرف سے ایک شخص دستی خط اور زبانی پیغام لے کر سیّد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا کہ اس سال یہاں کی شیعہ آبادی اعلانیہ تبرّا کرنے پر تُلی ہوئی ہے اور انھوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ اگر سُنیوں کی دلآزاری ہوتی ہے تو وہ دو ایک روز کے لئے قصبے سے باہر چلے جائیں۔ اگر آپ اس موقع پر یہاں تشریف لے آئیں تو خدا کی ذات سے امید ہے کہ کسی قسم کا شر پیدا نہ ہو گا۔

سید صاحبؒ دوسرے دن ستر آدمیوں کی جماعت کے ساتھ نصیر آباد تشریف لے گئے اور آپ نے شیعہ حضرات سے کہلا بھیجا کہ ہم آپ کی مذہبی رسوم کے ادا کرنے میں مزاحم نہ ہوں گے۔ آپ قدیم معمول کے مطابق عَلَم نکالیں اور ماتم و عزاداری کریں۔ ہم صرف تبرّا کے مخالف ہیں۔ مگر اہلِ تشیع نے اس سال احتجاجاً عَلَم وغیرہ بھی نہیں اُٹھائے اور محرّم کی سب

www.abulhasanalinadwi.org

رسمیں موقوف کر دیں۔ ایک وفد ماتمی لباس میں بادشاہ بیگم کی خدمت میں لکھنؤ گیا اور وہاں سے حاکم نصیر آباد کے نام سُنیوں کی سرزنش اور ان کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا فرمان جاری ہو گیا۔

یہ خبر پاتے ہی فقیر محمد خاں رسالہ دار اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ معتمد الدولہ کی خدمت میں پہنچے اور انہیں حالات کی نزاکت سے خبردار کیا۔ معتمد الدولہ نے بادشاہ سے جاکر عرض کیا کہ سید صاحبؒ جن کے ہزاروں مرید لشکر اور چھاؤنی میں ہیں اور جن کے معتقدین و متوسلین کا سلسلہ تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے، کچھ لوگوں نے بادشاہ بیگم سے حاکم نصیر آباد کے نام ان کی سرزنش کے احکامات صادر کرا دیئے ہیں۔ حالانکہ غریب عامل کے پاس اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ اتنی بڑی جماعت کا مقابلہ کر سکے۔ اگر اس نے کوئی اقدام کیا تو بہت بڑا ہنگامہ اور ایک زبردست فتنہ کھڑا ہو جائے گا اور پھر یہ آگ بجھائے نہ بجھ سکے گی۔

بادشاہ نے تمام باتیں غور سے سُنیں اور وزیر اعظم سے کہا کہ اس فتنے کو فرو کرنے کے لئے جو کارروائی مناسب ہو عمل میں لائیں۔ معتمد الدولہ اور فقیر محمد خاں رسالہ دار نے فوراً اخوانزادہ کو پانچ سو سوار اور پیادہ فوج کے ساتھ نصیر آباد روانہ کر دیا تاکہ حاکم نصیر آباد بادشاہ بیگم کے ایماء پر کوئی احمقانہ کارروائی اور اہلِ سنت کے خلاف کوئی اشتعال انگیزی

www.abulhasanalinadwi.org

نہ کرنے پائے۔ روانگی کے وقت نواب معتمد الدولہ نے دس ہزار روپے اور فقیر محمد خاں نے دو ہزار روپے اخوانزادہ کو دیئے کہ وہ ضروری فوجی مصارف کے لئے سید صاحبؒ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اس واقعہ کی شہرت تمام لکھنؤ میں پھیل گئی اور مجتہد صاحب نے خفیہ طور پر پیغام بھجوادیا کہ سید صاحبؒ سے فوراً صلح کر لی جائے۔ چنانچہ نصیر آباد کی شیعہ آبادی نے سید صاحبؒ سے مصالحت کر لی۔ ایک تحریری صلح نامہ مرتب کیا گیا جس کی ایک نقل لکھنؤ روانہ کی گئی اور ایک نقل سید صاحبؒ کے پاس محفوظ رہی۔ اخوانزادہ نصیر آباد پہنچا تو اس نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا کہ ہمیں معتمد الدولہ نے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ کے حکم کے مطابق فتنہ انگیزوں کے خلاف سخت کارروائی کریں۔ سید صاحبؒ نے فرمایا کہ جو مقصد تھا وہ مصالحت کے ذریعہ حاصل ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ کوئی تادیبی کارروائی عمل میں نہ لائیں۔ جو رقم اخوانزادہ نے پیش کی تھی وہ بھی سید صاحبؒ نے واپس کر دی اور اخوانزادہ چند روز ٹھہر کر واپس چلا گیا۔

اس موقع [illegible]وں کو پہلی بار سید صاحبؒ کے تدبر، معاملہ فہمی اور ضبط [illegible]نظم کا پوری طرح اندازہ ہوا۔ چنانچہ شاہ اسماعیل صاحبؒ لکھتے ہیں :-

www.abulhasanalinadwi.org

دہ نصیر آباد کا واقعہ جہاد کا مقدمہ تھا جس میں لوگوں نے سید صاحبؒ کی قیادت اور انتظامی صلاحیت کے پہلی بار جوہر دیکھے۔ تائیدِ غیبی اور سید صاحبؒ کی مقبولیت کے کھلے واقعات بھی اسی زمانے میں بکثرت پیش آئے جن سے لوگوں کو سید صاحبؒ کی وجاہت و قبولیت کا پورا اندازہ ہوا"

بنارس اور لکھنؤ کا تبلیغی دورہ

لکھنؤ کے اصلاحی و تبلیغی دورے سے پیشتر آپ اپنے مریدین و معتقدین کے ہمراہ جن کی تعداد ایک سو ستر کے قریب تھی الٰہ آباد، بنارس اور کانپور تشریف لے گئے۔ بریلی سے الٰہ آباد پہنچنے میں ایک مہینہ سے زیادہ مدت صرف ہوئی۔ کیونکہ راستے میں جتنے دیہات و قصبات آئے لوگوں کے شدید اصرار اور اظہارِ عقیدت کی وجہ سے ہر جگہ قیام کرنا پڑا۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں داخلِ بیعت ہو کر بدعات و رسومات سے تائب ہوئے۔ بنارس کے دورانِ قیام آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ "یہ شہر کفر و شرک کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے اس کو ذکرِ الٰہی کے نور سے منور کر دو۔" قیام کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ ہندو پروہت حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضور اس شہر سے جلد تشریف لے جائیں۔ آپ کے ساتھیوں کے ذکر و شغل سے ہماری عبادت اور پوجا پاٹ

www.abulhasanalinadwi.org

میں خلل پڑتا ہے۔" یہاں تقریباً ایک ماہ قیام رہا اور کم و بیش بیس ہزار مسلمان بیعت سے مشرف ہوئے جن میں نور بافوں کی برادری سے تعلق رکھنے والوں کی اکثریت تھی۔ بنارس سے واپس بریلی تشریف لائے اور کچھ دن بعد ایک سو ستّر ارادت مندوں کے ہمراہ لکھنؤ کے تاریخی دورے پر روانہ ہوئے۔ یہ نواب غازی الدین حیدر کی بادشاہی اور معتمد الدولہ آغا میر کی وزارت کا زمانہ تھا۔ بادشاہ، وزیر اور امراءِ سلطنت عیش و عشرت کی بدمستیوں میں غرق تھے۔ لوٹ کھسوٹ، دولت ستانی، حق تلفی اور ایذا رسانی ان کا معمول تھا اور کسی میں یہ مجال نہ تھی کہ ان کے ظلم و جور کے خلاف لب کشائی کر سکے۔ ایسے ظالمانہ نظامِ حکومت کی موجودگی میں اعلاءِ کلمۃ الحق اور اصلاح و تبلیغ کی کوششیں آپ کے مجاہدانہ عزم و حوصلے کی روشن دلیل ہیں۔

لکھنؤ کا تبلیغی دورہ "مخزن احمدی" کی روایت کے مطابق نواب معتمد الدولہ کی دعوت پر ہوا تھا۔ کیونکہ واقعۂ نصیر آباد کے سلسلے میں معتمد الدولہ آپ کی مقبولیت، تدبر اور معاملہ فہمی کا دل سے معترف ہو چکا تھا، مگر آپ لکھنؤ کے دورانِ قیام سرکاری مہمان نہیں ہوئے بلکہ آپ کی جماعت کے قیام کا انتظام آپ کے عقیدت مندوں نے بطورِ خود کیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

لکھنؤ پہنچ کر پہلے اکبری دروازے کے قریب میر مسکین کی حویلی میں قیام فرمایا۔ لیکن بعد میں جگہ کی تنگی کے باعث دریائے گومتی کے کنارے امام بخش سوداگر کی نو تعمیر حویلی میں منتقل ہو گئے۔ لکھنؤ پہنچتے ہی مولانا عبدالحئی صاحبؒ کے اصلاحی وعظوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو عوام و خواص میں بہت مقبول ہوئے اور تمام شہر میں سید صاحبؒ کی تشریف آوری کی شہرت ہو گئی۔ لوگ جوق در جوق بیعت و زیارت کے لئے آنے لگے اور شہر میں جگہ جگہ دعوتیں ہونے لگیں۔

ایک روز لکھنؤ کے نامور عالم دین مرزا حسن علی محدث نے جنہیں علم حدیث میں بڑا تبحر حاصل تھا اور شافعی مسلک پر عامل تھے، مولانا عبدالحئی صاحبؒ، مولانا اسمٰعیل صاحبؒ اور ان کے بیس ساتھیوں کو دعوت دی۔ لوگوں نے آکر خبر دی کہ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء و فضلاء جمع ہیں اور اپنے مسلک کی تائید میں کتابیں ساتھ لیکر آئے ہیں، بہت ممکن ہے کہ دعوت کی محفل مجلسِ مناظرہ میں تبدیل ہو جائے۔ مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے سید صاحبؒ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا انشاء اللہ کسی قسم کا شر و فساد نہ ہو گا۔ اگر کوئی کچھ سوال کرے تو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے موافق جواب دے دیں۔ یقین ہے کہ وہ لوگ آپ حضرات کی عزت و توقیر میں کمی نہ کریں گے بلکہ خوش دلی کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

بڑھ کر استقبال کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ تمام علماء وفضلاء نے گھر سے باہر نکل کر استقبال کیا اور نہایت عزت وتکریم کے ساتھ پیش آئے اور جو علمی سوالات کئے گئے بطور استفادہ کئے گئے، بحث ومناظرہ کی صُورت پیدا نہیں ہُوئی۔

اگلے روز لوگوں نے اطلاع دی کہ اس مرتبہ وہ لوگ کسی دوسری جگہ پوری جماعت کی دعوت کا اہتمام کر رہے ہیں اور خیال یہ ہے کہ علمی گفتگو سید صاحب سے کی جائے گی کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ سید صاحب بعض علمی مسائل کا جواب نہ دے سکیں گے۔ آپ نے فرمایا۔

"ہم حاضر ہیں وہ جب اور جہاں چاہیں ہم کو بُلالیں"

چنانچہ ایک روز اُن کی طرف سے پوری جماعت کی دعوت آئی، جسے آپ نے قبول فرمالیا اور وقتِ مقررّہ پر پوری جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے۔ صاحبِ خانہ نے سید صاحبؒ کے ساتھیوں کے علاوہ اپنی طرف کے سو آدمیوں کے لئے مزید کھانے کا انتظام کیا تھا۔ مگر شہر میں مناظرہ کی شہرت ہو گئی تھی اس لئے دونوں طرف سے چھ سو سات سو کا مجمع ہو گیا اور کھانا صرف تین سو آدمیوں کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ صاحبِ خانہ کو متردّد پاکر سید صاحبؒ نے فرمایا۔ آپ پریشان نہ ہوں جتنا کھانا ہمارے لئے تیار کیا ہے وہ ہمارے حوالے کر دیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

انہوں نے دو حصّے کھانا سید صاحبؒ کے ساتھیوں کو دے دیا۔ آپ نے کفگیر میں تھوڑے سے چاول نکلوا کر دیکھے۔ دو، چار چاول کھا کر باقی کے دیگ میں ڈلوا دیئے۔ اس کے بعد کونڈوں اور لگنوں میں کھانا نکلوا کر کھلانا شروع کر دیا۔ چنانچہ دو سو آدمیوں کا کھانا چار سو نے شکم سیر ہو کر کھالیا۔ اور تھوڑے سے چاول بچ رہے۔ دوسری طرف بھی یہی کیفیت تھی کہ کھانا سو آدمیوں کا تھا اور کھانے والے دو سو تھے۔ صاحبِ خانہ نے آکر عرض کیا کہ حضرت ہماری مشکل بھی آسان فرمادیں۔ آپ نے کہا جن لگنوں اور کونڈوں میں ہمارے ساتھیوں نے کھانا کھایا ہے ان کو صاف نہ کریں بلکہ انہی میں کھانا نکال کر کھلانا شروع کر دیں، انشاء اللہ تعالیٰ کمی نہ ہو گی۔

انہوں نے ایسے ہی کیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ پورا مجمع شکم سیر ہو گیا اور چار پانچ سیر چاول بچ بھی گئے۔ سید صاحبؒ کی یہ زندہ کرامت دیکھنے کے بعد جو لوگ مناظرہ کی نیت سے آئے تھے عالمِ حیرت میں ڈوب گئے اور اسی مجلس میں تقریباً تین سو آدمیوں نے بیعت کی۔ مرزا احسن علی محدث نے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند بیش قیمت تحائف نذر کئے اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

رجوعِ خلائق مولانا عبدالحئی صاحب کے تبلیغی اور اصلاحی وعظوں کا سلسلہ جاری تھا۔ جمعہ کے روز خاص طور پر نمازِ جمعہ سے نمازِ عصر تک مولانا کا وعظ ہوتا تھا، جس میں ہزاروں مسلمان شریک ہوتے۔ ایک روز مسجد میں اتنا ہجوم ہوا کہ سید صاحبؒ کے حکم سے صفیں بالکل قریب قریب کردی گئیں اور پچھلی صف والوں نے اگلی صف والوں کی پشت پر سجدہ کیا۔ مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے بڑا مؤثر وعظ فرمایا۔ لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔ آپ نے سورۃ الانبیاء کے پانچویں رکوع کی تفسیر بیان کی اور اس کے ضمن میں اہلِ لکھنؤ اور ان کے بگڑے ہوئے معاشرے کی تمام خرابیاں ایک ایک کر کے بیان فرمادیں۔ مجلسِ وعظ میں علماء فرنگی محل، شیعہ مجتہدین اور عمائدینِ شہر کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور سب پر سکتے کا عالم طاری تھا۔ اس مجلس میں جن عمائدین واکابرین نے بیعت کی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔

مولانا محمد اشرفؒ، مولوی سید مخدومؒ، مولوی امام الدین بنگالیؒ، مولوی امام الدین لکھنویؒ، مولوی عبدالباسطؒ، مولوی سید ابوالحسنؒ نصیر آبادی، مولوی عبداللہ فرنگی محل، مولوی رحیم اللہ فرنگی محلی، مولوی نجیب اللہ بنگالی، شاہ یقین اللہ لکھنوی، مولوی عبدالوہابؒ، مولانا ولایتؒ علی عظیم آبادی، اور مولوی نور احمد نگرامی۔ ان کے علاوہ منیڈو خاں رسالدار

www.abulhasanalinadwi.org

اور ان کے بھائی عبداللہ بیگ خاں نے بھی اپنے چار سو سواروں کے ساتھ بیعت کی اور حمزہ خاں رام پوری اسی زمانے میں لکھنؤ پہنچ کر حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

ارکانِ حکومت کو تشویش

قیامِ لکھنؤ کے زمانے میں جو لوگ داخلِ بیعت ہوئے ان میں اچھی خاصی تعداد شیعہ حضرات کی بھی تھی جس سے امراءِ سلطنت اور معتمد الدولہ آغا میر کو تشویش پیدا ہوئی اور اس نے چوبدار کے ذریعے پیغام بھجوایا کہ شیعہ حضرات کو بیعت نہ کیا جائے۔ سید صاحبؒ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ "میں کسی پر جبر نہیں کرتا لیکن جو از خود آئے گا اسے پیغامِ حق سنانے میں کوتاہی نہ کروں گا۔"

معتمد الدولہ نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ "ایسی صورت میں اگر کوئی ناخوشگوار صورت پیدا ہوئی تو ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔" سید صاحبؒ نے اس کا بھی کوئی اثر نہ لیا۔ آخر اس نے فقیر محمد خاں رسالدار سے کہا کہ "سید صاحبؒ تمہارے پیر و مرشد ہیں تم جا کر سمجھاؤ کہ حاکمِ وقت کا مقابلہ مناسب نہیں۔ اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو دو چار توپیں لگا کر ان کی قیام گاہ کو مسمار کرا دوں گا۔"

سید صاحبؒ نے یہ پیغام سن کر ارشاد فرمایا :-

www.abulhasanalinadwi.org

"فقیر محمد خاں تم مجھے مدت سے جانتے ہو، یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا کہ کلمۂ حق کہنے سے باز آجاؤں۔ معتمد الدولہ دو، چار توپوں سے کیا ڈراتے ہیں، اگر سو توپ بھی لگادیں گے تو پرواہ نہیں مالکِ حقیقی اگر میرا مددگار ہے تو وہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے" نیز فرمایا :-

"اگر یہ کہا جاتا کہ تم ہماری رعیت ہو ہمارے شہر سے چلے جاؤ اس میں ہمیں کچھ عذر و حیلہ نہ تھا۔ لیکن یہ بات کہ لوگوں کو کلمۂ حق کی تعلیم نہ کرو۔ سراسر اہلِ اسلام کے خلاف ہے۔ خدا کا طالب شیعہ ہو یا سنّی جو بھی میرے پاس آئے گا اس کو ضرور راہِ حق سکھلاؤں گا اور جو میرے مُرید ہیں وہ بھی بے شک یک سو رہیں، یا فساد کے وقت نواب کا ساتھ دیں۔ مجھے کوئی اندیشہ نہیں"

معتمد الدولہ کے یہاں ضیافت

فقیر محمد خاں رسالدار کی زبانی سید صاحبؒ کا جواب سُن کر معتمد الدولہ دم بخود رہ گیا اور کہنے لگا کہ سید صاحبؒ اور اُن کے ساتھی علماءِ حقانی معلوم ہوتے ہیں۔ اگر وہ قبول کرلیں تو میری طرف سے ان کی اور ان کے تمام ساتھیوں کی دعوت کا پیغام پیش کریں۔ سید صاحبؒ نے فقیر محمد خاں کے

www.abulhasanalinadwi.org

اصرار اور خواہش پر دعوت قبول کرلی اور اگلے روز نواب صاحب نے ہاتھی، گھوڑے اور پالکیاں سواری کے لئے بھیج دیں اور بڑے پُر تکلف کھانوں کا اہتمام کیا۔ دعوت میں سید صاحبؒ کے ساتھیوں کے علاوہ فقیر محمد خاں رسالدار، منیڈو خاں رسالدار، تاج الدین، حسین خاں، سید نقی خاں اور سبحان علی خاں بھی شریک تھے۔ سید نقی خاں نے عرض کیا کہ "حضور ابھی کھانے میں کچھ دیر ہے۔ بہتر ہو کہ مولانا اسمٰعیلؒ صاحب کچھ بیان فرمائیں۔" لیکن مولانا اسمٰعیل صاحب سید صاحبؒ کی موجودگی میں تقریر نہیں کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے مولانا عبدالحئی صاحبؒ سے فرمایا کہ مولانا آپ کچھ فرمادیجئے۔ مولانا نہایت خاموش طبع اور کم گو تھے حسب عادت خاموش رہے۔ اس پر سبحان علی خاں نے کہا کہ "اس مجلس میں فریقین کے علماء موجود ہیں اس لئے مولانا کو تقریر فرماتے ہوئے شرم دامن گیر ہے۔ یا تو جناب کچھ فرمائیں یا مولوی اسمٰعیلؒ صاحب کو حکم دیں۔" یہ سُن کر مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے فرمایا "الحیاء شعبۃ من الایمان" اور یہ کہہ کر تقریر شروع کردی۔ اوّل ثابت کیا کہ آدم علیہ السلام باحیاء تھے اور ابلیس بے حیاء تھا۔ اس کے بعد نوح علیہ السلام کا باحیاء ہونا اور ان کی قوم کا بے حیا ہونا ثابت کیا۔ پھر دوسرے انبیاء کرام کا باحیاء ہونا اور ان کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت فرمایا۔ آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باحیاء ہونا

www.abulhasanalinadwi.org

اور ان کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت کیا۔ اس کے بعد صحابہؓ کا باحیاء ہونا اور اُن کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت فرمایا۔ بعد ازاں اسلام کے مختلف فرقوں میں اہلِ سنت کا باحیاء ہونا اور ان کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت کیا اور تقریر کے خاتمے پر ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ الحمد للہ! سنتِ انبیاء اور اُن کے متبعین کے مطابق عبدالحئی بھی باحیاء ہے۔

تقریر کے دوران سبحان علی خاں، مولوی عبدالحئی صاحبؒ سے کوئی سوال کرتے تو مولانا اسماعیل صاحبؒ تقریر کو رکوا کر نہایت معقول اور مسکت جواب ارشاد فرماتے۔ ایک موقعے پر سبحان علی خاں نے حدیث "لحمك لحمي ودمك دمي" پڑھی تو مولانا اسماعیل صاحبؒ نے فرمایا کہ اوّل تو یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور بتقدیر ثبوت میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے یا مجازی معنی پر؟ سبحان علی نے کہا: حقیقی معنی پر! مولانا نے فرمایا۔ اگر حقیقی معنی پر محمول ہے تو حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہؓ کا نکاح درست نہ ہوا۔" یہ جواب سن کر سبحان علی خاں دم بخود رہ گیا۔ اسی طرح ایک مقام پر حضرت معاویہؓ کے متعلق کوئی سوال کیا گیا۔ مولانا اسماعیلؒ نے جواب میں ایسی عالمانہ تقریر فرمائی کہ سائل کو خاموش ہونا پڑا۔

www.abulhasanalinadwi.org

آخر معتمد الدولہ نے عرض کیا کہ آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے جو اوصاف حمیدہ سُنے تھے اس سے بڑھ کر پایا۔ اس کے بعد دستر خوان پر پُرتکلف کھانے چُنے گئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد نواب معتمد الدولہ نے پانچ ہزار روپے بطور نذر پیش کئے۔ آپ نے ہر چند عذر کیا مگر وہ نہ مانا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ ایک بار میں تنہائی میں ملنا چاہتا ہوں۔ آپ نے لکھنؤ سے واپسی کے موقع پر ملاقات کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ جب بریلی جانے لگے تو بیشتر ساتھیوں کو پہلے روانہ کر دیا اور فرمایا کہ قندھاریوں کی چھاؤنی میں جاکر ٹھہریں۔ بعد ازاں چند مخصوصین کے ساتھ معتمد الدولہ کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ ہمراہیوں کو باہر ڈیوڑھی پر چھوڑا اور آپ فقیر محمد خان رسالدار کے ساتھ اندر تشریف لے گئے۔ تقریباً دو گھنٹے ملاقات رہی اور آپ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نواب موصوف کو بہت سی نصیحتیں کیں اور خاص طور پر غریبوں پر ظلم ڈھانے اور ان پر زیادتی کرنے سے منع فرمایا۔

نواب معتمد الدولہ نے آئندہ لوگوں پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرنے کا وعدہ کیا اور آپ کے سامنے بُرے کاموں سے توبہ کی۔ رخصت کے وقت سید صاحبؒ نے ایک اعلیٰ نسل کی گھوڑی بطور تحفہ پیش کی۔ نواب نے ہر چند عذر کیا اور کہا۔ حضور دو، چار گھوڑے خود ہمارے اصطبل سے پسند فرمالیں،

www.abulhasanalinadwi.org

مگر سید صاحبؒ نہ مانے اور فرمایا۔ یہ گھوڑی آپ کو قبول کرنی ہوگی۔ دراصل سید صاحبؒ کی عادت تھی کہ عقیدت مندوں کے علاوہ کسی سے ہدیہ قبول نہ کرتے تھے اور اگر مجبوری کی حالت میں قبول کرنا پڑتا تو بدلے میں کچھ نہ کچھ ضرور دیتے تھے۔

جرائم پیشہ فساق کی اصلاح

قیامِ لکھنؤ کے دوران جہاں لاکھوں خواص و عوام حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ بہت سے فاسق و فاجر جرائم پیشہ اور مخنث بھی حاضرِ خدمت ہو کر فسق و فجور، چوری، ڈکیتی اور حرام کاری سے ہمیشہ کے لئے تائب ہوگئے اور ان کے دلوں میں حرام پیشوں اور بُرے کاموں سے ایسی نفرت بیٹھی کہ پھر کبھی اُن کے قریب نہ پھٹکے۔ ان کے علاوہ دو ہندو جوہری حاضرِ خدمت ہو کر مسلمان ہوئے۔ آپ نے ایک کا نام عبدالہادی اور دُوسرے کا عبدالرحمان رکھا اور فرمایا ابھی تین اور باقی ہیں جب وہ آجائیں گے تو یکبارگی پانچوں کا ختنہ کرادیں گے۔ چنانچہ چند روز بعد ایک اور ہندو حاضرِ خدمت ہو کر مسلمان ہوا جس کا نام احمد اللہ رکھا۔ پھر کئی روز بعد چوتھا اور اس کے بعد پانچواں آیا ان کو بھی مسلمان کیا اور فرمایا۔ چند روز بعد واپسی کا خیال ہے۔ ان سب کا ختنہ بریلی پہنچ کر ہی کرائیں گے۔

www.abulhasanalinadwi.org

لکھنؤ سے روانگی

لکھنؤ میں تقریباً پونے دو ماہ قیام کرنے کے بعد دولت گنج اور حسن گنج ٹھہرتے ہوئے رائے بریلی تشریف لے گئے۔ قیام لکھنؤ کے زمانے میں فقیر محمد خاں رسالدار نے بڑی رفاقت اور محبت کا ثبوت دیا تھا اور بہت دعائیں حاصل کی تھیں۔ چنانچہ بریلی پہنچ کر رسالدار موصوف کا دستی خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ "کل رات جب کہ آپ (واپسی کے وقت) قندھاریوں کی چھاؤنی میں تشریف فرما تھے۔ نواب معتمد الدولہ کے یہاں سے اس فقیر کو خلعت ہوا۔ دس ہزار روپے نقد ملے اور ہاتھی، پالکی، شملہ، دوشالہ سپر، تلوار اور اس کے علاوہ بہت سا ساز وسامان ملا۔ پہلے تین سو روپیہ کا مشاہرہ تھا اب ہزار روپے کا ہوا اور پندرہ سو سوار اور دو ہزار پیادوں کا حکم ہوا اور محمدی کا پرگنہ علاقہ ہوا۔

بادشاہ کی آرزوئے ملاقات

لکھنؤ سے واپسی کے چند روز بعد نواب معتمد الدولہ اور فقیر محمد خاں رسالدار کے خطوط سے معلوم ہوا کہ آپ کی روانگی کے بعد بادشاہ غازی الدین حیدر کو آپ کی تشریف آوری اور واپسی کا علم ہوا تو اس نے معتمد الدولہ سے کہا کہ "ہمارے شہر میں ایسے صاحب کمال بزرگ اتنے دن رہے، ہزاروں آدمی ان کے مرید اور ان کی ذات سے مستفید ہوئے۔ افسوس

www.abulhasanalinadwi.org

کی بات ہے کہ تم نے ہم کو اطلاع نہ دی۔ اب جو صورت ممکن ہو ان کو بلاؤ اور ہم سے ملاؤ۔"

آپ نے ساتھیوں سے مشورہ فرمایا اور کہا کہ میرے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ جانے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ آخر لوگوں کے کہنے سننے پر مولانا عبدالحئی صاحبؒ اور مولانا اسماعیل صاحبؒ کو پچیس ساتھیوں کے ساتھ بھیج دیا۔ جب یہ حضرات لکھنؤ پہنچے تو نواب معتمد الدولہ نے سب کو ایک حویلی میں ٹھہرا دیا اور بادشاہ کو اطلاع کر دی۔ بادشاہ نے پچیس روپے روز کا کھانا مقرر کر دیا جو دونوں وقت پہنچتا رہا۔ مگر اہلِ دربار نے مختلف تدبیروں سے ملاقات نہ ہونے دی۔ بالآخر دو ہفتے کے قیام کے بعد یہ حضرات واپس آ گئے اور سیّد صاحب کی یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی کہ "وہاں جانے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔"

جذبۂ جہاد لکھنؤ کے دورانِ قیام سیّد صاحبؒ ایک روز اپنی جماعت کے ساتھ قندھاریوں کی چھاؤنی میں تشریف لے گئے۔ آپ حسبِ عادت ہتھیار باندھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھی بھی مسلح تھے۔ عبدالباقی خاں صاحب نے جو خاص ارادت مندوں میں سے تھے عرض کیا کہ "حضرت آپ کی سب باتیں پسندیدہ ہیں لیکن یہ سپر، تلوار، بندوق وغیرہ کا باندھنا آپ کی شان کے خلاف ہے۔" آپ کا چہرہ غصّے

www.abulhasanalinadwi.org

کے مارے سُرخ ہو گیا۔ لیکن ضبط تحمل سے کام لیتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا :۔

"خان صاحب! اس بات کا آپ کو کیا جواب دوں۔ اگر سمجھئے تو یہی کافی ہے کہ یہ وہ اسباب خیر و برکت ہیں جو اللہ نے انبیاء علیہم السلام کو عنایت فرمائے تھے تاکہ کفار و مشرکین سے جہاد کریں اور خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اسباب سے تمام کفار و مشرکین کو زیر کر کے دُنیا میں دین حق کو رونق بخشی۔ اگر یہ سامان نہ ہوتا تو تم نہ ہوتے اور اگر ہوتے تو خُدا جانے کس دین و ملت میں ہوتے ؟"

(وقائع احمدی)

واقعۂ نصیر آباد اور سفر لکھنؤ کے بعد جہاد کی تیاری میں انہماک بہت زیادہ بڑھ گیا تھا اور روحانی اشغال پر جہاد کی تیاری کو ترجیح دینے لگے تھے۔ آپ کے رفقاء نے اس نمایاں تبدیلی کو محسوس کیا اور مولانا محمد یوسف صاحب پھلتیؒ کو منتخب کیا کہ وہ اس سلسلے میں سید صاحبؒ سے گفتگو کریں۔ آپ نے جواب دیا۔

"ان دنوں ایک دوسرا کام اس (سلوک) سے بھی بڑھ کر ہم کو درپیش ہے اور ہمارا دل اسی میں مشغول ہے اور وہ

www.abulhasanalinadwi.org

جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری ہے۔ اس کے سامنے اس حال کی کچھ حقیقت نہیں اور وہ کام یعنی تحصیل علم سلوک اس کام کے تابع ہے۔ تم ہمارے بھائیوں کو سمجھاؤ کہ اب اسی کام میں دل لگائیں اور حاجی عبدالرحیم صاحبؒ ولایتی سے مشورہ کر کے جواب دو۔"

مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے حاجی عبدالرحیم صاحبؒ سے گفتگو کی تو انہوں نے فرمایا:-

"جب مجھ کو سید صاحبؒ سے بیعت نہ تھی تو اپنے مشائخ کے طریقے پر چلّہ کشی کرتا تھا۔ جَو کی روٹی کھاتا تھا اور موٹے کپڑے پہنتا تھا صدہا میرے مُرید تھے اور جو درویشی کا طالب میرے پاس آتا اس کو تعلیم کرتا تھا اور کسی سے کچھ غرض نہ رکھتا تھا۔ جو کوئی کسی غرض کے لئے دو، چار کوس یا ایک دو منزل ساتھ لے جانے کی درخواست کرتا تو حسبۃً للہ چلا جاتا اور میری نسبتِ روحانی کا یہ عالم تھا کہ آدھ کوس یا کوس بھر سے کسی پر توجہ کی نظر ڈالتا تو اسی جگہ اس پر حال طاری ہو جاتا۔ غرض کچھ باتیں مجھ میں ان سے بڑھ کر تھیں اور میں اپنے اس حال میں بہت خوش تھا۔ میرے مریدوں میں بھی بعض صاحبِ نسبت اور صاحبِ تاثیر تھے۔ ان سب باتوں

www.abulhasanalinadwi.org

کے باوجود جب اللہ تعالےٰ نے سید صاحبؒ کو سہارنپور پہنچایا اور مجھے آپ کے دست مبارک پر بعیت کی توفیق دی اور میں نے آپ کے طریقے کو دیکھا تو اس وقت مجھے احساس ہُوا کہ میں اگر اپنی پہلی حالت پر مَر جاتا تو میری بُری موت ہوتی۔ چنانچہ میں نے اپنے سب مریدوں کو کہہ دیا کہ اگر تم اپنی عاقبت بخیر چاہتے ہو تو سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بعیت کر دیا اس عقیدے کے تحت مجھ سے ہی تجدید بعیت کر لو اور جو ایسا نہ کرے گا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔ غرض سب نے دوبارہ بعیت کی اور میں نے تمام عیش و آرام اور نام و ناموس کو چھوڑ کر سید صاحبؒ کے یہاں کی محنت و مشقت اور تنگی و کلفت اختیار کی۔ اینٹیں بھی بناتا ہوں اور دیوار بھی اٹھاتا ہوں۔ گھاس بھی چھیلتا ہوں، لکڑی بھی چیرتا ہوں اور ہر طرح کے کام کرتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کام کی بدولت جو نعمت اور خیر و برکت دی ہے اس کے دسویں حصے کے برابر بھی پہلے معاملات کی خیر و برکت کو نہیں پاتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اُس راحت کو چھوڑ کر یہ محنت کیوں کرتا؟ میری صلاح و مشورہ تو یہی ہے کہ تم لوگ اپنا سارا کاروبار حضرت پر چھوڑ دو۔ جو کچھ بہتر جان کر

www.abulhasanalinadwi.org

تم کو فرمائیں اُس کو بجالاؤ۔ اپنی بہتری اسی میں سمجھو اور اپنی ناقص رائے کو اس میں دخل نہ دو۔"

(وقائع احمدی)

چونکہ حاجی عبدالرحیم صاحبؒ ولایتی سلوک و معرفت اور قوت روحانی میں بڑے درجے کے مالک اور مانے ہوئے شیخ طریقت تھے لہٰذا ان کی گفتگو سن کر لوگوں کے دلوں کے تمام شکوک و شبہات دفع ہوگئے اور سب لوگ جہاد کی تیاری میں دل و جان سے مشغول ہوگئے۔

ہجرت کی تیاری

جب سید صاحبؒ اور ان کی جماعت مسلمانوں کو تحریکِ جہاد میں عملی شرکت کے لئے ذہنی طور پر تیار کرنے میں کامیاب ہوگئی تو شاہ عبدالعزیزؒ صاحب نے اپنے اس تاریخی اور انقلابی فتویٰ "دارالحرب" کی اشاعت فرمائی جس میں آپ نے صاف طور پر واضح کر دیا کہ

"ہندوستان کے جس قدر حصے غیر مسلم طاقت کے قبضے میں جا چکے ہیں ان قطعات میں اگرچہ برائے نام سلطانِ دہلی کا دخل مانا جاتا ہے، لیکن وہ سب کے سب دارالحرب ہیں۔" (شاہ عبدالعزیزؒ کے نزدیک سلطان دہلی کی برائے نام حکومت ملک کو دارالاسلام نہیں بنا سکتی تھی) "چنانچہ ہندوستان میں مسلمانوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

جو زبردست قوتیں موجود ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ یا تو یہاں سے ہجرت کر جائیں یا دشمن سے لڑ کر اپنی نئی اسلامی سلطنت بنائیں" (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۹۴)

اعلانِ حج

اس فتوے کی اشاعت کے بعد سید صاحبؒ ہندوستان سے آزاد قبائل کی طرف ہجرت کی تیاریوں میں مشغول تھے تاکہ کسی آزاد مقام کو مرکزِ جہاد بنا کر جہاد کی منصوبہ بندی کر سکیں۔ چنانچہ سفرِ لکھنؤ سے واپسی کے کچھ دن بعد آپ نے اپنے رفقاءِ خاص مولانا شاہ محمد اسمٰعیلؒ صاحب، مولانا عبدالحئیؒ صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب پھلتیؒ، مولانا ابوسعیدؒ صاحب، خلیفہ حضرت شاہ غلام علیؒ اور بعض دوسرے اصحاب کو رائے بریلی سے رخصت فرما دیا تھا، تاکہ اپنے خاندانی معاملات کے انتظامات سے پوری طرح یکسوئی حاصل کر لیں اور اپنے پورے اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ ہجرت و جہاد کے راستے میں قدم اٹھائیں۔ لیکن ایک روز دفعتاً آپ نے تمام رفقاء کو جمع کر کے اعلان فرما دیا کہ ہم حج کو جائیں گے۔

لوگوں نے عرض کیا۔ آپ نے تو ہجرت کا ارادہ کر رکھا تھا۔ فرمایا اب مرضئ الٰہی یہی ہے۔

گزشتہ فیصلے کی تبدیلی میں بظاہر دو امکانات قابلِ غور ہیں، ایک

www.abulhasanalinadwi.org

یہ کہ مولانا اسمٰعیل صاحبؒ، مولانا عبدالحئی صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی زبانی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کو جماعت کے حالات اور عزم ہجرت کی اطلاع ملی تو بہت ممکن ہے آپ نے سید صاحبؒ کو ہجرت سے پہلے سفر حج پر جانے کا حکم دیا ہو تاکہ تقرب الی اللہ کے علاوہ اپنی قوت وطاقت کی مزید تنظیم وتربیت کا عملی تجربہ حاصل کر سکیں۔

دوسری خاص وجہ یہ ہو سکتی ہے جو زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ انہی دنوں علماءِ ہند کے ایک مخصوص گروہ نے بحری سفر میں اندیشۂ ہلاکت کے پیشِ نظر فریضۂ حج کے اسقاط کا فتوےٰ دے دیا تھا جس کا تردیدی جواب سید صاحبؒ کے سفرِ لکھنؤ کے زمانے میں مولانا عبدالحئی صاحب اور مولانا اسمٰعیلؒ صاحب نے لکھا اور دلائل کے ساتھ حج کی فرضیت کو ثابت کیا۔ پھر یہ دونوں فتوے "اسقاطِ حج" اور "فرضیتِ حج" آخری فیصلے کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ شاہ عبدالعزیزؒ صاحب نے دونوں فتوؤں کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ درجِ ذیل ہے:۔

"مشفق من! جواب اول کے مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات دو، چار مشہور فتاویٰ کے سوا جن کی سند اور پایۂ اعتبار فن فقہ کے واقفوں کے نزدیک کچھ بلند نہیں، معتبر

www.abulhasanalinadwi.org

کتب دینیہ (جن پر دین کا دارومدار ہے) کے علم سے بہرۂ وافر نہیں رکھتے اور علم فقہ و اصولِ فقہ کی انہوں نے کافی تحصیل نہیں کی۔ صرف منطق کی تحصیل میں اوقات گزاری کی ہے۔ ان چیزوں کی توثیق ناقدان فن کے نزدیک محال ہے اور نہایت دشوار ہے۔ اس صورت میں اُن کے بیان کردہ حالات کی سند درجۂ اعتبار سے گری ہوئی سمجھنی چاہیئے اور ان کے احکام پر عمل کرنا سراسر گمراہی اور بے علمی ہے۔ حق تعالےٰ ایسے بُرے عقائد و خیالات سے تمام مسلمانوں کو مامون و محفوظ رکھے اور اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرے جواب کا مضمون تاج المفسرین، فخر المحدثین، سرآمد علماء محققین، مولوی عبدالحیٔ صاحبؒ اور مولوی اسماعیل صاحبؒ کا لکھا ہُوا ہے اور احادیثِ قویہ اور معتبر اصولِ فقہ کی کتابوں کے موافق ہے، چنانچہ اُن کی مہر و دستخط کے مقابل میں نے بھی اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی ہے، ملاحظہ فرمالیں تاکہ اطمینان کُلی ہو جائے۔ ایسی صُورت میں کہ عزیزانِ موصوف کی مہر و دستخط موجود تھے اس استفتاء کے میرے پاس بھیجنے کی ضرورت نہ تھی، اس لئے کہ یہ دونوں علم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول فقہ و منطق میں مجھ سے

www.abulhasanalinadwi.org

کم نہیں۔ ان کے مہر و دستخط گویا میرے مہر و دستخط ہیں۔ اللہ تعالیٰ
کی جو عنایت ان دونوں عزیز فاضلوں کے شاملِ حال ہے۔
اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا۔ حق تعالےٰ ان کو
اس سے بھی بلند مراتب پر فائز فرمائے۔ ان لوگوں کے حق میں
جو اصل شریعت کے واضح کرنے والے ہیں تمام مومنین کا حق تعالیٰ
کی بارگاہ میں دعا کرنا خود اُن کے لئے نجاتِ اُخروی کا باعث
ہے۔ میرے دوست مولوی عبدالحیؒ اور مولوی اسماعیل کو علماءِ
ربانی میں شمار کرنا چاہیئے اور جو مشکلات در پیش ہوں ان کے
سامنے پیش کرنی چاہئیں۔

میرے کرم فرما! اگرچہ ان کلمات سے بظاہر اپنی تعریف نکلتی ہے
لیکن امرِ حق کا اظہار واقفوں پر واجب و لازم ہے۔ لہٰذا حق
کے معاملے میں چشم پوشی مناسب نہ معلوم ہوئی۔ دونوں استفتاء
اس خط کے ساتھ پہنچیں گے ان کی رسید سے مطلع فرمایا جائے۔
اس ضعف کی وجہ سے اتنے ہی پر اکتفا کی گئی کیونکہ ان دونوں
کا مجمل کلام ہی ہر تفصیل سے مستغنی کرنے کے لئے بہت کافی
ہے۔ والسلام

اللہ تعالےٰ آپ کے معاش و معاد میں برکت عطا فرمائے (زبیر)

www.abulhasanalinadwi.org

منتظر رہنا چاہیئے کہ یہ حضرات جنہوں نے آج عدمِ فرضیتِ حج کا فتوے دیا ہے کل ہندوستانیوں کے لئے نماز، روزہ کی معافی کا فتوے لکھ دیں گے۔ اس دلیل سے کہ پیغمبر خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہندوستان میں بعثت نہیں ہوئی اور زکواۃ تو بدرجۂ اولیٰ ساقط کر دیں گے۔"

فرضیتِ حج کی عملی تبلیغ

ان حالات میں سید صاحبؒ کا از خود یا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی ہدایت پر علماء ومشاہیر اور عوام وخواص کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حج کا اعلان فرمانا فرضیتِ حج کی زبردست تبلیغ تھی۔ چنانچہ آپ نے اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ فریضۂ حج ادا فرما کر لکھنؤ کے فتویٰ اسقاطِ حج کو بالکل بے اثر بنا دیا۔ پھر یہ قافلۂ حج جس شان وشوکت، جوش وخروش اور ذوق وشوق کے ساتھ روانہ ہوا ہندوستان کی گذشتہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ مضامین اور فتاویٰ کی اشاعت کے مقابلے میں فرضیتِ حج کی تبلیغ اس سے بہتر طریقے پر نہیں ہو سکتی تھی کہ جن امکانی خطرات کی آڑ لے کر فریضۂ حج کی ادائیگی میں غیر ضروری رکاوٹیں پیدا کی جا رہی تھیں ان کا عملی طور پر مقابلہ کیا جائے اور ثابت کر دیا جائے کہ اندیشۂ ہلاکت کے بینہ خطرات قطعی موہوم اور فرضی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

دعوتی خطوط حج کا قصد فرمانے کے بعد اہلِ خاندان اور قریبی رشتہ داروں کو حج کی ترغیب دلائی اور دہلی، پھلت، سہارنپور جہاں جہاں آپ کے معتقدین و متوسلین تھے ان کو خطوط کے ذریعے اطلاع دی۔ دعوتی خطوط کا مضمون یہ تھا:-

"ہم واسطے ادائے حج کے بیت اللہ جاتے ہیں، جن جن صاحبوں کو حج کرنا منظور ہو انہیں اپنے ہمراہ لائیں۔ مگر یہ حقیقت ہر ایک پر واضح کر دیں کہ ہمارے پاس نہ کچھ مال ہے نہ خزانہ، محض اللہ پر توکل کر کے جاتے ہیں۔ اس کی ذاتِ پاک سے قوی امید ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہماری مراد پوری کریگا اور جہاں کہیں راستے میں واسطے حاجت ضروری کے خرچ نہ ہوگا وہاں ٹھہر کر ہم لوگ محنت مزدوری کریں گے۔ جب بخوبی خرچ جمع ہو جائے گا تب وہاں سے آگے روانہ ہوں گے۔ عورتیں اور ضعیف مرد جو مزدوری کے قابل نہ ہوں گے ڈیروں کی نگرانی پر رہیں گے اور اس خرچ میں کمانے والے اور ڈیروں پر رہنے والے برابر کے شریک ہوں گے۔"

(سید احمد شہید رح صفحہ ۱۸۳)

یہ خطوط جن حضرات کو روانہ کیے گئے اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں:-

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا عبدالحئی صاحب بڑھانہ، مولانا شاہ اسماعیل صاحب دہلی، مولانا محمد یوسف صاحبؒ، مولوی وحید الدین، ان کے بھائی حافظ قطب الدین اور والد حافظ معین الدین پھلت، مولانا وجیہہ الدین، حافظ عبدالرب، حکیم مغیث الدین اور اُن کے بھانجے سہارنپور۔

قافلۂ حج کی روانگی اور بے سروسامانی

شوال کے مہینے میں مختلف مقامات سے چھوٹے بڑے قافلے آکر رائے بریلی میں جمع ہو گئے۔ شاہ اسماعیلؒ کے ساتھ پھلت اور سہارنپور کے افراد کی تعداد تقریباً دو سو پچاس تھی۔ مولانا عبدالحئی صاحبؒ کے ہمراہی چالیس کے قریب تھے۔ اسی طرح سید صاحبؒ کے اہلِ خاندان چالیس افراد پر مشتمل تھے۔ ان کے علاوہ رائے بریلی، نصیر آباد اور قرب وجوار کے عازمینِ حج کی تعداد سو کے قریب تھی۔ غرض بریلی سے روانگی کے وقت شرکاءِ قافلہ کی تعداد تقریباً چار سو ہو گئی تھی اور یہ قافلہ شوال کی آخری تاریخ ۱۲۳۶ھ مطابق ۳۰ر جولائی ۱۸۲۱ء کو پیر کے دن رائے بریلی سے دلمؤ روانہ ہوا، جہاں سے کشتیوں کے ذریعے کلکتہ پہنچنا تھا۔ سید صاحبؒ نے تمام انتظامی امور اور جمع وخرچ کے جملہ انتظامات مولانا محمد یوسف صاحب پھلتیؒ کے سپرد کر رکھے تھے۔ روانگی کے وقت مولوی صاحب کے پاس ستو (۷۰) روپے سے کچھ اوپر رقم تھی۔ سید صاحبؒ

www.abulhasanalinadwi.org

نے بستی سے باہر نکل کر تمام رقم غربا میں تقسیم کرادی اور جب بالکل تہی دست ہو گئے تو نیچے سر ہو کر یوں دعا فرمائی :۔

"اے کریم کارساز! اتنی مخلوق اس ناچیز کے ہمراہ ہو گئی ہے تو مجھ ناچیز پر اپنا لطف فرما۔ اپنے الطاف وکرم کی برکت سے ان سب کو بطریقِ احسن منزلِ مقصود پر پہنچا"

اس بے سروسامانی کے عالم میں روانہ ہو کر دلمؤ پہنچے۔ جہاں سے کشتیوں پر سوار ہونا تھا۔ ابھی بستی سے دو میل کے فاصلے پر تھے۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے ایک باغ میں ٹھہر گئے۔ بستی کے لوگ پیشوائی کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان میں دو حقیقی بھائی تھے جو کئی روز سے آپس میں اس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ سید صاحبؒ کی پہلے کون دعوت کرے گا؟ آپ نے باری باری دونوں بھائیوں کی دعوت قبول فرما کر ان کا باہمی جھگڑا ختم کیا۔ یہاں تقریباً چار روز قیام رہا۔ بریلی سے دلمؤ تک جو نذریں لوگوں سے ملیں ان سے اخراجاتِ سفر پورے ہوتے رہے۔ یہاں تک سواریوں اور بار برداریوں پر بائیس روپے واجب ہوئے تھے۔ آپ نے پچیس روپے ادا فرما دیئے اور پانچ کشتیاں بنارس تک سو روپے فی کشتی کے حساب سے کرایہ پر لیں جن کو سو روپے پیشگی ادا کر دیئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

"سید صاحبؒ کا وعظ"

دلمئو کے دوران قیام مولانا عبدالحئی صاحبؒ ہر روز وعظ فرماتے تھے۔ ایک دن سید صاحبؒ نے فرمایا۔ آج کچھ ہماری باتیں بھی سن لو۔ اس وعظ میں آپ نے اپنے مخصوص انداز میں بڑی مفید اور کام کی باتیں بیان فرمائیں اور تمام اہل قافلہ کو اخلاص وللّٰہیت، اتفاق و اتحاد اور خدا پر بھروسہ رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"ایک معمولی آدمی ہم کو کھانا کھلانے کی دعوت دے جاتا ہے وہ چاہے جھوٹ ہی کہہ جائے لیکن اس پر اعتماد کرکے ہم اپنے گھر کھانا پکانے کی ممانعت کر دیتے ہیں۔ اگر غازی الدین حیدر والیٔ لکھنؤ وعدہ کرے کہ میرا فلاں امیر بیت اللہ شریف کو جاتا ہے۔ اس کے ہمراہ جو شخص جائے گا اس کے زادِ راہ کا انتظام میرے ذمے ہوگا۔ تو ہزاروں انسان خوشی بخوشی جانے پر تیار ہو جائیں گے۔ وعدہ خلافی کا شک وشبہ اپنے دل میں نہ لائیں گے اور مجھ سے تو شہنشاہِ عالم، قادرِ مطلق، رازقِ برحق نے وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ اس سفر میں تیرے ساتھ ہوں گے ان کے کھانے اور کپڑے کے متعلق تو کچھ اندیشہ نہ کر، وہ سب میرے مہمان ہیں۔ شہنشاہ کا وعدہ سچا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

وعدہ خلافی کا خفیف سا بھی احتمال نہیں۔ پھر میں کیوں کر سچ نہ جانوں اور کس بات کا اندیشہ کروں ؟ سو جن بھائیوں کو یہ سب باتیں منظور ہوں اور وہ میرے کہنے کو سچ جانتے ہوں تو وہ میرے ساتھ چلیں۔ میں رنج و راحت میں ان کا شریک ہوں اور میری یہ باتیں اپنی عورتوں کو بھی سمجھا کر کہہ دیں۔ اگر انہیں یہ منظور نہیں تو ابھی مکان نزدیک ہے، وہ سفر موقوف کر دیں۔ سفر میں ہر طرح کی تکلیف اور مصیبت بھی پیش آتی ہے اور راحت بھی ہوتی ہے۔ یہ سب باتیں اس غرض سے کھول کر بیان کر رہا ہوں کہ پھر کوئی بھائی کسی بات کا گلہ شکوہ زبان پر نہ لائے۔

مجھے عنایات الٰہی سے قوی اُمید ہے کہ اس سفر با ظفر میں اللہ تعالےٰ میرے ہاتھوں سے لاکھوں آدمیوں کو ہدایت نصیب کرے گا۔ ہزاروں لوگ شرک و بدعت اور فسق و فجور کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں اور شعائرِ اسلام سے مطلق ناواقف ہیں وہ پکے موحد اور متقی بن جائیں گے"۔

میں نے اہلِ ہندوستان کے لئے جنابِ الٰہی میں دعاء کی کہ الٰہی ہندوستان سے تیرے کعبے کی راہ مسدود ہے، ہزاروں لاکھ

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب تعلیت مر گئے مگر نفس و شیطان کے بہکانے سے اس بناء پر حج سے محروم ہو گئے کہ راستے میں امن نہیں ہے۔ ہزاروں طلب ثروت اب جیتے ہیں اسی وسوسے میں پڑ کر حج کے لئے نہیں جاتے۔ الٰہی اپنی رحمت سے ایسا راستہ کھول دے کہ جو ارادہ کرے بے دغدغہ چلا جائے اور اس نعمتِ عظمٰی سے محروم نہ رہے"

میری یہ دعا اس ذاتِ پاک نے مستجاب فرمائی اور یہ ارشاد ہوا۔

" جب توجہ کرے گا تو ہم یہ راستہ علی العموم کھول دیں گے"

جو مسلمان بھائی زندہ ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ بچشم خود یہ سب کچھ دیکھ لیں گے"

(وقائع احمدی ص۲۲۸، ص۲۲۹)

سید صاحبؒ کے اس وعظ میں بھی یہ حقیقت صاف جھلکتی ہے کہ آپ نے اس بے سروسامانی اور تہی دستی کے عالم میں اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ یہ سفر کسی غیبی اشارے کے تحت" اسقاطِ حج" کے فتنے کو مٹانے اور "فرضیتِ حج" کی تلقین و تبلیغ ہی کے لئے کیا تھا۔ کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ یہ فتنہ محض تردیدی بیانات سے فرو نہیں ہو سکتا بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس رکاوٹ کو عملی طور پر دور کیا جائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دلمؤ سے روانگی جمعرات کے روز ۳ ذی قعدہ ۱۲۳۶ھ کو تمام سامان کشتیوں پر بار کیا گیا۔ تین کشتیوں میں بریلی، نصیر آباد، پھلت اور لکھنؤ کی مستورات سوار ہوئیں اور چوتھی کشتی میں قافلے کے ضعیف و عمر رسیدہ اشخاص سوار کئے گئے۔ کچھ لوگوں کو مولانا عبدالحئی صاحبؒ کے ہمراہ دریا کے کنارے کنارے چلنے کا حکم ہوا اور ستّر آدمیوں کا قافلہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ خشکی کے راستے روانہ ہوا۔ باقی تمام مرد کشتیوں کی چھتوں پر سوار ہوئے اور سید صاحبؒ اپنے متعلقین کی کشتی میں سوار ہوئے اور آپ نے قافلے کے تمام لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا :-

"ہم فقراء اپنے گھروں سے محض اللہ کے بھروسے پر ادائے حج کے لئے نکلے ہیں۔ حج بڑی عظیم الشان عبادت ہے۔ ہر شخص کو تقویٰ کو اپنا شعار بنانا چاہیئے۔ کوئی شخص کسی شخص سے چھوٹی سے چھوٹی چیز کا سائل نہ ہو۔ ہم کسی سے زادِ راہ کا ہرگز سوال نہیں کریں گے۔ اگر ضرورت پڑی تو مزدوری کریں گے، آدھا کھائیں گے اور آدھا جہاز کے کرائے کے لئے رکھیں گے۔ میں اپنے حج کو بھی اپنے ساتھیوں کے حج پر مقدم نہیں رکھوں گا۔ اگر زادِ راہ کم ہو جائے گا تو ہم تھوڑے تھوڑے آدمیوں کو کلکتہ سے

www.abulhasanalinadwi.org

بھیج کر حج کرائیں گے۔ اس کے بعد خود جائیں گے۔ لیکن اُمید اللہ کی ذات سے مجھے یہی ہے کہ وہ سازو سامان درست فرما دے گا۔ اس کے بعد سید زین العابدین صاحب سے فرمایا کہ جو کچھ باقی ہو لے آؤ۔ وہ پانچ روپے لائے کہ بس یہی باقی ہیں۔ آپ نے وہ بھی محتاجوں میں تقسیم کر دیئے اور سوار ہونے کے وقت آپ کے خزانے میں ایک پیسہ بھی باقی نہ بچا۔ فرمایا۔ "پروردگار کا خزانہ بھرا ہُوا ہے"۔

یہاں سے روانہ ہو کر راستے میں موضع دھنی کے شیخ مظہر علی صاحب کے یہاں دعوت ہوئی۔ پوری بستی اور گرد و نواح کے ہزاروں لوگوں نے بیعت کی۔ اگلی منزل ڈگڈگی تھی، جہاں شیخ محمد پناہ کنارے پر منتظر کھڑے تھے۔ کشتیاں کنارے لگیں تو انہوں نے آکر عرض کیا کہ کئی روز سے سامانِ ضیافت تیار کر رکھا ہے اور دو تین سو آدمی بیعت کے لئے جمع ہیں۔ آپ نے کشتیوں کو باندھنے کا حکم دیا۔ تمام مرد خشکی پر اُترے۔ عورتیں کشتیوں ہی میں رہیں اور سہ پہر سے ایک پہر رات تک بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ لوگوں نے تعزیوں کے چبوترے پھاوڑوں اور کدالوں سے ڈھا دیئے اور پنجوں اور نشانوں کی چاندی جو دو سو روپے کے وزن کی تھی سید صاحبؒ کی خدمت میں پیش کی کہ خرچ میں لائیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک بہت بڑے تعزیہ داس کے چبوترے کو جو پختہ بنا ہوا تھا خود سید صاحبؒ نے اپنے ہاتھ سے پھاوڑا چلا کر دوسرے لوگوں کی مدد سے مسمار کیا۔ جب منہدم ہو گیا تو اس پر مسجد کی بنیاد رکھی گئی اور آپ نے دو رکعت نماز اس نئی مسجد کی بنیاد پر پڑھی۔

یہاں سے روانہ ہو کر قصبہ گنتی میں قیام ہوا یہاں کے پٹھانوں نے دو روز ضیافت کی۔ اس قصبے میں آ کر معلوم ہوا کہ گڈھ میں مولوی یاد علی ہندوستانیوں کے لئے حج کو حرام قرار دیتے ہیں کیونکہ راستے میں سمندر حائل ہے۔ مولانا عبدالحیؒ صاحبؒ اور مولانا اسماعیل صاحبؒ کو حکم ہوا کہ چالیس آدمیوں کو ہمراہ لے کر موضع گڑھ تشریف لے جائیں اور وہاں کے مسلمانوں کو جمع کر کے قرآن و حدیث کی رُو سے حج کی فرضیت اور فضیلت بیان کریں۔ یہ دونوں حضرات گنگا پار کر کے موضع گڑھ تشریف لے گئے اور بستی کے مسلمانوں کو جمع کر کے حج کی فرضیت اور فضیلت ثابت کی اور مولوی یاد علی سے بھی جو چند ضعیف روایتیں لئے پھرتا تھا اس موضوع پر بحث و گفتگو ہوئی۔

یہاں سے روانہ ہوئے تو رام چورہ کے گھاٹ پر شیخ حسن علی صاحب جو ایک سال پیشتر مع متعلقین بیعت ہو چکے تھے موضع کیمیہ سے چل کر منتظر کھڑے تھے۔ آپ نے تین چار دن تک پورے قافلے کی دعوت کی

www.abulhasanalinadwi.org

اور اپنے چاروں بھائیوں اور گھر کی تمام مستورات کے ساتھ شریکِ قافلہ ہو گئے۔ موضع اوجھنی، موضع سرولی اور گنگا کے دوسرے کنارے موضع چھپری کے ہزاروں مسلمان داخلِ بیعت ہوئے۔ ان مقامات کے اکثر لوگ برائے نام مسلمان تھے۔ تعزیہ داری اور قبر پرستی کے علاوہ ان میں اور ہندوؤں میں بظاہر کوئی امتیاز نہ تھا۔ سب نے آپ کے ہاتھ پر کافرانہ وضع قطع اور مشرکانہ رسومات سے توبہ کی اور نماز روزے کی پابندی کا عہد کیا۔ ہر جگہ تعزیوں کے چبوترے اور امام باڑے مسمار کئے گئے اور علموں اور نشانوں کو توڑ کر ان کا سونا چاندی سفر کے زادِ راہ کے لئے آپ کو نذر کیا گیا۔ ہر مقام پر سید صاحبؒ نے نصیحتیں کیں اور مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے بدعات و رسومات کے خلاف وعظ فرمایا جس سے بندگانِ خدا کو بڑا دینی فائدہ پہنچا۔

ایک روز شام کے وقت کشتیاں ایک ایسے مقام پر لنگر انداز ہوئیں جہاں دور دور تک آبادی کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ کنارے پر سخت کیچڑ اور دلدل تھی، اوپر سے ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی، کھانا تیار کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سب اہلِ قافلہ دل میں یہی سوچ رہے تھے کہ آج شب فاقہ رہے گا۔ اتنے میں دور سے چند مشعلیں نمودار ہوئیں جو کشتیوں سے قریب ہوتی چلی گئیں۔ ایک انگریز گھوڑے پر سوار تھا جو

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے ساتھ پالکیوں میں کھانا تیار کرا کے لایا تھا۔ حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا کہ میں نے تین روز سے اپنے ملازم کھڑے کئے ہوئے تھے کہ آپ کی تشریف آوری کی اطلاع دیں۔ آج انہوں نے خبر دی کہ شام تک آپ کا قافلہ یہاں سے گزرے گا، چنانچہ میں اسی وقت سے تیاری میں لگ گیا۔ تمام قافلے کے لئے کھانا تیار کرا کے لایا ہوں اس کو قبول فرمالیں۔ کھانا اہلِ قافلہ میں تقسیم کیا گیا سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور انگریز دو تین گھنٹے ٹھہر کر واپس چلا گیا۔

دوسرے روز موضع برہمندی کے کنارے کشتیاں لنگر انداز ہوئیں۔ یہاں شیخ محمد وزیر پہلے سے پورے قافلے کا کھانا تیار کئے ہوئے کنارے پر منتظر کھڑے تھے۔ اُن کے اہلِ خاندان اور پوری بستی کے مسلمانوں نے بیعت کی۔ یہاں سے چل کر موضع سریان کے کنارے کشتیاں ٹھہریں۔ یہاں سے الہ آباد خشکی کے راستے دو کوس کے فاصلے پر ہے۔ کچھ لوگ خشکی کے راستے الہ آباد روانہ ہو گئے۔ مگر سید صاحبؒ کشتی کے ذریعے پہنچے۔ تمام کشتیاں بلوہ گھاٹ پر لنگر انداز ہوئیں۔ لبِ دریا راجہ اودت نرائن کی بارہ دری میں پورے قافلہ کا قیام ہوا۔ اوپر کی منزل میں آپ کے اور مستورات کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ مولانا عبدالحئیؒ صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ تین روز پیشتر سے اسی بارہ دری میں مقیم تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

قیامِ الٰہ آباد الٰہ آباد میں کم و بیش دو ہفتے قیام رہا اور پوری مدت تمام اہلِ قافلہ شیخ غلام علی رئیس اعظم الٰہ آباد کے مہمان رہے۔ شیخ صاحب مہاراجہ اودت نرائن والیٔ بنارس کے مختار تھے اور رئیسانہ شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ خدمت کے لئے سو سے اوپر ملازم نوکر تھے۔ کئی تنخواہ دار طبیب ملازم تھے جن کی زیرِ نگرانی بہت بڑا دواخانہ چل رہا تھا جہاں غریبوں اور حاجت مندوں کو مفت دوا دی جاتی تھی۔ جب تک سید صاحبؒ کا قیام رہا۔ دونوں وقت ڈیڑھ دو ہزار آدمیوں کا نہایت پُر تکلف کھانا تیار ہوتا تھا اور جو لوگ اطراف و جوانب سے سید صاحبؒ کی بیعت و زیارت کے لئے آتے تھے وہ بھی شیخ صاحب کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔

دن میں دو مرتبہ حاضرِ خدمت ہوتے اور ہر بار بیش قیمت تحائف اور روزانہ پانچ سو روپے نقد پیش کرتے تھے۔ تشریف آوری کے چوتھے روز بیش قیمت پارچے، مشروع اور نینو کے تھان، کشمیری شال، دوشالے، کمخواب، پشمینے، ستر کے قریب نادر ہتھیار، بندوقیں، پستول، تلواریں اور پانچ سو روپے نقد لے کر بیٹوں، پوتوں، مستورات اور عملۂ ملازمین کے ساتھ حاضرِ خدمت ہو کر بیعت ہوئے۔ سرسری اندازے کے مطابق ان دو ہفتوں کے دوران شیخ صاحب نے جو

www.abulhasanalinadwi.org

نذریں پیش کیں ان کی مجموعی حیثیت بیس ہزار سے کم نہ ہوگی۔ اسی طرح روزانہ کھانے پر کم و بیش ایک ہزار روپیہ خرچ ہوتا تھا۔ روانگی کے وقت جو رخصتی نذرانہ پیش کیا وہ بیس پچیس کشتیوں میں لگا ہوا تھا۔ بیش قیمت شال دوشالوں، بنارسی اطلس اور ڈھاکہ کی ململ کے تھانوں کے علاوہ ایک سو بیس تھان حجاج کے جامۂ احرام کے لئے اور دو سو چالیس تھان اہلِ قافلہ کی پوشاک کے لئے پیش کئے اور ساڑھے چار ہزار روپے نقد پیش کئے۔ ایک بڑا خیمہ اور بارہ چھوٹے خیمے سفر کے لئے تیار کرائے اور تمام اہلِ قافلہ کو ایک ایک روپیہ نقد دیا۔ اس کے علاوہ جو اصحاب علم و فضل سید صاحبؒ کے ساتھ تھے ان کو ان کی حیثیت اور مرتبے کے مطابق الگ نذریں پیش کیں۔

الہ آباد کے دو ہفتے کے قیام میں ایک اندازے کے مطابق اس شہر کا کوئی مسلمان بیعت سے محروم نہیں رہا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ اطراف و جوانب سے آکر بیعت و زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی طرح قلعۂ الہ آباد کے مسلمان سپاہی جن کی تعداد تین سو کے قریب تھی، سب کے سب حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور آپ نے قلعہ کے شہ نشین پر تشریف فرما ہو کر جو سلاطین سابق کی تخت گاہ تھی تمام مسلمان سپاہیوں کو بیعت فرمایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مرزاپور

الہ آباد سے روانہ ہو کر دوسری منزل مرزاپور ہوئی۔ مولانا اسماعیل صاحب ہمراہیوں کے ساتھ خشکی کے راستے پہلے پہنچ گئے تھے، یہاں شیخ محمد سوداگر کے یہاں تین چار روز قیام رہا اور دونوں وقت کا کھانا اُن کے یہاں سے آتا رہا۔ دوسرے روز مرزاپور کے تمام مسلمان داخلِ بیعت ہوئے اور تیسرے روز شیخ صاحب اپنے تمام اہلِ خاندان کے ساتھ بیعت سے مشرف ہوئے۔ پانچ سو روپے نقد، ایک جوڑی پستول، بیس تھان مشروع، نینو، ململ وغیرہ کے اور اٹھارہ تھان اہلِ قافلہ کی پوشاک کے لئے پیش کئے۔ مرزاپور کے پٹھانوں نے جو وہاں کے قدیم زمیندار ہیں، ایک روز تمام اہلِ قافلہ کا کھانا کیا اور تمام متعلقین کے ساتھ داخلِ بیعت ہوئے۔ رخصت کے وقت شیخ عبداللطیف نے چار ہزار روپے نقد اور مولوی فرزند علی نے گاڑھے کے چار تھان اہلِ قافلہ کی پوشاک کے لئے نذر کئے۔ مرزاپور میں سات آٹھ گھر بھٹے والوں کے تھے جو گدھوں پر اینٹوں کی ڈھلائی کا کام بھی کرتے تھے جس کے باعث شرفا اُن کے یہاں کھانا پینا معیوب سمجھتے تھے۔ خشت پزوں نے حاضرِ خدمت ہو کر دعوت کی جسے آپ نے بخوشی قبول فرمالیا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ وہاں نہ جائیں، یہ لوگ گدھوں والے ہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا ہُوا؟ مُسلمان بھائی ہیں، حلال پیشہ کرتے ہیں۔ ان کے یہاں جانے اور دعوت

www.abulhasanalinadwi.org

کھانے میں کوئی برائی نہیں بلکہ اس کو معیوب سمجھنا بُرا ہے۔

کھانا کھلانے کے بعد ان لوگوں نے کچھ نقد اور پارچے بطور نذر پیش کرنا چاہے تو آپ نے منع کر دیا اور فرمایا اگر میں نے تمہاری نذر قبول کر لی تو لوگ خیال کریں گے کہ نذر کی وجہ سے دعوت قبول کی تھی۔ حالانکہ میں نے تمہاری دعوت محض اس لئے قبول کی ہے کہ یہاں کے لوگ تمہارے ساتھ کھانے پینے کو معیوب اور مکروہ نہ جانیں۔ مولانا عبدالحئی صاحبؒ کے وعظ سے مرزا پور کی ایک بازاری عورت تائب ہو کر شریکِ قافلہ ہو گئی جس کو مولانا شاہ اسماعیلؒ کی بہن رقیہ کے سپرد کیا گیا کہ وہ اسے اپنے پاس رکھیں اور دین کی تلقین کریں۔

مرزا پور سے روانہ ہو کر چنار گڑھ پہنچے۔ یہاں تین روز قیام ہوا اور تقریباً سو آدمیوں نے بیعت کی۔ چوتھے دن یہاں سے روانہ ہو کر ۸ ذی الحجہ ۱۲۳۶ھ کو تمام اہلِ قافلہ بنارس پہنچ گئے اور رائے بریلی سے بنارس تک کا سفر پورے سوا مہینے میں طے ہوا۔

قیامِ بنارس بنارس میں دربے کلاں کی حویلی میں قیام ہوا۔ یہاں کئی کشادہ مکانات تھے جن میں اہلِ قافلہ کو بفراغت جگہ مل گئی۔ بارش کی کثرت اور موسم کی خرابی کے باعث یہاں ایک ماہ قیام رہا۔ انہی دنوں شہزادہ بلاقی اپنے متعلقین و ملازمین کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ بیعت ہوئے۔

حیات النساء بیگم جو ایک انگریز کے یہاں بطور داشتہ رہتی تھی اپنے گذشتہ افعال سے تائب ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی اور انگریز سے علیحدگی کے بعد تجارت شروع کر دی۔ اس نے چھ سات ہزار روپے کی نذر پیش کرنی چاہی۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں صرف پاک اور حلال کمائی لے سکتا ہوں۔

نور بافوں کی برادری کے ہزاروں آدمیوں نے بیعت کی اور بیشمار لوگوں نے تعزیہ داری اور قبر پرستی سے توبہ کی۔ جب قافلہ بنارس پہنچا تو پندرہ روز تک مسلسل بارش ہوتی رہی لیکن دعوتوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ بنارس کے راج گھاٹ پر اہلِ بدعت کا بہت زور تھا۔ ایک روز مولوی عبد اللہ اور بھولا چابک سوار نے بسیر کی مسجد میں آپ کو مدعو کیا۔ مولانا عبد الحیؒ صاحبؒ نے وعظ فرمایا۔ اگلے دن یہ دونوں آپ کو اپنے یہاں لے گئے۔ دو اڑھائی سو آدمیوں کی دعوت کی اور صبح سے نمازِ عصر تک ہزاروں آدمی بیعت ہوئے۔ دوسرے تیسرے روز اسی محلے کے آدمی آپ کو آ کر لے گئے۔ دونوں وقت کی دعوت کی اور صدہا تعزیئے توڑ کر ان کی لکڑیوں کے انبار کو دعوت کا کھانا پکانے میں بطور ایندھن استعمال کیا۔ ہسپتال کے مریضوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

بیعت و زیارت کی خواہش کی تو آپ چند ساتھیوں کے ساتھ خود ہسپتال تشریف لے گئے اور عیادت و مزاج پرسی کے بعد سب کو بیعت فرمایا۔

راج گھاٹ پر تلو کا نامی ایک چمار رہتا تھا۔ مولوی عبداللہ اور بھولا چابک سوار کی ترغیب پر وہ اور اس کی برادری کے پچیس آدمی مسلمان ہو کر داخلِ بیعت ہوئے۔ آپ نے اس کا نام الٰہی بخش رکھا اور ان سب کی تربیت مولوی عبداللہ کے سپرد کی۔ یہ بہت تنگ دست اور غریب تھا۔ آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ کچھ ہی دنوں میں خدا نے اس کے کاروبار میں ایسی برکت دی کہ اس نے اپنے رہنے کے لئے ایک عالی شان حویلی اور اس کے قریب ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کی جس کا پورا خرچ وہی برداشت کرتا تھا۔ اس مسجد میں دو حافظِ قرآن ملازم تھے جو بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔

ایک روز مرزا بلاقی، مرزا حاجی شہزادہ، مرزا کریم اللہ بیگ، مولوی غلام یحییٰ اور حکیم سلامت علی وغیرہ نے عرض کیا کہ بنارس میں نور بافوں کی برادری کے سات آٹھ ہزار گھر ہیں اور مسلمانوں کی یہی سب سے بڑی برادری ہے جس میں بڑے بڑے مالدار لوگ موجود ہیں لیکن اکثر لوگ بدعات و رسومات میں مبتلا ہیں اور اتحاد و اتفاق کی دولت سے محروم ہیں۔ اگر اس برادری کے دو سردار دین محمد اور اللہ رکھو میں

www.abulhasanalinadwi.org

اتفاق ہوجائے اور یہ دونوں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں تو اس شہر سے شرک و بدعات کا خاتمہ ہوجائے گا۔ آپ ایک روز اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُن کے محلّے کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دونوں سرداروں کو بُلوایا وہ دونوں حاضر ہوئے اور آپ کی تواضع کے لئے شربت وغیرہ تیار کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا جب تک تم دونوں آپس میں صلح و صفائی نہیں کروگے ہم پانی تک نہ پئیں گے۔ آخر آپ کی نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ اسی مجلس میں دین محمد، اللہ رکھو، لال محمد اور یار محمد نے اپنی پرانی مخاصمتیں ختم کردیں اور چاروں گلے مل گئے۔ اگلے روز دین محمد کے یہاں پورے قافلے کی دعوت ہوئی جس میں اللہ رکھو اور یار محمد وغیرہ کو بھی شریک کیا گیا۔ دین محمد کے پورے خاندان نے بیعت کی۔ گھر کی مورتیاں اور تعزیوں کے چبوترے مسمار کر دیئے۔ اس کے اگلے دن اللہ رکھو نے دعوت کی اور اس کے اہل خاندان بھی بُری رسموں سے تائب ہو کر داخلِ بیعت ہوئے اور اس طرح اس شہر سے بہت سی بدعات و رسومات کا خاتمہ ہوگیا اور لوگ سچے مسلمان ہوگئے۔

بنارس سے روانگی عاشورۂ محرم کے روز بنارس سے روانگی ہوئی۔ چار کشتیاں اور ایک بجرہ کرایہ پر

www.abulhasanalinadwi.org

لیا۔ غازی پور، چھپرا اور داناپور ہوتے ہوئے عظیم آباد (پٹنہ) پہنچے۔ راستے میں مذکورہ مقامات پر قیام ہوا اور ہر جگہ ہزاروں عقیدتمندوں نے بیعت و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ داناپور میں تین چار دن اور عظیم آباد میں ایک ہفتہ قیام ہوا اور کم و بیش بیس ہزار اشخاص نے بیعت کی۔ اسی شہر میں سید صاحبؒ سے اہلِ تبت کا ایک قافلہ ملا تھا جن کو آپ نے تبت میں اصلاح و تبلیغ کا کام سونپا تھا اور سفر خرچ کے لئے رقم بھی مرحمت فرمائی تھی۔ چنانچہ ان لوگوں کی کوششوں سے تبت میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا ہو گئی تھی۔

عظیم آباد سے روانہ ہو کر باڑہ، مونگیر اور بھاگلپور ہوتے ہوئے مُرشد آباد پہنچے۔ ہر مقام پر مسلمانوں نے بڑی تعداد میں بیعت کی مرشد آباد میں چار پانچ روز قیام رہا۔ یہاں شیعیت کے اثرات بہت زیادہ تھے اس لئے اس شہر کے بیشتر لوگ آپ کی برکات و توجہات سے محروم رہے۔ مرشد آباد سے روانہ ہو کر کم و بیش ایک ہفتہ بندر ہو گلی میں قیام رہا۔ یہاں بھی ہزاروں اشخاص نے بیعت کی۔

قیامِ کلکتہ کے دوران اصلاح و تبلیغ کی زبردست مہم

منشی امین الدین احمد صاحب [illegible] کے اونچے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے

www.abulhasanalinadwi.org

اور انگریزی کمپنی میں وکیل سرکار کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ ان کے حق وکالت کی رقم ہر مہینے اتنی ہو جاتی تھی کہ تیس پینتیس ہزار روپوں کی تھیلیاں ہاتھیوں پر بار ہو کر ان کے گھر پہنچتی تھیں۔ بڑے مخیّر اور شریف الطبع انسان تھے اور سید صاحبؒ سے غائبانہ عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت پہلے سید صاحبؒ کو کلکتہ آنے کی دعوت دی تھی لیکن آپ نے عذر پیش کر دیا تھا کہ ہم ہجرت کی تیاری میں مشغول ہیں اس لئے کلکتہ نہیں آسکتے جو لوگ بیعت کے خواہش مند ہوں سب ایک جگہ جمع ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور آئندہ شریعت کی پابندی اختیار کریں گے۔ جو لوگ دل سے ایسا کریں گے ہمارے سلسلے میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن جب ہجرت سے پہلے حج کا قصد ہو گیا تو دوسرے لوگوں کے علاوہ منشی صاحب کو بھی اطلاع کر دی گئی تھی۔

اس کے علاوہ بریلی سے آپ کی روانگی اور مختلف شہروں میں قیام اور دورانِ سفر اصلاحی و تبلیغی سرگرمیوں کی شہرت دُور دُور تک پہنچ رہی تھی اور اگلی منزل پر پہنچنے سے پیشتر ہی وہاں کے لوگ چشم براہ ہوتے تھے۔ چنانچہ جب کلکتہ کے لوگوں کو علم ہوا کہ سید صاحب قافلے کے ہمراہ بندر ہوگلی پہنچ چکے ہیں تو مشتاقانِ دید کشتیوں میں سوار ہو کر ہوگلی کی طرف دوڑ پڑے۔ ان آنے والوں میں منشی امین الدین صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

سب پر سبقت لے گئے۔ اہلِ قافلہ نے دیکھا کہ ایک تیز رفتار کشتی کلکتے کی طرف سے آرہی ہے۔ انہوں نے آتے ہی سید صاحبؒ سے ملاقات کی اور اپنا تعارف کرایا۔ پھر عرض کیا کہ شہر میں بہت سے لوگوں نے جن کو تشریف آوری کی اطلاع مل گئی ہے آپ کے قیام کا انتظام کر رکھا ہے۔ انہی میں سے ایک میں بھی ہوں۔ لیکن میں سب سے پہلے پہنچا ہوں اس لئے میرا حق مقدم ہے۔ آپ میرے یہاں قیام کا وعدہ فرمائیں، میں نے اس غرض کے لئے شہر میں ایک سایہ دار اور میوہ دار باغ خریدا ہے جس میں ایک بڑی کوٹھی مردوں کے لئے اور متعدد زنانے مکانات ہیں جن میں باپردہ عورتیں آرام سے ٹھہر سکتی ہیں۔ اس کوٹھی میں میٹھے پانی کے تین تالاب ہیں اور تمام آرام و آسائش اور ضرورت کی چیزیں پہلے سے مہیا کر دی گئی ہیں۔ بہت سے لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں مگر میرا حق ثابت ہو چکا ہے۔

سید صاحبؒ نے فرمایا۔ واقعی آپ کا حق مقدم ہے، خاطر جمع رکھیں، ہم آپ ہی کے باغ میں قیام کریں گے۔ منشی امین الدین نے عرض کیا جس روز کہیں دعوت ہو، آپ شوق سے قبول کریں لیکن جس روز کہیں دعوت نہ ہو اُس دن کا کھانا میرے ذمے ہوگا۔ پھر مولانا عبدالحئی صاحبؒ سے ملاقات کی اور ان سے شاہ اسماعیلؒ صاحب کے بارے میں دریافت کیا

www.abulhasanalinadwi.org

لوگوں نے مولانا کی طرف اشارہ کیا کہ وہ چلے آرہے ہیں۔ مولانا بہت معمولی لباس اور میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ منشی امین الدین سمجھے کہ یہ کوئی اور معمولی اسماعیل ہوں گے۔

کہنے لگے میں ان شاہ اسماعیلؒ صاحب کو معلوم کر رہا ہوں جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھتیجے ہیں۔ لوگوں نے بتایا یہ وہی شاہ اسماعیل ہیں۔ منشی صاحبؒ یہ سُن کر آبدیدہ ہو گئے اور بڑھ کر استقبال کیا۔ اتنے میں دوسرے لوگ بھی پہنچ گئے اور اپنے یہاں قیام کرنے کی درخواست کرنے لگے منشی امین الدین صاحبؒ نے کہا کہ قیام کے لئے میں پہلے وعدہ لے چکا ہوں۔ آپ حضرات جب چاہیں شوق سے دعوت کریں لیکن جس روز کہیں دعوت نہ ہو گی۔ اس روز کے کھانے کا انتظام میں کروں گا۔

گھاٹ پر کشتیاں لگیں تو ہندو مسلمان، عیسائی اور یہودی جمع ہو گئے اور ایک دُوسرے سے دریافت کرنے لگے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کہاں سے آرہے ہیں؟ نماز مغرب کے بعد سیّد صاحبؒ فینس میں بیٹھ کر منشی امین الدین صاحب کی باغ نما کوٹھی میں پہنچے۔ رات گئے تک مستورات اور دُوسرے اہل قافلہ آتے رہے، جب سب پہنچ گئے تو دسترخوان بچھا اور پُر تکلف کھانے چُنے گئے۔ منشی امین الدین صاحبؒ نے صبح ہوتے ہی ایک ہزار روپے کا کپڑا خرید کر تمام اہل قافلہ کے جوڑے تیار کرائے اور تین سو روپے کے جُوتے خرید کر تقسیم کئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دونوں وقت نہایت عمدہ اور پُر تکلّف کھانا منشی صاحب کے یہاں سے آتا رہا۔ سیّد صاحبؒ نے کہا کہ مختلف قسم کے کھانوں کی وجہ سے تقسیم میں دشواری پیش آتی ہے لہٰذا ایک ہی قسم کا کھانا ہونا چاہیئے۔ منشی امین الدین نے نہایت عاجزی سے عرض کیا۔ حضرت مَیں کس قابل ہوں۔ آپ جیسے مہمانِ عزیز کے لئے جتنا بھی تکلّف کیا جائے کم ہے لہٰذا جو بھی دال دلیا آتا ہے اس کو قبول فرما لیا کریں۔ آپ نے فرمایا بے جا اسراف کی ضرورت نہیں۔ آپ ہمارے واسطے ایک ہی قسم کا کھانا جیسا چاہیں بھیج دیا کریں مگر انواع واقسام کے کھانوں کا تکلّف نہ کریں۔

کلکتے کے دورانِ قیام مسلسل دو تین مہینے تک روزانہ کئی ہزار آدمی بیعت سے مشرف ہوتے رہے۔ ہر روز صبح سے رات گئے تک بیعت کا سلسلہ جاری رہتا۔ تین چار سو عورتیں ایک بڑے کمرے میں جمع ہو جاتیں تو آپ دروازے پر تشریف لے جاتے اور دو تین پگڑیاں اندر پھیلا دی جاتیں۔ پھر کمرہ خالی کرا لیا جاتا اور دوسری عورتوں سے بھر جاتا۔ یہی صورت مَردوں کے لئے کی جاتی کہ لوگ ایک وسیع مکان میں اکٹھے ہو جاتے اور سات آٹھ پگڑیاں کھول کر ان کے ہاتھوں میں دے دی جاتیں اور آپ بآواز بلند بیعت کے الفاظ ادا فرماتے۔ دن میں سترہ اٹھارہ مرتبہ یہی عمل دہرایا جاتا۔ کچھ دن بعد سیّد صاحبؒ نے امین الدین صاحبؒ

www.abulhasanalinadwi.org

سے کہہ کر صبح کے وقت وعظ و تلقین کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ لوگ صبح سویرے کوٹھی کے باغ میں آکر جمع ہو جاتے اور آپ کا وعظ سنتے۔ یہ سلسلہ پندرہ بیس روز تک جاری رہا اور روزانہ ہزاروں عوام و خواص آکر مستفید ہوتے رہے۔ جمعہ اور سہ شنبہ کے روز نمازِ ظہر سے نمازِ عصر تک مولانا عبدالحئی صاحب وعظ فرماتے جس میں لوگ ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوتے۔ اور دس پندرہ ہندو ہر مجلس میں مسلمان ہو جاتے۔ ان کے قیام کے لئے ایک الگ مکان کا انتظام تھا اور دس بارہ آدمی خدمت کے لئے مقرر تھے۔

کلکتے کی مختلف برادریوں اور خاندانوں کے چودھریوں اور سرداروں نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص سید صاحبؒ سے بیعت نہیں کرے گا اور شریعت کی پابندی اختیار نہیں کرے گا ہمیں اس سے اور اسے ہم سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اس اعلان کے بعد اہلِ بیعت کی اتنی کثرت ہوئی کہ صبح سویرے سے رات گئے تک بیعت کا سلسلہ جاری رہتا اور آپ کو ضروریات کے لئے بھی بمشکل وقت ملتا۔

سید صاحبؒ کی اصلاحی و تبلیغی کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ کلکتہ کی شراب کی دکانیں کساد بازاری کا شکار ہو گئیں۔ لوگ ہر قسم کے مسکرات سے تائب ہو گئے اور پابندیٔ شریعت کا ایسا دلکش منظاہرہ ہوا گویا عہد نبوی پھر سے لوٹ آیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

شیخ امام بخشؒ جو کلکتے کے بہت بڑے تاجر تھے انہوں نے سید صاحبؒ اور تمام اہلِ قافلہ کی دعوت کی۔ جب آپ بیعت کرنے کے لئے زنان خانے میں تشریف لے گئے تو سب عورتیں لباسِ فاخرہ پہنے بے پردہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ اُلٹے قدموں واپس لوٹ آئے اور شیخ صاحبؒ سے فرمایا۔ پہلے عورتوں کو پردہ کرائیے۔ انہوں نے عرض کیا ہمارے ملک میں کسی کے یہاں شرعی پردے کا رواج نہیں ہے سب کا یہی حال ہے۔ آپ دعا فرمائیں، خداوند کریم ہم لوگوں سے اس بے دینی کو دور فرمادے۔

شیخ صاحب نے دعوت کے بعد ایک نو تعمیر کوٹھی معہ ساز و سامان نذر کرنی چاہی اور قبول کرنے کے لئے بے حد اصرار کیا۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم مسافر ہیں، ان مکانوں کو لے کر کیا کریں گے؟ اللہ تعالےٰ ہم کو ہر روز نیا کھانا، نیا پانی اور نیا مکان دیتا ہے۔ یہ مکان آپ کو مبارک رہے۔ اور خدا اس کے اجر میں جنت میں اس سے بہتر مکان آپ کو عنایت فرمائے۔

شہزادگانِ ٹیپو سلطان کی اصلاح

ٹیپو سلطانؒ کے تمام شہزادے کلکتے میں رہتے تھے ان میں سے بیشتر کے عقائد مولوی عبدالرحیم فلسفی کی صحبت میں بگڑ گئے تھے مولوی عبدالرحیم گورکھپور کا رہنے والا تھا جس نے اگرچہ شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ

www.abulhasanalinadwi.org

عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ سے تعلیم حاصل کی تھی لیکن مزاج کو فلسفہ و منطق سے بہت زیادہ مناسبت تھی جس کے باعث اُس کے عقائد بگڑ گئے اور "دہری" کہلانے لگا۔

بیگمات اور چھوٹے شہزادوں نے محمد قاسم خواجہ سرا کے ذریعہ سید صاحبؒ کو دعوت دی اور تمام بیگمات اور شہزادے مرید و معتقد ہو گئے لیکن بڑا شہزادہ جس پر عبدالرحیم کے خیالات کا زیادہ اثر تھا ملاقات کے لئے نہیں آیا۔ آخر محمد قاسم خواجہ سرا اور دوسرے شہزادوں کے اصرار پر بمشکل ملاقات کے لئے راضی ہُوا۔ تمام شہزادوں کی کوٹھیاں الگ الگ بنی ہُوئی تھیں۔ سید صاحبؒ دوسرے شہزادوں کی معیت میں بڑے شہزادے کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ اس نے باہر نکل کر استقبال کیا۔ شہزادے کو اپنے علم پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اُس نے بیٹھتے ہی توحید و رسالت اور قرآن کے انکار پر پہلے عربی میں اور اس کے بعد فارسی میں تقریر کی۔

سید صاحبؒ نے فرمایا کہ حاضرین کو آپ کی عربی دانی اور فارسی میں مہارت کا علم ہو گیا۔ اب بہتر ہے کہ آپ اپنی مادری زبان میں گفتگو کریں۔ آخر اس نے کلامی اور منطقی انداز میں گفتگو شروع کر دی۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے خیال ہُوا کہ شاید حضرت مجھ سے جواب دینے کے لئے ارشاد فرمائیں گے۔ لیکن آپ نے خود ہی قواعد منطقیہ کا لحاظ

www.abulhasanalinadwi.org

کئے بغیر شہزادہ کو طفلِ مکتب کی طرح سمجھانا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر میں قائل کر لیا۔ چند روز بعد محمد قاسم خواجہ سرا بڑے شہزادے کی طرف سے دعوت کا پیغام لے کر آئے۔ آپ تین ۔۔ ہمراہیوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ شہزادہ نے مع متعلقین و ملازمین آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کئی من مٹھائی تقسیم کی۔ غرض ٹیپو سلطان کے خاندان کے تمام شہزادے شہزادیاں اور بیگمات داخلِ بیعت ہو گئیں۔

انہی دنوں ایک پیر صاحب نے سید صاحب کو اپنے مکان پر بلایا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ پیر صاحب متبع شریعت نہیں ہیں آپ ان کے ہاں نہ جائیں۔ مگر آپ تشریف لے گئے۔ پیر صاحب اور اُن کے تمام مریدوں نے بیعت کی اور انہوں نے اپنے مریدوں سے صاف کہہ دیا کہ جو سید صاحبؒ سے بیعت نہ کرے گا وہ ہمارا مُرید نہیں ہے۔ سید صاحبؒ نے مولانا عبدالحئی صاحب سے خلافت نامہ لکھوا کر ان کے حوالے کیا اور فرمایا باقی مریدوں سے ہمارے سلسلے میں آپ خود ہی بیعت لے لیں۔ ایک روز ان پیر صاحب نے عرض کیا کہ اگر میں آپ کے دستِ مبارک پر بیعت نہ کرتا اور یوں ہی مر جاتا تو میری عاقبت تباہ ہو جاتی۔

کلکتے کے دورانِ قیام مشرقی بنگال اور آسام میں بھی آپ کے فیوض و برکات پہنچے۔ مولوی امام الدین بنگالی اپنی والدہ سے ملاقات

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے نوکرالی گئے تھے۔ واپسی میں ان کے ساتھ چالیس پچاس آدمی حاضرِ خدمت ہو کر بیعت و زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی طرح ڈھاکہ، چاٹگام اور سلہٹ وغیرہ سے لوگ کشتیوں میں سوار ہو کر آئے اور داخل بیعت ہوئے۔ تمام مشرکانہ رسومات و بدعات سے توبہ کی اور واپس جاکر آپ کی ہدایات کے مطابق اپنے اپنے علاقوں میں اصلاح و تبلیغ کے کاموں میں لگ گئے۔

سید صاحب ماہ صفر ۱۲۴۲ھ کے ابتدائی ایام میں کلکتہ پہنچے تھے۔ یہاں کم و بیش تین ماہ قیام رہا اور غالباً جمادی الاول میں یہاں سے روانگی ہوئی۔ کلکتہ کے تین ماہ کے دوران قیام غریبوں اور حاجتمندوں میں آپ نے کم و بیش دس ہزار روپے تقسیم کئے۔ کل رفقاء حج سات سو تریپن تھے جن میں سے تین سو ترانوے کا باقاعدہ کرایہ بیس روپے فی کس کے حساب سے تیرہ ہزار آٹھ سو سائٹھ روپے آپ نے ادا فرمائے۔ اس کے علاوہ بارہ ہزار روپے کی جنس و اشیاء خورد و نی خرید کر جہازوں پر بار کی گئی اور چھ سو چھتیس روپے کے مٹی کے برتن خریدے گئے۔ اہلِ قافلہ کے لئے سو سو نئے جوڑے سلوا کر فی کس دو دو جوڑے اور جن کے پاس کپڑوں کی کمی تھی ان کو تین تین جوڑے تقسیم کئے گئے اور یہ تمام انتظامات حق تعالیٰ نے اس فقیر کے ہاتھوں انجام دلائے جس

www.abulhasanalinadwi.org

کے پاس گھر سے چلتے وقت صرف سو روپے کی رقم تھی اور وہ بھی روانگی سے پہلے غرباء میں تقسیم کردی گئی تھی۔

کلکتہ میں سید صاحبؒ کو جو بڑی رقمیں بطورِ نذر ملیں ان کی تفصیل یہ ہے :۔

۱۔ منشی امین الدین صاحب : پانچ ہزار روپے نقد، تین سو جوڑے، جوتے۔ چار گٹھڑی کپڑے (ململ، لٹھا چھینٹ وغیرہا)۔

۲۔ امام بخش سوداگر :۔ تین سو روپے، بیس اشرفیاں اور پندرہ تھان کپڑے کے۔

۳۔ غلام حسین تاجر :۔ انہوں نے چار جہازوں کے لئے پورے سامان رسد کی پیش کش کی۔ چونکہ انتظام ہوچکا تھا اس لئے سید صاحبؒ نے یہ پیش کش قبول نہ کی۔ ان کے علاوہ چھوٹی رقموں کی بے شمار نذریں اور تحائف پیش کئے گئے جن کی تفصیل پیش کرنا مشکل ہے۔

کلکتہ سے روانگی

اس سفرِ حج کے لئے دس جہاز کرایہ پر لئے گئے۔ ہر جہاز پر سفر کرنے والوں کی تعداد اور ان کے لئے امیرِ قافلہ مقرر کردیا گیا۔ سید صاحبؒ، مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف صاحب پھلتیؒ نے ایک سو پچاس افراد کے ساتھ جو زیادہ تر اہلِ خاندان تھے جہاز "دریا بقی" کے ذریعے سفر کیا۔ اس قافلے کے امیر

www.abulhasanalinadwi.org

خود سید صاحبؒ تھے۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ جہاز "فیض ربانی" میں امیر جماعت تھے اور اُن کے ساتھیوں کی تعداد ایک سو ستر تھی۔ باقی اہلِ قافلہ نے دُوسرے جہازوں پر سفر کیا۔ سید صاحبؒ کا جہاز پُرانا اور سست رفتار تھا لیکن آپ تمام جہازوں کی روانگی کے بعد سب سے آخر میں روانہ ہُوئے تاکہ اہلِ قافلہ کو شکایت نہ ہو۔

روانگی کے وقت قلعہ کے میدان میں ہزاروں لاکھوں مُسلمان آپ کو رخصت کرنے کے لئے جمع تھے۔ سب نے سید صاحبؒ کی امامت میں نمازِ عصر ادا کی۔ نماز کے بعد آپ نے سب سے مصافحہ کیا اور فقراء و غرباء کو ایک ایک روپیہ عنایت فرمایا (کُل سات سو روپے تقسیم ہُوئے) مغرب سے کچھ پہلے کشتی پر سوار ہُوئے اور نمازِ مغرب کشتی پر پڑھی۔ اگلے روز صُبح کے وقت جہاز پر سوار ہُوئے۔

راستے میں جزیرۂ سراندیپ (لنکا) اور کالی کٹ میں بہت سے لوگوں نے بیعت کی۔ جب آپ کا جہاز عدن پہنچا تو بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور جہاز سے اُتر کر دو رکعت نمازِ شکرانہ ادا کی۔ پھر شہر کی طرف روانہ ہوئے مگر گرمی بڑی شدت کی تھی۔ آپ نے بارگاہِ خداوندی میں اونٹوں کے لئے دُعا فرمائی۔ ابھی دُعا سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ چار اُونٹ دامنِ کوہ سے آتے ہُوئے نظر آئے۔ دو شتربان اونٹوں کو لئے آ رہے

www.abulhasanalinadwi.org

تھے۔ جب قریب پہنچے تو ان سے کہا "ہمیں کرایہ لے کر عدن پہنچا دو تمہارا بڑا احسان ہو گا۔"

انہوں نے خاموشی سے سب کو اونٹوں پر سوار کر لیا اور عدن جا کر اُتار دیا۔ لوگ اُترتے ہی کھانے پینے کی تدبیر کرنے لگے۔ جب کھا پی کر فارغ ہوئے تو اونٹوں اور اونٹ والوں کو تلاش کیا اور لوگوں کو ان کا حلیہ بتایا۔ لوگوں نے کہا نہ یہاں اس قسم کے اونٹ ہیں نہ اونٹ والے، یہاں تو صرف بار برداری کے اونٹ ہیں۔ جب ساتھیوں نے یہ ماجرا سید صاحبؒ سے بیان کیا تو آپ سن کر خاموش ہو گئے۔

عدن کے شہر کی ایک مسجد میں جو کسی سوداگر نے بنوائی تھی ایک شب آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قیام فرمایا۔ دُنبے منگوا کر ذبح کئے اور کھانا تیار کرایا۔ اگلے روز جہاز کا لنگر اٹھا اور روانہ ہو گئے۔ عدن سے چل کر مخہ پہنچے، جہاز کا ناخدا اسی شہر کا رہنے والا تھا۔ اس نے ایک ماہ ٹھہرنے کا اعلان کر دیا۔ آپ نے اس شہر کی جامع مسجد کے قریب ایک مکان کرایہ پر لے کر اس میں قیام فرمایا۔ یہاں کے لوگ برہنہ غسل کرنے کے عادی تھے۔ آپ نے مولانا عبدالحئی صاحبؒ کے ذریعے قاضئ شہر سے شکایت کی۔ قاضی صاحب مولانا کو ہمراہ لے کر حاکمِ شہر کے پاس گئے۔ اس نے چند سپاہی مقرر کر دیئے کہ جب تک

www.abulhasanalinadwi.org

اس شہر میں سید صاحبؒ قیام فرما ہیں کوئی شخص کسی تالاب یا حوض میں برہنہ غسل نہ کرے۔ ایک مہینے کے قیام کے بعد یہاں سے روانہ ہوکر حدیدہ پہنچے۔ یہاں ایک ہندوستانی سید آپ کے معتقد تھے۔ اُن کے یہاں دو وقت کھانا کھایا اور اُن کے حال پر بڑی عنایات فرمائیں۔ ایک روز فجر کے وقت معلّم نے اطلاع دی کہ آج عصر کی نماز یلملم کے مقام پر پہنچ کر ہوگی۔ جب میقات آیا تو آپ نے غسل سے فارغ ہوکر احرام باندھا۔ دو رکعتیں پڑھ کر تلبیہ کہا اور دیر تک تضرع و زاری کے ساتھ مصروفِ دُعا رہے۔ جدہ پہنچ کر پہلے دوسرے جہازوں اور مسافروں کا حال دریافت فرمایا۔ کچھ لوگ آپ کے منتظر تھے اور کچھ ساتھی مکہ معظمہ جا چکے تھے۔ یہاں تین چار روز ٹھہر کر چوتھے روز نمازِ عصر کے بعد مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

بیعتِ جہاد راستے میں تھوڑی دیر کے لئے حدیبیہ میں ٹھہرے اور اسی مقام پر تمام ساتھیوں سے بیعتِ جہاد لی۔ یہ پہلی بیعتِ جہاد تھی۔ ورنہ اس سے پیشتر لاکھوں مُسلمان آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے مگر سب نے "بیعتِ طریقت" کی تھی۔

شعبان کی ۲۸ تاریخ ۱۲۳۷ھ مطابق ۲۱ رمئی ۱۸۲۲ء کو مکہ معظمہ میں اس راستے سے داخل ہوئے جس سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

www.abulhasanalinadwi.org

فتح مکہ کے روز داخل ہوئے تھے۔ پہلے "جنت المعلیٰ" میں تشریف لے گئے اور دیر تک ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار پر مصروفِ دعا رہے۔ اس کے بعد "باب السلام" سے حرمِ پاک میں داخل ہوئے۔ طواف و زیارت کے بعد مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی، زمزم کا پانی پیا۔ سعی کے بعد حلق کرایا اور احرام کھول دیا۔ اس سفر میں رائے بریلی سے حرمِ پاک تک کل دس مہینے صرف ہوئے۔

قیام و معمولات

باب عمرہ کے قریب میاں زین العابدین نے ایک مکان کرایہ پر لیا تھا اسی میں قیام فرمایا۔ دوسرے ساتھیوں کے لئے دوسرے مکانات کرایہ پر لئے گئے۔ آپ ساری نمازیں حرمِ پاک میں جاکر ادا فرماتے تھے۔ صرف نمازِ تراویح اپنے گھر پر باجماعت پڑھتے تھے کیونکہ حرم میں مختلف جماعتوں اور مصلّوں کی وجہ سے بڑا شور ہوتا تھا۔ روزانہ صبح سے عصر تک آپ کے پاس علماء و فضلاء اور مشائخ کی نشست رہتی۔ نمازِ عصر کے بعد مغرب تک حرم میں تشریف رکھتے اور افطار کے بعد طواف کر کے قیام گاہ پر تشریف لاتے۔ بیس رمضان المبارک سے حرمِ پاک میں معتکف ہو گئے اور شوال کا چاند دیکھ کر اعتکاف سے باہر آئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

عمائدینِ مکہ سے ملاقات

عید کے روز مکہ معظمہ کے علماء و فضلاء ملاقات کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے جن میں محدث شیخ عمر بن عبدالرسولؒ جو مشہور عالمِ دین اور باخدا بزرگ تھے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ سید صاحبؒ نے پانچ ریال بطور ہدیہ پیش کئے۔ جن کو محدث موصوف نے عذر و تامل کے بعد قبول کر لیا ورنہ اس سے پہلے انہوں نے سلطان ترکی کا ہدیہ قبول نہیں کیا تھا اور اشرفیوں سے بھرا ہوا اونٹ واپس کر دیا تھا۔ عید کے دن جن عمائدین و اکابرین نے بیعت کی ان میں سے چند یہ ہیں۔

حنفی مصلے کے امام شیخ مصطفیٰ، خواجہ الماس ہندی، شیخ شمس الدین ستار، شیخ حسن آفندی (جو احمد پاشا سلطانِ مصر کے نائب تھے) بلغار کے ایک بزرگ اور جادا کے تین مسلمان بھی داخلِ بیعت ہوئے۔ ان کے علاوہ شیخ عبداللہ سراج اور دوسرے علماء مکہ بھی حاضرِ خدمت ہوئے۔ انہی دنوں شیخ حسن آفندی کی خواہش پر مولانا عبدالحئیؒ اور مولانا شاہ اسماعیلؒ نے "صراطِ مستقیم" کا عربی میں ترجمہ کیا جس کی نقلیں تمام علماء کرام نے حاصل کیں۔

مناسکِ حج کی ادائیگی

۸ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک مناسکِ حج ادا فرمائے اور بیعتِ عقبہ کے مقام پر

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے تمام ساتھیوں سے بیعتِ جہاد لی۔ "منیٰ" میں تین روز قیام رہا۔ سو سے اُوپر جانوروں کی قربانی پیش کی اور ۱۳ ر تاریخ کو نمازِ عصر پڑھ کر مکّہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ اواخر محرم تک یہاں قیام رہا۔ اسی زمانے میں مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے مشکوٰۃ کا اور شاہ اسماعیلؒ صاحب نے "حجۃ اللہ البالغہ" کا درس دینا شروع کر دیا۔ دونوں مجلسوں میں عوام و خواص کا بڑا مجمع ہونے لگا جس سے لوگوں کو عام استفادے کا موقع ملا۔

قیامِ مدینہ محرم کے آخری ہفتے میں مدینہ کا قصد فرمایا۔ ۱۴۰ اُونٹ کرایہ پر لئے، تمام ہتھیار مکّے میں چھوڑ دیئے اور فرمایا ہم ہر تکلیف برداشت کرلیں گے لیکن ارضِ مقدّس میں کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ راستے میں رہزنوں اور شتربانوں سے معمولی جھڑپیں بھی ہوئیں لیکن کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ سید صاحبؒ دورانِ سفر سخت بیمار ہو گئے تھے مگر مدینہ پہنچنے سے پہلے صحت یاب ہو گئے۔ باب السلام سے حرمِ نبوی میں داخل ہوئے اور شافعی امام کے پیچھے پہلی نماز ادا کی۔ اشراق کی نماز سے فارغ ہو کر روضۂ اقدس کی زیارت فرمائی۔ کتاب "وفاء الوفاء" کے مصنف سیّد سمہودیؒ کے مکان میں باب الرحمۃ کے قریب قیام فرما ہوئے اور مدینہ منورہ کے ایک ماہ کے قیام میں تمام مقامات

www.abulhasanalinadwi.org

مقدسہ مثلاً مسجد قبا، مسجد قبلتین، جنت البقیع، مزارات ازواج مطہرات واہل بیت کی زیارت فرمائی اور روضۂ اقدس پر ہر بار مراقبے کی حالت میں زیارت نبویؐ سے مشرف ہوئے۔

مدینے میں دو تین مہینے قیام کرنے کا خیال تھا لیکن یکلخت شدت کی سردی پڑنے لگی۔ ساتھیوں کے پاس سردی سے بچنے کے لئے سامان ناکافی تھا۔ آپ نے ایک روز خواب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے ارشاد فرمایا۔

"احباب یہاں سے چلے جاؤ ورنہ تمہارے ساتھیوں کو سردی کی وجہ سے تکلیف ہوگی"

مدینہ منورہ میں ایک ماہ قیام کرنے کے بعد ۹ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ کو مکہ معظمہ تشریف لے آئے۔ یہاں آنے کے بعد مختلف جہازوں پر جتنے ہمراہیوں کو جگہ ملتی رہی ان کو روانہ فرماتے رہے۔ آخر میں اتنے ساتھی رہ گئے تھے جن کے واسطے چار جہاز کرایہ پر لینے پڑے۔ اور حرم پاک میں دوسرا رمضان المبارک گزار کر ۵ ار شوال کو مکہ سے روانہ ہو کر ۲۰ ذی الحجہ کو بمبئے پہنچے۔ محلہ میمن واڑہ کی مسجد میں ۱۸ دن قیام رہا۔ یہاں بھی کلکتہ کی طرح عوام وخواص پروانہ وار گرد رہے اور پورا وقت ہدایت وارشاد اور اصلاح وتبلیغ میں بسر ہوا۔ یہاں سے

www.abulhasanalinadwi.org

روانہ ہو کر ۶ رصفر ۱۲۳۹ھ کو کلکتہ پہنچ گئے۔

چند اموات خدا کے فضل و کرم سے تمام رفقاءِ حج ہر آفت سے محفوظ رہے۔ اتنے بڑے قافلے اور اتنے طویل سفر میں جو ۲ سال ۱۰ مہینے کی مدت میں پورا ہوا صرف چند اموات واقع ہوئیں۔ سب سے پہلے سید صاحبؒ کی انا جمن بوا جو "دریا بقی" جہاز پر سوار تھیں کلکتہ سے روانگی کے اگلے روز ہی وفات پا گئی تھیں۔ ان کے بعد عنایت علی عظیم آبادی سیلون کے قریب فوت ہوئے۔ پھر عبدالنعار جان بخاری نے وفات پائی۔ مولانا شاہ اسماعیل کی والدہ محترمہ بھی حج کے لئے تشریف لائی تھیں۔ وہ مکہ معظمہ پہنچ کر سخت بیمار ہو گئیں اور زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ شاہ اسماعیلؒ کی دلی تمنا تھی کہ والدۂ محترمہ سید صاحبؒ سے بیعت کر لیں لیکن وہ کسی طرح تیار نہ ہوتی تھیں اور کہتی تھیں سید صاحبؒ خود ہمارے خاندان کے مرید ہیں میں ان کی بیعت نہیں کروں گی۔ ایک رات مرحومہ نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب سوا نیزے پر ہے اور دور دور تک کہیں سایہ نہیں صرف ایک جگہ سایہ ہے جہاں لوگ آرام و آسائش سے ہیں۔ دریافت کیا کہ یہ کونسا گروہ ہے؟ جواب ملا کہ "یہ احمد کی جماعت ہے تم بھی اس میں داخل ہو جاؤ تاکہ پریشانی سے محفوظ رہو"۔

www.abulhasanalinadwi.org

مرحومہ خواب سے بیدار ہوئیں تو بلا تامل سید صاحبؒ سے بیعت ہو گئیں۔ اسی بیماری میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئیں۔

مراجعتِ وطن

حج سے واپسی پر بھی کلکتہ میں خاصی مدت قیام رہا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے ساتھیوں کا ایک جہاز "عطیۃ الرحمٰن" راستہ بھول گیا تھا جو ایک مہینے کی تاخیر سے کلکتہ پہنچا۔ اس مرتبہ غلام حسین فخر التجار کے فرزند عبد اللہ کے باغ میں قیام فرمایا جو حج میں آپ کے شریکِ سفر تھے اور آپ کی تشریف آوری سے پہلے کلکتہ پہنچ گئے تھے۔

کلکتہ سے واپسی پر مرشد آباد کے دیوان غلام مرتضیٰ صاحب تمام اہلِ قافلہ کو اپنے وطن (کھنہ) لے گئے۔ یہاں انہوں نے ایک بنگلے کی آرائش پر جس میں آپ نے قیام فرمایا۔ پانچ ہزار روپے صرف کئے تھے۔ بنگلے کے سامنے ایک بازار لگوایا اور دوکانداروں سے کہہ دیا کہ اہلِ قافلہ جو چیز خریدیں اس کی قیمت لکھتے رہیں، پوری قیمت ہم ادا کریں گے۔

مرشد آباد سے روانہ ہو کر مونگیر، عظیم آباد، غازی پور، بنارس اور مرزاپور ہوتے ہوئے الہ آباد پہنچے۔ ہر جگہ مختصر قیام ہوا اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے۔ ہر مقام پر دعوتوں کا سلسلہ جاری رہا اور بنارس سے الہ آباد تک ہر منزل پر شیخ غلام علی صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

رئیس اعظم الہ آباد کی طرف سے پورے قافلے کی دعوت کا انتظام تھا۔ اہل قافلہ کی تعداد سات سو کے قریب تھی ان کے علاوہ قرب وجوار سے جو سینکڑوں آدمی ہر منزل پر زیارت وملاقات کے لئے آتے تھے وہ بھی شکم سیر ہو کر جاتے تھے۔ شیخ صاحبؒ نے اتنے پُرتکلف کھانے پیش کئے کہ لوگوں کی طبعیتیں سیر ہو گئیں۔

الہ آباد سے عورتوں کو کشتی کے ذریعے روانہ کیا اور سید صاحبؒ خود گھوڑے پر سوار ہو کر عازمِ بریلی ہوئے۔ ۲۹ر شعبان ۱۲۳۹ھ مطابق ۲۹ر اپریل ۱۸۲۴ء کو وطن پہنچ گئے۔ پورے سفر میں دو سال دس مہینے کی مدت صرف ہوئی۔ قافلۂ حج کے مجموعی مصارف جو تمام کے تمام سید صاحبؒ نے برداشت کئے تھے اسی ہزار سے کم کسی طرح نہ ہوں گے۔ اگر اس میں وہ رقمیں بھی شامل کر لی جائیں جو کلکتہ اور دوسرے مقامات پر ضرورت مندوں کو بطور امداد دی گئیں تو یہ رقم ایک لاکھ تک پہنچ جائے گی۔ بریلی پہنچنے کے بعد بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو دس ہزار کی رقم موجود تھی ۞

www.abulhasanalinadwi.org

ہجرت و جہاد

www.abulhasanalinadwi.org

شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت ، نہ کشور کشائی!

www.abulhasanalinadwi.org

تحریکِ جہاد سے خاندانِ ولی اللہ کی وابستگی

۲۹ رشعبان ۱۲۳۹ھ کو جب یہ قافلۂ حج واپس وطن پہنچا تو سید صاحبؒ ہمہ تن جہاد کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ لیکن حضرت شاہ عبدالعزیزؒ جن کی سرپرستی میں یہ تحریک منظم کی جا رہی تھی واصل بحق ہو چکے تھے اور سید صاحبؒ کو یہ موقع نہیں مل سکا کہ حج سے واپسی کے بعد حاضرِ خدمت ہو کر اپنی جماعت کے حالات اور مستقبل کے بارے میں شاہ صاحب سے مناسب ہدایات حاصل کر سکتے ورنہ اس سے پیشتر سید صاحبؒ کی ہر اصلاحی اور تبلیغی مہم کا آغاز دہلی سے ہُوا۔ امیر خاں والیٔ ٹونک کے لشکر سے وابستگی بھی شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ایماء پر ہوئی تھی۔ پھر وہاں سے واپسی اور قطع تعلق بھی شاہ صاحبؒ سے اجازت طلبی کے بعد عمل میں آیا اور جس طرح دہلی سے براہِ راست ٹونک تشریف لے گئے تھے اسی طرح ٹونک سے قطع تعلق کے بعد بریلی جانے کے بجائے سیدھے دہلی تشریف لائے اور پھر یہیں سے دورۂ سہارنپور کے ساتھ پہلی تبلیغی مہم کا آغاز ہُوا۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ سید صاحبؒ کی تحریکِ جہاد کے سرگرم ارکان مولانا عبدالحئی صاحبؒ، شاہ اسمٰعیل صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ پھلتی

www.abulhasanalinadwi.org

تھے جن کی تحریر و تقریر اور عملی کوششوں سے یہ تحریک پروان چڑھی اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں اس کا تعارف ہوا اور یہ تینوں حضرات خاندانِ ولی اللہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر گذشتہ اوراق کے مطالعے سے معلوم ہو چکا ہے کہ سید صاحبؒ کی شہرت اور قبولِ عام کی ابتداء مولانا عبدالحئی اور شاہ اسماعیلؒ کی بیعت سے ہوئی تھی اور ان حضرات کی بیعت خود شاہ عبدالعزیزؒ کی ترغیب اور مشورے کا نتیجہ تھی لہٰذا سید صاحبؒ کی "تحریک جہاد" کو استقلالِ اُمت اور احیاءِ دین کی اس تحریک سے الگ نہیں کیا جا سکتا جس کو حضرت شاہ ولی اللہ نے "فکِ کل نظام" کی آواز بلند کر کے شروع کیا تھا اور ۱۱۷۴ھ میں نواب نجیب الدولہ کی وساطت سے جو اُن کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھا احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں پانی پت کے تاریخی میدان میں مرہٹوں کا زور ختم کر کے دہلی کے اسلامی مرکز کو ان کے خطرات سے محفوظ کر لیا تھا۔ پھر اسی تحریک کو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کے ذریعہ ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا اور اپنے مشہور فتویٰ "دارالحرب" کی اشاعت سے ہجرت و جہاد کی اس تحریک کو جسے ان کے خاندان کے جگر گوشوں اور روحانی فرزندوں نے عملی جامہ پہنانے کا عزم کیا تھا، مزید تقویت پہنچائی تھی۔ یہ تمام حقائق اس امر پر شاہد ہیں کہ یہ تحریک

www.abulhasanalinadwi.org

ایک تاریخی تسلسل کے ساتھ جاری رہی۔ لیکن جن لوگوں نے سید صاحبؒ کی تحریکِ جہاد کو حضرت شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کی تحریکات سے جُدا کرنے اور اسے ایک مستقل تحریک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یا دوسری طرف مولانا عبیداللہ سندھیؒ جیسے بزرگوں نے سید صاحبؒ کی شخصیت اور اہمیت کو گھٹا کر پیش کیا ہے۔

ہمارے خیال کے مطابق ان میں سے کوئی بھی اس ہمہ گیر تحریک اور اس کے مخلص داعیوں کے ساتھ پورا پورا انصاف نہیں کر سکا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی گراں مایہ علمی تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" اور "بدور بازغہ" اور "تفہیماتِ الٰہیہ" میں صلحاءِ امت کی جس انقلابی جماعت اور اس کے امیر راشد کے جن اوصاف و خصائل کی نشان دہی کی تھی، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اس کی عملی تشکیل و تنظیم اور اس کے امیر کے انتخاب میں اخلاص و للّٰہیت اور بے نفسی و بے غرضی کا اتنا بلند و ارفع ثبوت پیش کیا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے اپنے افرادِ خاندان کی بیعت کے ذریعہ سید صاحبؒ کی امامت و قیادت تسلیم کرائی اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہ کی کہ اس طرح خاندانِ ولی اللّٰہی کے علمی و روحانی تفوق پر بھی کوئی زد پڑ سکتی ہے؟ پھر مولانا عبدالحئیؒ، شاہ اسمٰعیلؒ، مولانا محمد یوسف پھلتیؒ، شاہ محمد اسحٰقؒ اور

www.abulhasanalinadwi.org

شاہ محمد یعقوبؒ جن کا علمی مقام و مرتبہ سید صاحبؒ سے یقیناً بلند تھا اور مولانا عبدالحیؒ، مولانا اسماعیلؒ اور شاہ محمد اسحٰقؒ تو ان کے اساتذہ میں سے تھے، مگر ان بزرگوں نے جس خلوص و عقیدت مندی کا مظاہرہ کیا وہ ان کی بےنفسی اور اپنے عظیم مشن کے لئے کامل اخلاص کی بےنظیر مثال ہے۔ مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ کو سید صاحبؒ کی نظر میں یہ مقام حاصل تھا کہ وہ کسی دینی اور شرعی مسئلے میں مولانا سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب مولانا کا آخری وقت قریب آیا اور سید صاحبؒ عیادت کو تشریف لے گئے اور مزاج پرسی کی تو عرض کیا:

"حضرت! میرے لئے دُعا فرمائیں اور میرے سینے پر اپنا پاؤں رکھ دیں، شاید اس کی برکت سے میری مشکل آسان ہو جائے۔"

سید صاحبؒ نے فرمایا:-

"مولانا آپ کا سینہ کتاب اللہ اور سنتِ نبویؐ کے علوم کا گنجینہ ہے میں اس پر پاؤں نہیں رکھ سکتا۔"

آپ نے مولانا کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دُعا فرمائی اور مولانا رفیقِ اعلےٰ سے جا ملے۔ اسی طرح مولانا شاہ محمد اسماعیلؒ کے علمی مقام و مرتبہ سے کون واقف نہیں؟ لیکن ان کے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ سید صاحبؒ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے تھے وہاں آپ تقریر نہیں کرتے تھے اور اپنی والدۂ محترمہ

www.abulhasanalinadwi.org

کے حق میں دُعا فرمایا کرتے تھے کہ وہ بھی سید صاحبؒ سے بیعت کرلیں اور دہلی کے گلی کوچوں میں جہاں اُن کی عزت شہزادوں سے بڑھ کر کی جاتی تھی پا پیادہ سیّد صاحبؒ کی پالکی کو کندھا دینا اپنی سب سے بڑی سعادت تصوّر کرتے تھے۔

سیّد صاحبؒ کی اہمیّت کو گھٹانے کی کوشش

ان حقائق کے باوجود مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اپنی کتاب "شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک" میں جابجا اس قسم کا تاثر دینے کی کوشش کی ہے جس سے سید صاحبؒ کی قدر و اہمیت کو گھٹایا جا سکے۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں :۔

"امام عبدالعزیزؒ کے خواص اصحاب جن کے رگ و ریشے میں حزب ولی اللہ کی خصوصیات سرایت کر چکی تھیں اور ایک لمبے زمانے سے ان کی تربیت ہو رہی تھی، یہ وہ لوگ تھے جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔ سید احمد شہیدؒ دراصل اس حزب میں سے نہ تھے بلکہ بعد میں ان کے ساتھ منضم کئے گئے۔"

(ص ۸۳)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :۔

"اس مرکزی جمعیت کی سعی سے نوجوانوں کی ایک اور جماعت

www.abulhasanalinadwi.org

تیار ہو گئی۔ اس جماعت کے سرکردہ بھی تین یا چار بزرگ تھے:
(۱) مولانا اسماعیل شہیدؒ، (۲) مولانا عبدالحیی دہلوی، مولوی نور اللہ کے پوتے اور امام عبدالعزیزؒ کے داماد (۳) مولانا محمد اسحاق امام عبدالعزیزؒ کے نواسے (۴) مولانا محمد یعقوب دہلویؒ متوفی ۱۲۸۳ھ جو مولانا محمد اسحاقؒ کے بھائی تھے۔ سید احمد شہیدؒ اس حزب کے ساتھ منضم کئے گئے"۔ (ص ۷۲)

بے جا تعصب کی بدترین مثال

جانب داری اور بیجا تعصب کی انتہا یہ ہے کہ مولانا سندھیؒ کے نزدیک شاہ عبدالعزیزؒ کی مرکزی جمعیت نے نوجوانوں کی جو جماعت تیار کی تھی سید صاحبؒ اس جماعت کے سرکردہ افراد میں بھی شامل نہ تھے بلکہ اس کے ساتھ بعد میں منضم کر دیئے گئے تھے۔

ایک طرف شاہ عبدالعزیزؒ اپنے افرادِ خاندان سے سید صاحبؒ کی امامت و قیادت تسلیم کرا رہے ہیں اور خود شاہ صاحبؒ مولانا عبدالحیؒ کو اور مولانا عبدالحیی، مولانا اسماعیل کو سید صاحبؒ سے بیعت کی ترغیب دیتے ہیں اور شاہ اسماعیلؒ دہلی کی گلیوں میں سید صاحبؒ کی پالکی کو کندھا دینا اپنے لئے سعادت تصوّر کرتے ہیں۔ لیکن مولانا سندھیؒ کی نظر میں وہ اس قابل بھی نہیں کہ انہیں ایک ایسی جماعت کے سرکردہ افراد

www.abulhasanalinadwi.org

ہی میں شمار کر لیا جائے۔ جس میں خود انھی کے چند عقیدت کیش و ارادت مند شامل تھے۔

حقیقت و اصلیت یہ ہے کہ خاندان ولی اللّٰہی کے نوجوانوں کی یہ جماعت خود سید صاحبؒ کی قیادت و امارت میں قائم ہوئی تھی جس نے آگے چل کر ایک زبردست تنظیم اور منظم فوجی طاقت کی شکل اختیار کر لی۔ یہ جماعت محسوس اور منظم شکل میں اس وقت سامنے آتی ہے جب سید صاحبؒ نے ٹونک سے واپسی کے بعد دہلی میں قیام فرما کر بیعتِ طریقت کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ شروع ہی سے آپ کا دستور اور طریقِ تربیت یہ رہا ہے کہ عام مریدوں سے قطع نظر مخصوص طالبانِ حق کی جماعت کو اپنے ساتھ رکھتے اور ان کے جملہ مصارف خود برداشت کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۲۳۴ھ میں جب آپ پہلے تبلیغی سفر (دورۂ سہارنپور) پر روانہ ہوئے تو کم و بیش ستر آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ آہستہ آہستہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ جب ۱۲۳۶ھ میں الٰہ آباد اور بنارس کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے تو ایک سو ستر ساتھی ہمرکاب تھے۔ اسی طرح لکھنؤ کے سفر میں تقریباً پونے دو سو کی جماعت ہمراہ تھی۔ غرض شاہ ولی اللہ سے نسبتِ علمی و روحانی رکھنے والوں میں سب سے پہلے سید صاحبؒ نے باقاعدہ اور منظم طور پر علمائے امت کی جماعت تیار کی

www.abulhasanalinadwi.org

اور شاہ ولی اللہ کے اس خواب کو حقیقت کا جامہ پہنا دیا جس کی جھلکیاں اُن کی متعدد تصانیف حجۃ اللہ البالغہ، بدور بازغہ اور تفہیمات الٰہیہ میں جا بجا ملتی ہیں۔ جن میں بڑی تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ شاہ صاحبؒ نے صلحاء اُمت کی جماعت اور اس کے امیر راشد کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ سید صاحبؒ کو حزب ولی اللہ کی دوسرے درجے کی تنظیم میں بھی کوئی مقام و مرتبہ حاصل نہ تھا نہ صرف حقائق و واقعات کے خلاف ہے بلکہ صریح غلط بیانی اور بے جا تعصب و جانبداری کی بدترین مثال ہے۔

ہم مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے علمی مقام، ملّی خدمات اور بے مثال قربانیوں کے دلی اعتراف کے باوجود یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مولانا مرحوم نے اس قسم کے غلط تاثرات دے کر نہ صرف سید احمد شہیدؒ اور ان کی جماعت کے ساتھ ناانصافی کی ہے بلکہ علماء امت کی اس ہمہ گیر تحریک کو بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے جو خود اُن کے قول کے مطابق شاہ ولی اللہؒ سے شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ تک تاریخی تسلسل کے ساتھ جاری رہی۔ تعجب ہے کہ مولانا موصوف سید صاحبؒ کو شاہ عبد العزیزؒ کی دوسرے درجے کی جماعت میں بھی کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں جبکہ شاہ عبد العزیزؒ کی یہ کیفیت ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

وہ انہیں "مقامِ محبوبیت" پر فائز تصوّر کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا شاہ محمد اسماعیلؒ کا بیان ہے:

"مجھے بیعت کئے ہوئے تھوڑے ہی دن گزرے تھے ایک روز شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت والا درجت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ میاں! سیّد کے فیضِ صحبت سے جو نعمتیں حاصل ہوئیں ان کی کیفیت بیان کرو۔"

مَیں نے عرض کیا کہ سیّد عالی تبار کا رتبے کا اندازہ میرے لئے مشکل ہے۔ البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ خدا نے آپ پر خاص احسان فرمایا جس کا شکر واجب ہے۔ آپ کو دو علم عطا ہوئے تھے، علمِ ظاہر کے حامل شاہ عبدالقادر تھے۔ علمِ باطن کی وراثت سنبھالنے کے لئے خدا تعالےٰ نے سید صاحبؒ کو کھڑا کر دیا۔ یہ سُن کر شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے بارے میں کلماتِ عجز کہے، پھر فرمایا:

"میاں! یہ بات سمجھنے کے لائق ہے، بارگاہِ احدیت کے محب بہت ہیں، محبوب کمیاب ہیں۔"

مَیں نے عرض کیا کہ جنابِ رسالت مآب حبیب رب العٰلمین تھے۔ فرمایا: مرتبۂ محبوبیت مرتبۂ رسالت کی طرح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں نے عرض کیا۔ مثلاً محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانیؒ؟

فرمایا۔ "محبوبیت کا مرتبہ سید عبدالقادر جیلانیؒ پر بھی ختم نہیں ہوا۔ محب ہمیشہ بلا و محنت اور رنج و کلفت میں مبتلا رہتے ہیں، اس کے برعکس محبوبوں کو کوئی تکلیف نہیں دیتا بلکہ ان کی راحت و آرام کو دل و جان سے پسند کیا جاتا ہے۔ رب العلمین کے محبوں کو اکثر سرگردانی و پریشانی لاحق رہتی ہے لیکن محبوبانِ بارگاہِ اقدس دنیا میں البسۂ فاخرہ، اطعمۂ لذیذہ اور خدم وحشم سے ممتاز رہتے ہیں اور آخرت میں اس سے بھی زیادہ انعام پاتے ہیں۔"

(منظورۃ السعداء صا۷)

شاہ اسمٰعیلؒ فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے سید صاحبؒ کا نام تو نہ لیا لیکن تمام اشارے بداہتہ آپ ہی کی طرف تھے۔

ایک اور ناانصافی

سید صاحبؒ اور ان کی تحریکِ جہاد کے ساتھ ایک اور ناانصافی یہ ہوئی ہے کہ ان کے بعض سوانح نگاروں اور تذکرہ نویسوں نے کسی سیاسی مصلحت یا اپنی کوتاہ اندیشی سے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ سید صاحبؒ کی تحریکِ جہاد صرف سکھوں کے خلاف تھی۔ انگریزی حکومت کے خلاف اقدام کرنا ان کے پروگرام میں داخل نہ تھا، حالانکہ خود سید صاحبؒ کے مکتوبات

www.abulhasanalinadwi.org

وارشادات کے ذریعے اُن کے جو عزائم ہم تک پہنچے ہیں وہ اس غلط دعوے کی تردید کے لئے بہت کافی ہیں۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنے مرتب کردہ مکاتیب میں سید صاحبؒ کے جو اہم خطوط نقل کئے ہیں ان میں سے دو اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن کے مطالعہ کے بعد ان کے عزم جہاد اور نصب العین کو سمجھنے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ شاہ بخارا کے نام سید صاحبؒ نے جو خط بھیجا تھا اس میں تحریر فرماتے ہیں:

"نصاریٰ اور مشرکین ہندوستان کے بلاد پر دریائے سندھ سے لے کر ساحل بحر تک قابض ہو گئے۔ یہ اتنا بڑا ملک ہے کہ انسان پیدل چلے تو ایک سرے سے دوسرے سرے پر پہنچنے میں چھ مہینے لگ جائیں۔ انہوں نے خدا کے دین کو ختم کرنے کے لئے تشکیک وتزویر کا جال پھیلایا ہے اور ان تمام خطوں کو ظلم وکفر کی تیرگی سے بھر دیا ہے۔"

(مکاتیب شاہ اسماعیلؒ صـ۵۳ـ)

اسی خط میں آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں:

"جب اسلامی بلاد پر غیر مسلم مسلط ہو جائیں تو عام مسلمانوں پر عموماً اور بڑے بڑے حکمرانوں پر خصوصاً واجب ہو جاتا ہے کہ ان غیر مسلموں کے خلاف مقابلہ ومقاتلہ کی کوشش اس وقت تک

www.abulhasanalinadwi.org

جاری رکھیں جب تک اسلامی بلاد اُن کے قبضے سے واپس لے لئے جائیں ورنہ مسلمان گنہگار رہوں گے۔ ان کے اعمال بارگاہِ باری تعالےٰ میں مقبول نہ ہوں گے اور وہ خود قربِ حق کی نعمتوں سے محروم رہیں گے۔ (صـ۵۵)

ہر دو اقتباسات میں نصاریٰ و مشرکین اور غیر مسلموں کے خلاف کسی تخصیص کے بغیر عام مسلمانوں اور مسلمان حکمرانوں کو اقدامِ جہاد میں شرکت کرنے اور پورے ہندوستان کو غیر مسلموں کے تسلط سے آزاد کرانے کی دعوت دی گئی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ سید صاحبؒ کی جنگ محض سکھوں کے خلاف تھی اور وہ انگریزی حکومت کے خلاف کوئی اقدام کرنا نہیں چاہتے تھے سید صاحبؒ اور اُن کی تحریکِ جہاد کے ساتھ زبردست ناانصافی ہے۔

سرسید کی مصلحت کوشی، میرزا حیرت کی افسانہ طرازی اور مولوی محمد جعفر تھانیسری کی لغزش

مذکورہ خیالات کی اشاعت سب سے پہلے سرسید احمد خاں نے اپنے اس سلسلۂ مضامین میں کی جو انھوں نے ولیم ہنٹر کی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" کے جواب میں شائع کرایا تھا۔ ان کے علاوہ میرزا حیرت نے اپنی کتاب "حیاتِ طیبہ" میں اور مولوی محمد جعفر تھانیسری نے "تواریخ عجیبہ" میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید احمد خاں مرحوم کی شروع ہی سے یہ حکمت عملی رہی ہے کہ وہ ہر قیمت پر ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کے دلوں میں پیدا شدہ شکوک وشبہات کو دور کرنا اور مسلمانوں کو کاروبارِ حکومت میں شریک کرنا نہایت ضروری سمجھتے تھے اور انہیں اس بات کا پختہ یقین تھا کہ ان حالات میں جن سے اُس دَور کے مسلمان دوچار تھے، قوت وطاقت کے استعمال کے ذریعے انگریزی اقتدار سے نجات حاصل نہیں کی جاسکتی تھی لہٰذا ان کی طرف سے اگر اس قسم کی بات کہی گئی تو اسے ان کی مصلحت کوشی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

میرزا حیرت کی کتاب "حیاتِ طیبہ" جس میں شاہ اسماعیلؒ کے دورۂ پنجاب کے حالات بڑی تفصیل سے درج ہیں۔ دراصل شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت ہے۔

آخر میں سید صاحبؒ کے حالات بھی نہایت اختصار کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن بقول مولانا غلام رسول مہر "یہ کتاب تاریخ نہیں بلکہ افسانہ ہے، کئی واقعات وحالات بداہتہً ایسے ہیں جو مرزا صاحب نے خود تیار کر لئے ہیں"۔

بظاہر نظر اس کتاب کی تصنیف کا مقصد ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے سید صاحبؒ کی شخصیت اور ان کی تحریکِ جہاد کی قدر و اہمیت

www.abulhasanalinadwi.org

کو گھٹایا جا سکے۔ لیکن مولوی محمد جعفر تھانیسری مرحوم جو خود سید صاحبؒ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے اور جنہوں نے اس رفاقت کی پاداش میں گھر بار کی بربادی، قید و بند کی صعوبتیں اور اٹھارہ سالہ جلا وطنی کی سختیاں برداشت کیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اُن سے اتنی بڑی لغزش کیسے سرزد ہوئی؟ پھر انہوں نے اسی پر بس نہیں کیا کہ محض اپنی ذاتی رائے پیش کر دی ہو، بلکہ مرحوم نے اپنی کتاب "تواریخ عجیبہ" میں سید صاحبؒ کے جو مکاتیب نقل کئے ہیں ان کی اصل عبارتیں تک بدل ڈالی ہیں جن کو مولانا غلام رسول مہر نے اپنی کتاب "سید احمد شہیدؒ" میں بڑی تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور اصل و موضوع دونوں عبارتیں مقابلے پر درج کی ہیں۔ ہم یہاں ان کا صرف ایک نمونہ پیش کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں:

نصاریٰ نکوہیدہ خصال و مشرکین بد مآل بر اکثر بلاد ہندوستان از لب دریائے اباسین تا ساحلِ دریائے شور کہ تخمیناً شش ماہہ راہ باشد تسلط یافتند۔ (مکاتیب شاہ اسماعیلؒ)

سکھانِ نکوہیدہ و مشرکین بد مآل بر اکثر اقطاع غربی ہندوستان از لبِ دریائے اباسین تا دار السلطنت دہلی تسلط یافتند۔

(تواریخ عجیبہ)

www.abulhasanalinadwi.org

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد جعفر مرحوم تحریک کی ناکامی اور اس کے نتیجے میں جو مشکلات و مصائب اُنہیں برداشت کرنے پڑے ان سے مایوس و دل برداشتہ ہو کر قنوطیت و شکست خوردگی کا شکار ہو گئے تھے اور انہوں نے اسی ذہنی کیفیت کے زیرِ اثر اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے جن کا سید صاحبؒ کی اصل تحریک اور اس کے نصب العین سے کوئی تعلق نہیں۔

مرکزِ جہاد کا انتخاب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سید صاحبؒ نے ہندوستان کی طویل و عریض سرزمین کو چھوڑ کر جس پر بقول ان کے نصاریٰ اور مشرکین کا تسلّط قائم ہو چکا تھا اور جس کا استخلاص ان کا واحد مقصد اور بنیادی نصب العین تھا۔ سرحد کے آزاد قبائلی علاقوں کو مرکزِ جہاد بنانے کے لئے کیوں منتخب کیا؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے کسی قسم کی تاویل و توجیہہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا جواب خود سیّد صاحبؒ نے واضح طور پر دے دیا ہے۔ ہندوستان سے ہجرت کے بعد اہلِ سرحد کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"میں نے ہندوستان میں خیال کیا کہ کوئی ایسی مامون جگہ ہو کہ وہاں مسلمانوں کو لے جاؤں اور تدبیرِ جہاد کروں۔ باوجود اس وسعت

www.abulhasanalinadwi.org

سکے کہ صدہا کروہ میں یہ ملکِ ہندواقع ہے۔کوئی جگہ لائق ہجرت کے
میرے خیال میں نہ آئی۔ کتنے لوگوں نے صلاح دی کہ اس ملک
(یعنی ہندوستان) میں جہاد کرو، جو کچھ مال، خزانہ، سلاح وغیرہ
درکار ہوں ہم دیں گے۔ مجھ کو منظور نہ ہوا، اس لئے کہ جہاد
موافق سنت کے چاہیئے، بلوا کرنا منظور نہیں۔ آپ کے اس ملک
کے ولایتی بھائی (داہل سرحد) بھی وہاں حاضر تھے۔ انہوں نے
کہا کہ ہمارا ملک اس کام کے لئے بہت خوب ہے۔ اگر آپ وہاں
چل کر کسی جگہ مقام پکڑیں تو لاکھوں مسلمان دل وجان سے آپ
کے شریک ہوں گے۔ خصوصاً اس سبب سے کہ رنجیت سنگھ والئی
لاہور نے وہاں کے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے، طرح طرح
کی اذیتیں پہنچاتا ہے۔ میں نے کہا سچ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ
ہندوستان سے ہجرت کر کے وہیں چل کر ٹھہریں اور سب مسلمانوں
کے اتفاق سے جہاد کریں" (بحوالہ سید احمد شہیدؒ)

سید صاحبؒ کی اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ وہ باقاعدہ شرعی شرط
کے ساتھ اور سنت کے موافق جہاد کرنا چاہتے تھے۔ کسی غیر اسلامی سلطنت
کی حدود میں بیٹھ کر بلوا یا فساد برپا کرنا ان کے پروگرام کا حصہ نہ تھا اسی
لئے وہ کسی ایسے محفوظ و مامون اور آزاد علاقے کی تلاش میں تھے جہاں

www.abulhasanalinadwi.org

سے قیامِ امامت کے بعد شرعی طور پر جہاد کا آغاز کیا جا سکے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ انگریزوں سے پہلے سکھوں سے جنگ کرنا چاہتے تھے کیونکہ ان کے ظلم و تعدی کی وجہ سے سرحد اور پنجاب کے مسلمان اُن سے سخت نالاں تھے اور سید صاحبؒ کو بجا طور پر یہ توقع تھی کہ جب وہ اس سرزمین پر اعلانِ جہاد کریں گے تو لاکھوں مسلمان دل و جان سے ان کا ساتھ دیں گے۔ اس کے علاوہ کابل و بخارا کی ملحقہ اسلامی سلطنتوں سے بھی انہیں ہر قسم کی امداد و اعانت کی توقعات تھیں۔ پھر سکھوں کی حکومت ایک محدود علاقے میں تھی جس سے ٹکر لینا نسبتاً آسان تھا۔ لیکن اس علاقے کو آزاد کرانے کے بعد ان کی جدوجہد یہیں ختم نہ ہو جاتی بلکہ اس کے بعد وہ یقیناً انگریزوں کے خلاف اقدام کرتے۔

جن لوگوں نے کسی سیاسی مصلحت یا اپنی کوتاہ اندیشی سے انگریزوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ سید صاحبؒ کی تحریکِ جہاد کا رخ ان کی طرف نہ تھا وہ اپنے خیالات کے بارے میں خود جواب دہ اور ذمہ دار ہیں۔ لیکن سید صاحبؒ کی انگریز دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ انہوں نے نواب امیر خاں والیٔ ٹونک کے لشکر سے اسی لئے علٰحدگی اختیار کی تھی کہ نواب موصوف نے سید صاحبؒ کی مرضی کے خلاف انگریزوں سے صلح کر لی تھی۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں :-

www.abulhasanalinadwi.org

"خاکسار قدم بوسی کو حاضر ہوتا ہے، یہاں لشکر کا کارخانہ درہم برہم ہوگیا، نواب صاحب انگریزوں سے مل گئے۔ اب یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں۔" (وقائع احمدی صہ ۳۱)

اس کے علاوہ مولانا غلام رسول مہر کی کتاب "سید احمد شہیدؒ" کے حوالے سے ایک انگریز سیاح میسن کا قول نقل کر دینا اس قسم کے خیالات کی تردید کے لئے کافی ہوگا جس میں سیاح مذکور نے انہی دنوں جب سید صاحبؒ معروف جہاد تھے، سرحد، افغانستان اور بلوچستان کا دورہ کرتے ہوئے ان کی تحریکِ جہاد کا یہ مقصد بیان کیا تھا "سکھوں کا استیصال، پنجاب پر قبضہ پھر ہندوستان اور چین پر تسلّط۔" گویا ایک انگریز سیاح اپنوں سے بڑھ کر ان کے اصل پروگرام اور مقاصدِ جہاد سے باخبر تھا۔

دعوتِ جہاد

حج سے واپسی کے بعد تقریباً پونے دو سال دعوتِ جہاد میں صرف ہوئے۔ مولانا عبدالحئیؒ اور شاہ اسمٰعیلؒ نے تبلیغِ جہاد کے لئے اطرافِ ہند کا دورہ کیا۔ ان تبلیغی اور جہادی دوروں کا یہ اثر ہوا کہ ملک کے گوشے گوشے سے لوگ جوق در جوق آکر اس تحریک سے وابستہ ہونے لگے۔ خواتینِ اسلام کے ایثار و قربانی کا یہ عالم تھا کہ مولانا عبدالحئیؒ اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی مجالسِ وعظ میں جن کے پاس نقد اندوختہ نہ تھا وہ اپنے طلائی زیورات تحریکِ جہاد کو پروان چڑھانے کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

پیش کر دی تھیں۔ نیز اس دعوت و تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اعلیٰ خاندانوں کے ناز و نعم میں پلے ہوئے نوجوان سید صاحبؒ کی قیادت میں سندھ کے تپتے ہوئے ریگستان سے گزر کر بلوچستان کے صحراؤں اور کابل و قندھار کے دشوار گزار پہاڑی راستوں کو عبور کر کے پشاور پہنچے۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں مرنے مارنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان تربیت یافتہ نوجوانوں کا ایک نمونہ مولانا ولایت علیؒ عظیم آبادی ہیں۔ موصوف فتح علی صاحب کے بیٹے اور رفیع الدین حسین خاں صاحب کے نواسے تھے جو صوبۂ بہار کے ناظم و رئیس تھے۔ آپ نانا کے بڑے لاڈلے تھے۔ ہر وقت ریشمی لباس یا ڈھاکہ کی جامدانی یا تن زیب کا جوڑا زیب تن ہوتا تھا۔ عطر کی خوشبو میں معطر رہتے اور انگلیوں میں سونے کی انگشتریاں اور چھلے ہوتے تھے۔ لکھنؤ میں تھے تو وہاں کے شوقین مزاج، خوش پوشاک اور نفاست پسند نوجوانوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مصعبؓ بن عمیر کی طرح زندگی بدل گئی۔ اب وہ لکھنؤ اور عظیم آباد کے بانکے نوجوان نہ تھے بلکہ سید صاحبؒ کی جماعت کے ایک جفاکش مزدور اور ادنیٰ خادم تھے۔ رائے بریلی میں مولانا اسماعیل صاحبؒ سے حدیث پڑھتے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر سر پر اٹھا کر لاتے۔ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مٹی گارے کے کام میں لگے رہتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دوسری طرف خانقاہوں میں بیٹھنے والے درویش اور اس دور کے بڑے بڑے علماء و مشائخ شرکتِ جہاد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ جب سید صاحبؒ کی جماعت دورہ کرتی ہوئی سہارنپور کے مقام پر پہنچی تو پیر شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی نے اپنے مرید خاص میاں جی نور محمدؒ کو بیعتِ جہاد اور شرکتِ جہاد کا پیغام بھیجا۔ جس وقت فرستادہ پیغام لے کر جھنجانہ پہنچا تو آپ اپنی گھوڑی کا رستہ ہاتھ میں لئے اس کو پانی پلا رہا تھے۔ پیغام سنتے ہی آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اور گھوڑی بھی لوٹ پوٹ ہونے لگی۔ فی الفور سہارنپور پہنچے اور پیر و مرشد کی تقلید کرتے ہوئے بیعتِ جہاد کرلی۔ غرض اس جماعت میں سینکڑوں حفاظ، علماء، اولیاء اور مشائخ شریک تھے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی اور حضرت میاں جی نور محمد بھی (جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے پیر طریقت ہیں) سید صاحبؒ کے ساتھ شریکِ جہاد ہوئے اور اوّل الذکر اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آغازِ ہجرت جب مجاہدین کی تعداد دو ہزار کے قریب پہنچ گئی تو سید صاحبؒ نے ۷ر جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۷ر جنوری ۱۸۲۶ء بروز دوشنبہ بریلی سے روانہ ہوکر راہِ ہجرت میں قدم رکھا اور سرزمینِ وطن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔ مال خانے سے رقم

www.abulhasanalinadwi.org

نکلوائی تو کل دس ہزار روپے نکلے۔ پانچ ہزار روپے کی رقم بیوی بچوں کے لئے چھوڑی، کیونکہ انہیں بعد میں بلانے کا خیال تھا اور پانچ ہزار روپے کی حقیر رقم لے کر اتنی بھاری جمعیت کے ساتھ راہِ خدا میں نکل کھڑے ہوئے۔ دن بھر سئی ندی کے کنارے دوستوں اور عزیزوں سے رخصتی ملاقاتیں جاری رہیں۔ رات کے وقت ندی کو عبور کیا اور چند روز کی مسافت کے بعد گوالیار پہنچ گئے۔

گوالیار گوالیار میں فتح علی خاں کے باغ میں قیام ہوا اور مہاراجہ گوالیار دولت راؤ کی طرف سے جو سید صاحبؒ کا معتقد تھا مہمان داری کا انتظام کیا گیا۔ کئی مرتبہ راجہ ہندو راؤ نے پرتکلف دعوتیں کیں اور بہت سے تحائف پیش کئے۔ مہاراجہ نے جو اِن دنوں سخت بیمار تھے محل میں بُلا کر ملاقات کی اور مہارانی کی زبانی یہ پیش کش کی کہ آپ یہاں ایک سال ورنہ کم ازکم اتنی مدت ضرور قیام فرمائیں کہ لشکر کے لئے پورا سامان مہیا کر دیا جائے۔ مگر آپ نے یہ پیش کش قبول نہ کی اور دس بارہ روز ٹھہر کر عازم ٹونک ہو گئے۔ بریلی سے ٹونک تک کم وبیش ایک ماہ کی مدت صرف ہوئی۔

ٹونک جب سید صاحبؒ ٹونک پہنچے تو نواب امیر خاں اور اُن کے فرزند نواب وزیر الدولہ خود گھوڑوں پر سوار ہو کر ملاقات کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے آئے۔ یہاں ایک ماہ سے زائد قیام ہوا۔ نواب صاحب نے اپنے دیرینہ اخلاص و مراسم کی بنا پر سید صاحبؒ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ جب تک کوئی مستقل جائے سکونت تجویز ہو اہل و عیال ٹونک میں قیام کریں گے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دو بھائیوں سید عبدالرحمٰن، سید زین العابدین، اور ایک بھتیجے سید محمد یعقوب کو بریلی روانہ کر دیا کہ وہ جا کر مستورات کو ٹونک لے آئیں۔

ٹونک سے روانگی کے وقت نواب امیر خاں نے اسلحہ اور دوسرے ساز و سامان کے علاوہ ایک بڑی رقم بطور نقد پیش کی اور سید صاحبؒ سے یہ وعدہ لیا کہ جب بھی ضرورت پیش آئے اور جس قسم کی امداد مطلوب ہو وقت پر طلب فرما لیں۔

کرشمۂ ہدایت رسالدار عبدالحمید خاں ریاست ٹونک کے بڑے عہدے داروں میں تھے۔ جب سید صاحبؒ کا لشکر جھلانہ سے گزرا تو یہ اپنے ایک دوست کے ساتھ لشکر کو دیکھنے کے لئے سر راہ آ کھڑے ہوئے اور خندۂ استہزاء کے ساتھ لشکر کا استقبال کیا۔ سید صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا: خان صاحب! آپ بھی بیعت کر لیں اور یہ کہہ کر ہاتھ بڑھا دیا۔ عبدالحمید خاں اور ان کے ساتھی نے بلا چون و چرا بیعت کر لی اور ایک ہی لمحے میں ان کی زندگی یکسر بدل گئی۔ ملازمت

www.abulhasanalinadwi.org

چھوڑ کر سید صاحبؒ کے ساتھ ہو لئے۔ کئی معرکوں میں بہادری کے جوہر دکھلائے اور جنگ مایار میں زخمی ہو گئے۔ زخم ایسے کاری تھے کہ جانبر نہ ہو سکے۔

اجمیر ٹونک سے چل کر چند روز اجمیر میں قیام فرمایا اور مولانا عبدالحئی صاحبؒ کو چند ضروری امور کی انجام دہی کے لئے دہلی بھیج دیا۔ وہ کچھ دن وہاں ٹھہر کر پانی پت، کرنال، تھانیسر اور بہاول پور کے راستے سرحد پہنچے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے مولانا عبدالحئی کے اس سفر کو سید صاحبؒ کا سفرِ ہجرت قرار دیا ہے جو درست نہیں ہے۔

سرزمینِ سندھ اجمیر سے مارواڑ اور جودھ پور کے راستے سوہالی، سوراہا، کھوسا بلوچ، پاڑیوا اور کٹھیار وغیرہ کی کٹھن منزلیں طے کرتے ہوئے سرزمینِ سندھ میں داخل ہوئے۔ تمام علاقہ ریگستانی تھا۔ راستے میں دُور دُور تک کہیں آب و گیاہ کا نام و نشان نہ تھا۔ سندھ میں داخل ہو کر عمر کوٹ کے قریب سے ہوتے ہوئے کارو، میر پور، ٹنڈو اللہ یار اور ٹنڈو جام کے راستے حیدر آباد پہنچے۔ امیرانِ سندھ نے بظاہر مناسب طور پر مہمان داری کی۔ ایک ہزار روپے نقد اور چند اسلحے بھی بطور نذر پیش کئے مگر ان سے شرکتِ جہاد کی توقعات پوری نہ ہو سکیں۔ اسی طرح امیر بہادل خاں والیٔ بہاولپور

www.abulhasanalinadwi.org

نے شرکتِ جہاد کے دعوت نامے کا کوئی حوصلہ افزا جواب نہ دیا اور سید صاحبؒ امیرانِ سندھ اور والیٔ بہاول پور سے مایوس ہو کر حیدر آباد میں صرف تیرہ دن قیام فرما کر ۲ ذیقعدہ کو یہاں سے روانہ ہو گئے۔

پیر صبغتہ اللہ شاہؒ

حیدر آباد سے اگلی منزل پیر کوٹ تھی جہاں سید صبغت اللہ شاہ سے ملاقات کا عزم تھا۔

حیدر آباد سے دو کشتیاں کرایہ پر لیں۔ ایک بجرہ امیرانِ سندھ سے مستعار لیا۔ مال و اسباب اور کمزور آدمیوں کو کشتیوں پر سوار کیا اور تندرست و توانا مجاہدین خشکی کے راستے روانہ ہوئے۔ پیر کوٹ سے دو منزل ادھر رانی پور میں سید صالح شاہ بغدادی ایک مشہور پیر زادے تھے۔ انہوں نے پورے لشکر کی دعوت کی۔ حسنِ اتفاق سے پیر صبغت اللہ شاہؒ راشدی (پیر پگاڑو) بھی اپنے ارادت مندوں کے ساتھ رانی پور آئے ہوئے تھے۔ یہیں دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے سید صاحبؒ اور مجاہدین کو اپنے بھائی کے ہمراہ روانہ کر دیا اور خود اگلے روز پہنچے۔

سید صبغت اللہ شاہ پیر محمد مکّیؒ کی اولاد میں سے ہیں جن کا علم و فضل اور زہد و تقویٰ مسلّم تھا۔ ان کے والد پیر محمد راشدؒ کے عہد میں مریدوں کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی تھی۔ سید صبغت اللہ شاہؒ والد کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے، بڑا حساس دل اور مجاہدانہ عزم و ہمت رکھتے تھے۔ اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

مریدوں اور عقیدت مندوں کو برابر جہاد کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ اسی لئے سید صاحبؒ کو اُن سے ملاقات کا بے حد اشتیاق تھا اور تحریک جہاد میں ان سے پوری پوری امداد و اعانت کی توقع تھی۔

سید صاحبؒ ۱۰ ذی قعدہ کو پیر کوٹ پہنچے تھے۔ تین دن تک پیر صبغت اللہ شاہؒ کے یہاں سارے لشکر کی دعوت رہی اور ان کے عزیزوں اور مریدوں نے لوازم مہمانداری بجالانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یہاں کم و بیش دو ہفتے قیام رہا۔ سید صاحبؒ نے اپنے اہل و عیال کے مستقل قیام کے لئے بھی اسی مقام کو پسند فرمایا اور پیر صبغت اللہ شاہؒ سے باہم طے پا گیا کہ جب کسی زمانے میں مرکزِ جہاد کا انتخاب ہو جائے گا تو وہ بھی اپنی جماعت کو لے کر پہنچ جائیں گے۔ یہاں سے روانگی کے بعد سید صاحبؒ اور پیر صبغت اللہ شاہ کے درمیان برابر سلسلۂ مکاتبت جاری رہا اور پیر صاحب شرکتِ جہاد کے لئے طلبی کے منتظر رہے۔

پیر کوٹ سے روانہ ہو کر دریائے سندھ کو عبور کیا۔ ایک رات حبیب کوٹ میں قیام ہوا۔ اس کے بعد شکارپور پہنچے۔ بعض بے بنیاد افواہوں کی وجہ سے چند روز تک اہلِ لشکر کو شہر میں داخلے کی اجازت نہ مل سکی۔ جب حاکم شہر میر کاظم حاضرِ خدمت ہوئے تو اس نے انتہائی عقیدت مندی کا اظہار کیا۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ملازمت چھوڑ کر ساتھ جانے کے لئے تیار

www.abulhasanalinadwi.org

ہو گیا۔ لیکن سید صاحبؒ نے اس وقت ہمراہ لے جانا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا "جب ضرورت ہوگی طلب کر لئے جاؤ گے" لیکن سید صاحبؒ کی بار بار طلبی کے باوجود وہ شرکتِ جہاد کی سعادت حاصل نہ کر سکا۔

شکار پور میں عید الاضحیٰ کی نماز تمام اہلِ شہر نے سید صاحبؒ کی امامت میں ادا کی اور اسی شہر میں مجاہدین کے لئے گاڑھے کے تھان خرید کر پوشاکیں تیار کی گئیں۔

سفرِ کوئٹہ

گرمی کی شدت اور راستے کی دشواری کے باعث کوئٹہ کا سفر بڑا سخت تھا۔ راہزنوں اور لٹیروں کا اتنا زور تھا کہ حالتِ امن میں بھی سفر کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اگر برسات کے آغاز کا انتظار کیا جاتا تو کوئٹہ اور اس کے آگے کے کوہستانی علاقوں میں برفباری شروع ہو جاتی اور سفر کرنا دشوار ہو جاتا۔

۲۰ر جولائی ۱۸۲۶ء بمطابق ۱۴ر ذی الحجہ ۱۲۴۱ھ کو سید صاحبؒ کا قافلہ شکار پور سے روانہ ہوا۔ روانگی سے ایک روز پہلے خلافِ موسم اور خلافِ معمول بارش ہو گئی جس سے موسم بڑی حد تک خوش گوار ہو گیا۔ شہر کے اکابر و علماء بڑی تعداد میں چار کوس تک ساتھ گئے۔ پہلی منزل جاگن میں ہوئی جہاں سید صاحبؒ سید انور شاہ امرتسریؒ کے انتظار میں چار روز تک ٹھہرے۔ موصوف امرتسر کے ساداتِ عظام میں سے تھے جو

www.abulhasanalinadwi.org

ایک سکھ کو مسلمان کرنے کے جرم میں رنجیت سنگھ کی حکومت کے معتوب ہو کر نظر بند کر دیئے گئے تھے۔ ان کے ساتھ سفر ہجرت میں قدم رکھنے سے پیشتر ہی ربط و تعلق قائم ہو گیا تھا بلکہ حاجی یوسف کشمیری کو امرتسر روانہ کر دیا تھا کہ سید انور شاہ کو ہمراہ لے کر سندھ پہنچ جائیں۔ چنانچہ یہ لوگ جاگن کے مقام پر سید صاحبؒ سے آملے۔

سید صاحبؒ جاگن سے خان گڑھ گئے اور وہاں سے شکارپور کا راستہ اختیار کر کے چھتر، کھنہ بار اور شور ہوتے ہوئے ۲۶ ذی الحجہ کو بھاگ پہنچے۔ یہاں تین روز قیام فرمایا۔ ۲۹ ذی الحجہ کو روانہ ہو کر حاجی اور ایڑی کے مقامات سے ہوتے ہوئے یکم محرم ۱۲۴۲ھ کو دھاڈر پہنچ گئے جو درۂ بولان کے جنوبی دہانے کا مشہور مقام ہے۔

درۂ بولان دھاڈر سے درۂ بولان شروع ہو جاتا ہے۔ یہ راستہ انتہائی خطرناک اور دشوار گزار تھا۔ دونوں جانب بلند پہاڑوں کی دیواریں کھڑی تھیں۔ چور اور ڈاکو پہاڑی کمین گاہوں سے نکل کر اچانک حملہ کر دیتے تھے۔ راستے کی تنگی اور دشوار گزاری کے سلسلے میں سید حمید الدین لکھتے ہیں:۔

"اگر دونوں جانب کے پہاڑوں پر سو آدمی بھی سامانِ جنگ لے کر بیٹھ جائیں تو ایک لاکھ کے لشکر سوار و پیادہ کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

گزرنے کی کوئی شکل نہ رہے۔ اگرچہ وہ کتنے ہی سامان سے لیس ہو"۔ (منظورہ ص ۶۴۵)

اسی طرح ریونڈر الین انگریز سیاح لکھتا ہے :۔

"یہ لوگ (یعنی بلوچستان والے) بڑے ہی نادان تھے جنہوں نے ایسے درّے کے ہوتے ہوئے ہمیں اپنے ملک میں آنے دیا"۔ (مارچ تھرو سندھ اینڈ افغانستان ص ۱۲۶)

اسی خیال کی تائید ایک دوسرے انگریز مبصر کنولی نے ان الفاظ میں کی ہے :۔

"یہ ایک ایسی گھاٹی ہے جہاں بہادر آدمیوں کی ایک رجمنٹ کو بٹھا کر بڑی فوج کو کامیابی سے روکا جا سکتا ہے"۔

(کتاب مذکور ص ۱۱۲)

غرض سید صاحبؒ چار روز کا سامانِ خورد و نوش ہمراہ لے کر ۱۴ محرم الحرام کو درّے میں داخل ہو گئے۔ حفاظت کے خیال سے بندوقچیوں کے دستے کو آگے رکھا۔ کھنڈلائی، کیرتا، بی بی نانی اور دشتِ بے دولت کو طے کرتے ہوئے درۂ بولان کی شمالی سمت میں باہر نکلے۔ یہاں سردی کا یہ عالم تھا کہ اہلِ لشکر کے جسموں پر کپکپی طاری ہو گئی۔ حالانکہ دھاڈر میں گرمی کی شدت کے باعث دھوپ میں گھر سے باہر قدم رکھنا دشوار تھا۔ یہاں سے

www.abulhasanalinadwi.org

کوئٹہ صرف آٹھ میل کے فاصلے پر تھا۔ نمازِ فجر پڑھ کر درّے سے باہر نکلے اور اسی روز یا اگلے روز کوئٹہ پہنچ گئے۔ یہاں کا حاکم بڑا نیک اور دیندار تھا اس نے سید صاحبؒ اور نمازیوں کی خاطر مدارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دونوں وقت پُر تکلف کھانے اور میوے بھیجتا رہا۔ بیعت بھی کی اور شرکتِ جہاد کے لئے تیار ہو گیا۔ مگر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مصلحتاً روک دیا۔

سید صاحبؒ والیٔ بلوچستان محراب خاں کے پاس جہاد کا دعوت نامہ پہلے ہی سے روانہ کر چکے تھے۔ جب جواب موصول ہونے میں تاخیر ہوئی تو آپ نے دشت بے دولت سے ایک وفد اخوند فتح محمد کے پاس مستونگ روانہ کر دیا۔ اخوند نے گرم جوشی سے وفد کا استقبال کیا اور جواب میں تاخیر کی وجہ یہ بتائی کہ قندھار اور بلوچستان کے درمیان حالتِ جنگ درپیش ہے۔ والیٔ بلوچستان کی طرف سے یہ جواب موصول ہوا۔

"آپ جس مہم پر جا رہے ہیں تشریف لے جائیں، قندھاریوں کے ساتھ جنگ کا تصفیہ ہو جانے کے بعد جو کچھ مناسب ہوگا عمل میں لایا جائے گا۔"

قندھار

۲۲ر اگست ۱۸۲۶ء مطابق ۱۸ر محرم ۱۲۴۲ھ کو آپ کوئٹہ سے روانہ ہوئے۔ حاکم کوئٹہ اور معززینِ شہر تین کوس

www.abulhasanalinadwi.org

تک ساتھ گئے۔ رخصت کے وقت حاکمِ شہر پر رقت طاری ہوگئی۔ اسی وقت سید صاحبؒ نے قندھار و بلوچستان کے درمیان مصالحت کے لئے دُعا فرمائی جو قندھار پہنچنے سے پیشتر قبول ہوگئی۔

کیتر، حیدرزئی، سدوزئی، مے زئی، کوتل تیر، کاریز ملا فتح علی خاں کاریز مُلا عبداللہ اور قلعہ حاجی کی منزلیں طے کرتے ہوئے ۲۸ محرم کو قندھار پہنچے۔ قندھار کے فوجی سپہ سالار عبداللہ خاں نے مے زئی میں تین روز پورے لشکر کی مہمان داری کی۔ کاریز ملا عبداللہ پر حاکم قندھار پردل خاں کی طرف سے ایک سردار پندرہ سواروں کے ساتھ استقبال کو موجود تھا۔ ہراتی دروازے کے باہر شہر سے نصف کوس کے فاصلے پر ایک باغ میں ٹھہرایا گیا۔ اگلے روز سید صاحبؒ پردل خاں کے بھائی شیردل خاں کی تعزیت کے لئے خان موصوف کے پاس گئے۔ وہ بڑے تپاک سے ملا۔ لیکن چند ہی روز کے قیام کے دوران عوام کی والہانہ عقیدت اور شرکتِ جہاد کے لئے ان کے جوش و خروش کو دیکھ کر پردل خاں پر سراسیمگی طاری ہوگئی اور اس نے پیغام بھیجا کہ آپ جلد کابل روانہ ہو جائیں ورنہ ہمارے آپ کے درمیان بے لطفی پیدا ہو جائے گی۔ اگر یہ صورت پیش نہ آتی تو سید صاحبؒ قندھار ہی سے بہت بڑا لشکر تیار کر لیتے۔ آخر چھٹے روز یہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ ابھی دوسری منزل پر پہنچے تھے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

چار سو اشخاص شرکت جہاد کے لئے تیار ہو کر آ گئے جس میں دو سو ستر[۱] مجاہدین منتخب کئے گئے اور سید دین محمد قندھاری کو ان کا سپہ سالار مقرر کیا گیا مشکٹی کے مقام سے سید صاحب رح نے حاکم غزنی اور حاکم کابل کے نام راہداری حاصل کرنے کے لئے خطوط لکھے جن کا مضمون یہ تھا:-

"ہم ہندوستانی مسلمانوں نے ہندوستان کے کفرستان سے تنگ آکر جہاد کے ارادے سے ہجرت کی ہے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے اور حضرت سید المرسلین کی ملت بیضاء کی تائید پر آمادہ کرتے ہوئے رضائے باری تعالیٰ کے شوق میں لمبی مسافت طے کر کے آپ کے بلاد میں پہنچ گئے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ اس طرح یوسف زئی میں پہنچ جائیں جو پشاور کے حوالی میں ہے۔ مروت و دانائی کا لازمہ یہ ہے کہ دل میں کسی قسم کا وسوسہ نہ لائیں۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے اجازت نامہ بھیج دیں تاکہ ہم کھٹکے کے بغیر ان حدود سے منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہو جائیں۔"

کابل و غزنی

پیر محمد خاں حاکم غزنی کی طرف سے رسمی اجازت نامہ موصول ہو گیا۔ خود اس کا بیٹا سید صاحب رح کے استقبال کرنے والوں میں موجود تھا۔ یہاں صرف دو روزہ قیام ہوا۔ اسی

www.abulhasanalinadwi.org

اثنا میں کابل سے بھی اجازت نامہ آگیا اور آپ ۲۵ر صفر مطابق ۲۸ر ستمبر ۱۸۲۶ء کو غزنی سے کابل روانہ ہو گئے۔ جب سید صاحب قلعہ قاضی پہنچے تو حکومت کی طرف سے فوج کا ایک سپہ سالار ملا علی استقبال کے لئے آیا۔ پھر سلطان محمد خاں نے اپنی طرف سے امین اللہ خان کو بھیجا۔ استقبال کرنے والوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ چلنا مشکل ہو گیا۔ شہر کے دروازہ پر سلطان محمد خاں پچاس سواروں کے ساتھ منتظر کھڑا تھا۔ سید صاحبؒ کی سواری پہنچی تو خان اور اس کے ساتھی احتراماً گھوڑوں سے اُتر گئے اور آپ سے بغل گیر ہو کر ملے۔ کابل میں کم و بیش ڈیڑھ ماہ تک وزیر فتح محمد کے باغ میں قیام ہوا۔ امراءِ کابل کی طرف سے امداد و اعانت حاصل کرنے کے علاوہ طویل قیام کا مقصد یہ بھی تھا کہ ان کے اندرونی اختلافات کو رفع کر کے باہم اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کی جائے، لیکن افسوس کہ سید صاحبؒ کی یہ مساعی کامیاب نہ ہو سکیں۔

مسلمانانِ پنجاب کی حالتِ زار

مغلوں کے آخری دَور میں مرکزی حکومت کی کمزوری، آپس کی خانہ جنگی اور باہمی آویزشوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ ایک طرف مختلف ریاستوں کے حکمرانوں اور صوبے داروں نے اپنے اپنے علاقوں میں خود مختاری کی بنیاد رکھی تھی تو دوسری طرف شمالی ہند میں مرہٹوں اور

www.abulhasanalinadwi.org

پنجاب و سرحد کے علاقوں میں سکھوں نے لوٹ مار اور غارت گری کا لامتناہی سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ مرہٹوں کا زور تو احمد شاہ ابدالی کے تاریخی حملے کے بعد بڑی حد تک ختم ہو گیا تھا لیکن پنجاب میں سکھوں کی منظم غنڈہ گردی کا سلسلہ برابر جاری رہا جس نے اٹھارہویں صدی کے ابتدائی ایام میں بندا بیراگی (سکھ پیشوا) کی قیادت میں بڑی شدت اختیار کر لی۔ آخر فرخ سیر کے عہد میں پنجاب کے صوبے دار عبدالصمد خاں دلیر جنگ کی کوششوں سے بیراگی اپنے آٹھ سو ساتھیوں سمیت گرفتار ہو کر کیفر کردار کو پہنچا۔ لیکن سادات بارہہ کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی بدولت فرخ سیر قتل کر دیا گیا اور سادات بارہہ سلطنت کے مختار کل بن گئے، وہ جس شاہزادے کو اپنے ڈھب کا پاتے اسی کو تخت شاہی پر بٹھا دیتے۔ آخر خجستہ اختر کے بیٹے روشن اختر محمد شاہ کے زمانے میں نادر شاہی یلغار نے مغلوں کی حکومت کا رہا سہا وقار بھی خاک میں ملا دیا۔ آخر ملک پوری طرح بد نظمی، خانہ جنگی اور طوائف الملوکی کی لپیٹ میں آچکا تھا اور پنجاب میں نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ کے بھتیجے معین الملک کی موت کے بعد جو زکریا خاں کے بعد صوبے کا گورنر بنا تھا، یہاں کے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے تھے جو آخر کار ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ کی حکومت کے قیام پر منتج ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

رنجیت سنگھ رنجیت سنگھ سکھوں کے ایک غارت گر جتھے کا سردار تھا ۱۷۹۹ء میں اپنی زیرکی و دانائی کے باعث خفیہ ساز باز کر کے لاہور پر قابض ہو گیا اور ۱۸۰۹ء میں انگریزوں کے ساتھ عہد نامہ کرنے کے بعد سرزمین پنجاب کا مطلق العنان حاکم بن بیٹھا۔ اس کی حکومت کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی بلکہ ایک قسم کا فوجی تسلط تھا جو ظلم و جور اور غارت گری کے ذریعے قائم کیا گیا تھا۔ ایک انگریز سیاح آرچ جس نے ۱۸۴۰ء میں اس علاقے کا سفر کیا، لکھتا ہے :-

"سکھوں کے مذہبی پیشوا یا اکالیوں میں اعتدال اور رواداری بالکل ناپید ہے اور مسلمان مجبور ہیں کہ اپنے مذہبی فرائض چھپ چھپ کر ادا کریں"

اسی طرح ہربرٹ ایڈورڈ جو لاہور میں پہلا انگریز ریزیڈنٹ مقرر ہوا تھا، دیوان دولت رائے حاکم مروت کے بارے میں رقمطراز ہے :-

"یہ شخص چاہتا ہے کہ دریائے سندھ کی اس سمت میں مختارِ کل رہے۔ لوگوں کو جتنا چاہے لوٹے، نہ کوئی غیر جانب دار ناظر موجود ہو اور نہ اس کی رپورٹ کی جائے۔ میں نے یہاں جو کچھ دیکھا ہے اس کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ حکومت بے پرواہ یا غارت گری کا ایک منظم سلسلہ ہے"

www.abulhasanalinadwi.org

نیز پنجاب گورنمنٹ کے ریکارڈ جلد پنجم ص ۱۰۶ پر بھی حقیقت ان الفاظ میں درج ہے :-

" پھولا سنگھ اکالی کو اجازت دے دی گئی کہ وہ مسلمان آبادی پر نہایت گھناؤنے ظلم ڈھائے اور ان کو بد سے بدتر طور پر ذلّت وحقارت کا نشانہ بنائے "

سرحد کے حالات صوبہ سرحد کے حالات بھی پنجاب سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھے۔ تمام بارک زئی سردار رنجیت سنگھ کے فرماں بردار اور خراج گزار تھے۔ جب سکھ فوجیں سالانہ خراج وصول کرنے کے لئے آتیں تو لوگ ان کے ظلم وتعدی سے ڈر کر اپنے بال بچوں سمیت پہاڑی علاقوں میں جاکر چھپ جاتے اور سکھ فوجیں کھیتوں کو پامال کرتی اور دیہاتوں کو نذرِ آتش کرتی ہوئی گزر جاتی تھیں۔ ان دنوں پشاور میں یار محمد خاں پیر محمد خاں، سلطان محمد خاں اور سید محمد خاں برسراقتدار تھے جو رنجیت سنگھ کو باقاعدہ خراج ادا کرتے تھے۔ غرض پنجاب، سرحد اور کشمیر کے علاقوں پر پوری طرح سکھوں کا فوجی غلبہ قائم تھا جس کے لئے آئے دن مختلف علاقوں میں وحشت وبربریت اور دہشت انگیزی کے مظاہرے کرتے رہنا نہایت ضروری تھا۔ کیونکہ یہ فوجی تسلط وحشیانہ مظالم ہی کی بدولت قائم ہوا تھا اور اسی بنیاد پر قائم رہ سکتا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مختصر یہ تھے وہ حالات جن سے مسلمانانِ پنجاب و سرحد دوچار تھے اور ایک مدت سے ظلم و جور کی چکی میں پس رہے تھے اور اس سے نجات حاصل کرنے کی کوئی صورت اُن کے سامنے نہ تھی۔

حفاظتی انتظامات

اواخر نومبر ۱۸۲۶ئہ میں پشاور پہنچنے کے چند روز بعد سید صاحبؒ نے چارسدے کا قصد فرمایا اور چمکنی کے گھاٹ سے دریائے لنڈے کو عبور کیا۔ صوبۂ سرحد میں آپ کی تشریف آوری اور عزمِ جہاد کی خاصی شہرت ہو چکی تھی جہاں بھی تشریف لے جاتے لوگ دو رویہ قطار میں کھڑے ہو کر استقبال کرتے ان میں خواتین بھی کثیر تعداد میں ہوتی تھیں۔ چارسدہ پہنچتے ہی لشکر کی نقل و حرکت اور طور طریقوں میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ بریلی سے پشاور تک اندازاً تین ہزار میل کا طویل اور پر صعوبت سفر جو دس ماہ کی مدت میں مکمل ہوا تھا اگرچہ عزمِ جہاد ہی کے تحت طے ہوا تھا لیکن پشاور تک اس سفرِ جہاد کی حیثیت محض قطعِ مسافت کی تھی لیکن پشاور سے روانگی کے بعد یہ قدوسی لشکر حالتِ جنگ میں آگے بڑھ رہا تھا اور کسی وقت یا کسی مقام پر بھی دشمن سے مقابلے کی نوبت آسکتی تھی۔ اس لئے رات کے وقت پڑاؤ کے مقامات پر حفاظتی انتظامات اور پہرہ داری پر زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ ہر شب کے لئے ایک مخصوص شناختی لفظ منتخب کیا جاتا جس سے اہلِ لشکر

www.abulhasanalinadwi.org

کے علاوہ کوئی واقف نہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی اجنبی شخص پہرے کا مقررہ لفظ نہ دُہراتا تو جاسوس سمجھ کر گرفتار کر لیا جاتا۔ چنانچہ ایک روز قندھاری دستے کے پہرے دار ایک مشتبہ شخص کو جو سکھوں کا جاسوس تھا گرفتار کر کے لائے اور سید صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس شخص کا نام شمشیر خاں تھا جسے سکھوں کے سپہ سالار بُدھ سنگھ نے جاسوسی کے لئے بھیجا تھا۔ سید صاحبؒ نے عشاء کی نماز کے بعد تنہائی میں گفتگو فرمائی تو آپ کے طرزِ سلوک اور اندازِ ملاطفت کا یہ اثر ہُوا کہ وہ سکھوں کی جاسوسی سے تائب ہو کر آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ اُس نے بتایا کہ بدھ سنگھ ایک بڑے لشکر کے ساتھ دریائے سندھ کو عبور کر کے خیر آباد میں داخل ہو چکا ہے۔ پھر اس شخص نے وعدہ کیا کہ مَیں جلد ہی بدھ سنگھ کے عزائم اور اُس کے لشکر کا پورا حال معلوم کر کے آپ کو بروقت آگاہ کروں گا۔

سید صاحبؒ نے حکم دیا کہ رات کے آخری حصے میں اسے لشکر گاہ سے تین چار میل کے فاصلے پر باہر لے جا کر چھوڑ دیا جائے تاکہ جہاں جانا چاہے چلا جائے۔ اس واقعہ کے بعد امیر خاں خٹک رئیس اکوڑہ نے بھی چارسدہ آکر بُدھ سنگھ کے لشکر کی نقل و حرکت اور پیش قدمی کی تصدیق کی اس کے بعد فیصلہ ہُوا کہ اس کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ بدھ سنگھ پر دریائے لنڈا کو عبور کرنے سے پیشتر ہی آگے بڑھ کر حملہ کر دیا جائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

چنانچہ اس فیصلے کے بعد سید صاحبؒ چارسدہ سے روانہ ہو کر خویشگی پہنچے۔ یہ چھوٹی سی بستی تھی جہاں کھانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ تمام مجاہدین نمازِ عشاء تک کلمۂ طیبہ کا وِرد جاری رکھیں۔ اسی اثناء میں قرب و جوار کی بستیوں کے لوگوں کو علم ہو گیا کہ سید صاحبؒ خویشگی میں ٹھہر گئے ہیں۔ وہ ایک کشتی میں آٹا بھر کر لائے جو نمازِ عشاء کے بعد مجاہدین میں تقسیم ہوا۔ دو وقت کی رسد تقسیم کرنے کے بعد بھی بچ رہا۔ اس وقت لشکر کی تعداد کم و بیش پندرہ سو تھی۔ پانچ سو ہندوستانی، دو سو قندھاری اور تقریباً آٹھ سو ملکی تھے۔ اکثر ملکی اپنے گھروں سے کھانا کھا کر آئے تھے۔

پہلا معرکہ سید صاحبؒ کی جماعت ۱۹ ر دسمبر ۱۸۲۶ء کو نوشہرہ پہنچ گئی۔ دوسری طرف بدھ سنگھ کا لشکر اکوڑہ پہنچ چکا تھا جو نوشہرہ سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر دریائے لنڈا کے مغربی کنارے واقع ہے۔ نوشہرہ پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ سکھوں کے لشکر کی تعداد سات آٹھ ہزار سے کسی طرح کم نہیں، جبکہ مجاہدین کی تعداد بمشکل پندرہ سو تھی۔ سکھ لشکر سامانِ جنگ اور توپ خانے سے پوری طرح مسلح تھا اور مجاہدین میں سب کے پاس توڑے دار بندوقیں بھی نہ تھیں لہٰذا اصلاح و مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ سکھ لشکر پر شبخون مارا جائے تاکہ مجاہدین کو کم سے کم نقصان پہنچے اور دشمن کی فوج پر کاری ضرب لگا کر اسے ناکارہ کر دیا

www.abulhasanalinadwi.org

جائے۔ نیز کامیاب شبخون کے حوصلہ افزا نتائج کو جماعت مجاہدین کی موجودہ تعداد میں اضافے اور آئندہ فتوحات کے لئے پیش خیمہ بنایا جاسکے۔

شبخون کے لئے نو سو مجاہدین کا انتخاب کیا گیا جن میں ۱۳۶ ہندوستانی ۸۰ قندھاری اور باقی سرحدی تھے۔ اللہ بخش موردانوی سپالار مقرر کئے گئے اور انہیں ہدایت کی گئی کہ چند غازیوں کو ہمراہ لے کر دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ جائیں۔ باقی مجاہدین چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں بٹ کر دریا کو عبور کریں گے۔ جب تمام مجاہدین دریا عبور کرلیں تو یک لخت چاروں طرف سے لشکر کو گھیر کر حملہ کر دیا جائے۔ اللہ بخش اسی وقت چند مجاہدین کو ہمراہ لے کر بذریعہ کشتی دریا کے مغربی کنارے جا پہنچے۔ ادھر سید صاحبؒ نے برہنہ سر ہو کر انتہائی الحاح وزاری کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں مجاہدین کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ نصف شب کے قریب جب تمام مجاہدین دریا کو عبور کر چکے تو ہر ایک نے سید صاحبؒ کی ہدایت کے مطابق گیارہ مرتبہ سورۂ قریش پڑھ کر اپنے اوپر دم کی اور سکھوں کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔ سکھ لشکر دریا کے مغربی کنارے ایک کھلے میدان میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ لشکر کے چاروں طرف خاردار درختوں کی شاخوں اور جھاڑیوں سے رکاوٹ کی ہوئی تھی۔ لشکر گاہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک برساتی نالے

www.abulhasanalinadwi.org

کے نشیبی حصّے میں جوان دنوں خشک تھا تمام غازی بیٹھ گئے اور ایک ہوشیار آدمی کو لشکر گاہ کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے بھیج دیا۔

مولوی امیر الدین ولایتی کے مشورے سے جو بڑے صائب الرائے بزرگ تھے یہ طے پایا کہ سرحد کے لوگوں کے جذبۂ جہاد اور خلوصِ نیت کے بارے میں کوئی تجربہ نہیں ہے اس لئے ہندوستانی مجاہدین کو آگے رکھا جائے البتہ ان میں سے کسی شخص کو رہبری کے لئے ساتھ لے لیا جائے۔ اس کے بعد مجاہدین کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنا دی گئیں جن کے ذمے مختلف کام سپرد کئے گئے۔ مثلاً خیموں کی طنابیں کاٹنا، جنگی سازوسامان سمیٹنا یا تباہ کرنا اور دشمن سے دوبدو مقابلہ کرنا۔

جس وقت لشکر کے گھڑیال نے تین پہر رات کی گھنٹی بجائی تو غازیانِ اسلام اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے خاردار رکاوٹوں کو پھاند کر چاروں طرف سے سکھ لشکر پر ٹوٹ پڑے اور پوری لشکر گاہ میں سراسیمگی پھیل گئی۔ پہرے دار نے تکبیر کی آواز سنتے ہی بندوق سر کی جو مولوی باقر علی عظیم آبادی کو لگی۔ زخم کاری تھا، وہ گولی لگتے ہی بیٹھ گئے اور فرمایا:

"بھائیو! میرا کام تمام ہوا، مجھ سے ہتھیار لے لو، یہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔"

یہ کہہ کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے اور اس قدوسی جماعت کے پہلے

www.abulhasanalinadwi.org

شہید قرار پائے۔

سکھ لشکر پر افراتفری اور سراسیمگی کا عالم طاری تھا، وہ سمجھ رہے تھے کہ ہزاروں کی تعداد میں غازی ان پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ لیکن اہل سرحد نے وہی کیا جس کا ان سے خطرہ تھا۔ دشمنوں کا مقابلہ کرنے اور ان کو جہنم واصل کرنے کے بجائے لوٹ مار شروع کر دی اور جس کے ہاتھ جو سامان لگتا وہ چپ چاپ گٹھڑی باندھ کر لشکر گاہ سے روانہ ہو جاتا تاکہ لوٹے ہوئے مال کو جلد سے جلد گھر پہنچا دے۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا شبخون کی شدت میں مسلسل کمی پیدا ہوتی چلی گئی۔ پھر جب سکھوں نے مہتابی جلا کر بلند کی تو معلوم ہوا کہ حملہ آوروں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس کے باوجود ہندوستانی اور قندھاریوں میں سے ایک ایک شخص نے دس دس آدمیوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ آخر جب مجاہدین توپ خانے کے قریب پہنچ گئے تو بدھ سنگھ نے بھاگتے ہوئے سکھوں کو جمع کر کے جوابی حملے کے لئے تیار کیا۔ اس وقت غازیوں کی تعداد بہت کم ہو چکی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ایک گوشے میں جمع ہو گئے اور پیچھے ہٹنے لگے جس پر بعض ساتھیوں نے امیر جیش کو ٹوکا اور کہا۔

"امیر المؤمنین نے آپ کو ہمارا سردار بنا کر بھیجا ہے آپ دشمن کے مقابلے میں پسپائی کیوں اختیار کر رہے ہیں؟"

www.abulhasanalinadwi.org

اس وقت تک صرف پندرہ مجاہدین شہید ہوئے تھے اور سکھ لشکر کو بے اندازہ جانی اور مالی نقصان پہنچ چکا تھا لیکن یہ للکار سن کر امیر جیش کے قدم رک گئے اور وہ جم کر مقابلہ کرنے لگے۔ انہوں نے ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ اپنے سے پچاس گنا لشکر پر ایسا شدید اور بھرپور حملہ کیا سکھ فوج دور تک پیچھے ہٹتی چلی گئی۔ اسی حملے میں وہ خود بھی جام شہادت نوش فرما گئے۔

امیر جیش کی شہادت کے بعد غازیوں نے آگے بڑھنا چاہا مگر ان کے ایک ساتھی اکبر خاں بھیلہ دار نے یہ کہہ کر روک دیا کہ "اسی میدان میں آخری فیصلہ نہیں ہوگا۔ اب واپس چلو، انشاء اللہ پھر لڑیں گے۔" اس پر مجاہدین واپس ہونے لگے۔ مگر سکھوں پر ایسی وحشت طاری تھی کہ وہ اس مختصر سی جماعت کا تعاقب بھی نہ کر سکے۔ دریا کے کنارے پہنچ کر تمام مجاہدین نے نماز فجر ادا کی۔ اس معرکے میں کل ۸۲ مجاہدین شہید ہوئے جن میں ۳۶ ہندوستانی اور ۴۶ قندھاری تھے۔ اہل سرحد میں سے کسی کو شہادت نصیب نہ ہوسکی اور یہی اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ یہ لوگ خلوص نیت کے ساتھ شریک جہاد نہ تھے۔ قندھاری اور ہندوستانی زخمیوں کی تعداد تیس اور چالیس کے درمیان تھی۔ سکھ مقتولین کی تعداد سات سو سے ایک ہزار تک بیان کی جاتی ہے۔ زخمیوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

دشمن کے جانی و مالی نقصان اور جنگ اکوڑہ کے حاصل شدہ نتائج کے اعتبار سے یہ معرکہ مجاہدین کے لئے بڑا حوصلہ افزاء اور دشمن کے لئے حد درجہ ہمت شکن ثابت ہوا۔ اگر مجاہدین جوشِ شجاعت میں شبخون کے حدود سے تجاوز نہ کرتے تو یقیناً یہ معرکہ بہمہ وجوہ کامیاب ثابت ہوتا۔ کیونکہ جس وقت امیرِ لشکر اللہ بخش خاں دشمن پر کاری ضرب لگا کر واپسی کا عزم کر رہے تھے۔ اگر اسی وقت واپسی ہو جاتی تو شہداء کی تعداد صرف پندرہ تھی اور دشمن کو شدید جانی و مالی نقصان بھی پہنچ چکا تھا۔

اس کامیاب معرکے کے نتیجے میں اہلِ سرحد پر یہ اثر ہوا کہ لوگ جوق در جوق بیعتِ جہاد کرنے لگے اور چند ہی دنوں میں جماعت مجاہدین کی تعداد پانچ ہزار سے تجاوز کر گئی۔ چنانچہ خود سید صاحبؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مصلحتِ وقت کا تقاضا یہ ہوا کہ مجاہدین کی ایک جماعت کو راتوں رات دریا سے گزار کر شبخون کے لئے بھیجا جائے۔ چنانچہ اس جماعت نے ۲۰ر جمادی الاوّل ۱۲۴۲ھ کو حملہ کیا۔ رات کے آخری حصے میں دشمن پر جا گرے۔ توپیں اور بندوقیں معطل ہو گئیں اور تلواروں کی لڑائی ہوئی۔ بالجملہ مجاہدین کے لئے فتح

www.abulhasanalinadwi.org

کا ایک دروازہ کھل گیا۔"

مرکزِ جہاد

اس کامیابی کے بعد خوانین سمہ میں سے خادے خاں رئیس ہنڈ نے سید صاحبؒ کا خیر مقدم کرنے میں سبقت کی۔ اس کے بعد اشرف خاں رئیس زیدہ بیعت سے مشرف ہوا۔ اور اس طرح رجوع خلائق کا تانا بندھ گیا۔ لوگ جوق در جوق بیعتِ جہاد کرنے لگے اور سید صاحبؒ کے لشکر کی قلتِ تعداد اور بے سروسامانی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں جو شکوک وشبہات موجود تھے وہ جنگِ اکوڑہ کی کامیابی کے بعد ختم ہو گئے۔ خادے خاں نے بیعتِ جہاد کرنے کے بعد درخواست کی کہ مستقل طور پر ہنڈ کے مقام کو جماعت کا مستقر اور مرکزِ جہاد بنا لیا جائے۔ تاکہ اطمینان کے ساتھ وہاں بیٹھ کر آئندہ اقدامات کے لئے مناسب تیاری کی جاسکے۔

یہ مقام سرحد پر واقع ہونے کی وجہ سے اگرچہ مرکزِ جہاد کے لئے زیادہ موزوں نہ تھا لیکن سید صاحبؒ نے یہ دعوت محض اس لئے قبول فرمائی کہ جماعت مجاہدین کے لئے کسی نہ کسی مرکز کا ہونا ضروری تھا اور کسی دوسرے مقام کو مرکزِ جہاد بنانے کے لئے کہیں سے دعوت بھی نہ ملی تھی۔ پھر یہاں ایک مضبوط قلعہ تھا جسے مجاہدین کی حفاظت اور جنگی ضرورتوں میں استعمال کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ سید صاحبؒ اور جماعت مجاہدین کے قیام کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

موضع بازار تجویز ہوا جو ہنڈ کے مشرق میں ایک میل کے فاصلے پر لب دریا واقع تھا۔

جنگِ بازار

جب سید صاحبؒ جنگِ اکوڑہ کے زخمیوں کو مولوی عبدالقیوم اور سید امانت علی کی نگرانی میں نوشہرہ چھوڑ کر ہنڈ تشریف لے آئے تو اہلِ سرحد نے حضرو پر چھاپے کا منصوبہ پیش کیا۔ آپ نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس کا مقصد محض لوٹ مار تھا جو مقاصدِ جہاد سے مطابقت نہ رکھتا تھا لیکن اہلِ سرحد کے اصرار پر اس شرط کے ساتھ اجازت دے دی کہ کسی مسلمان کو اُن کے ہاتھ سے گزند نہ پہنچے۔ اس چھاپے میں تیس چالیس قندھاری مجاہدین بھی شریک ہوئے۔ رات کے ابتدائی حصّہ میں اہلِ سرحد کی ایک بڑی جماعت نے دریا کو عبور کیا۔ قندھاری مجاہدین نے پہلی فرصت میں سکھوں کی فوجی چوکی پر قبضہ کر لیا اور اہلِ سرحد حسبِ عادت منڈی کو لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ خود سید صاحبؒ کے اندازے کے مطابق اہلِ حضرو کے چار سو آدمی مارے گئے۔ طلوعِ سحر سے پہلے پہلے اہلِ سرحد لوٹا ہوا سامان اٹھا کر دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ قندھاری مجاہدین عقب سے دشمن کے حملے کو روکنے کے لئے اُن کے پیچھے رہے اور انہوں نے لوٹ مار میں کوئی حصّہ نہ لیا۔ آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا، سکھوں نے اچانک قندھاریوں پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے قریب کے ایک نالے میں

www.abulhasanalinadwi.org

مورچہ بناکر جوابی فائرنگ شروع کردی۔ اہلِ سرحد ان کا ساتھ دینے کے بجائے سامان اُٹھاکر دریا کی طرف دوڑے اور بہت سے افراتفری کے عالم میں سامان سمیت دریا میں کود پڑے جن میں سے خاصی تعداد غرق ہو گئی۔ جب سید صاحبؒ کو حالات کا علم ہوا تو تمام غازیوں کو ہمراہ لے کر دریا کے کنارے تشریف لے آئے اور خادے خاں کو حکم دیا کہ قندھاریوں کی امداد کے لئے اپنی ایک جماعت تیار کریں۔ سید انور شاہ امرتسریؒ کو اس جماعت کا امیر مقرر کیا۔ سید انور شاہؒ پچاس ساٹھ آدمیوں کو لے کر کشتی کے ذریعے دریا کے پار جا پہنچے اور اتنا شدید حملہ کیا کہ پانچ سو سکھوں کو مار بھگایا۔ لیکن جس وقت دریا کو پار کرنے کے لئے کشتیوں پر سوار ہونے لگے تو سکھوں نے پلٹ کر دوبارہ حملہ کر دیا۔ اس مرتبہ اُن کے پاس ہلکی توپیں بھی تھیں۔ جن کے گولے دریا کے پار موضع بازار کے کنارے پہنچ رہے تھے اور سید صاحبؒ بہ نفسِ نفیس تمام مجاہدین کے ساتھ لبِ دریا کھڑے ہوئے تھے۔ اور اس وقت تک تشریف فرما رہے جب تک تمام حملہ آور شکست کھا کر واپس نہ چلے گئے۔ تمام دن اسی کشمکش میں گزر گیا اور سید انور شاہ تمام غازیوں کے بعد دریا کو عبور کر کے مغرب کے وقت موضع بازار پہنچے۔

واپسی کے بعد خادے خاں نے اہلِ سرحد کو حکم دیا کہ تمام مالِ غنیمت ایک جگہ جمع کر دیں تاکہ سید صاحبؒ کی مرضی کے مطابق تقسیم کیا جائے مگر کچھ لوگوں

www.abulhasanalinadwi.org

نے تعمیلِ حکم سے روگردانی کی اور نوبت تلخ کلامی اور گرم گفتاری تک پہنچ گئی۔ سید صاحبؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے کہلا بھیجا کہ جو مال جس کے پاس ہے وہ اسی کے پاس رہنے دیا جائے۔ یہ دُوسرا تلخ تجربہ تھا جو ملکیوں کے بارے میں سید صاحبؒ کو حاصل ہوا۔

واقعۂ حضرو کے تین چار روز بعد تین ہزار سکھوں نے چھ توپوں کے ساتھ دوبارہ حملہ کرنا چاہا اور دریا کے کنارے جمع ہو گئے۔ سید صاحبؒ نے اشرف خاں زمیں ریدہ کی سرکردگی میں تمام مجاہدین کو شرکتِ جہاد کی اجازت دے دی۔ جب مجاہدین نے وسط دریا ہی سے سکھوں پر گولیاں چلانی شروع کر دیں تو ان کا جوش و خروش دیکھ کر سکھ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔

بیعتِ امامت

باقاعدہ شرعی جہاد کے لئے قیامِ امامت کا ہونا نہایت ضروری تھا اور شاہ اسماعیلؒ علماء و خوانین کے ساتھ اس مسئلے کے شرعی پہلوؤں پر برابر گفتگو کر رہے تھے۔ کیونکہ مولانا عبدالحئی صاحبؒ بیعتِ امامت کے بعد سرحد پہنچے تھے جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے بھی اس فیصلہ کو برضا و رغبت قبول کر لیا۔ غرض تفصیلی گفتگوؤں اور انتظامی پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد تمام علماء و خوانین نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعتِ امامت کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اس

www.abulhasanalinadwi.org

وقت سید صاحبؒ ہی سب کے نزدیک اس جلیل القدر منصب کے اہل تھے اور آپ میں امامت کی تمام شرطیں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ چنانچہ ۱۲ار جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۱ر جنوری ۱۸۲۷ء کو جمعرات کے دن ہنڈ کے شمالی تالاب کے کنارے ہندوستان و سرحد اور قندھار کے ہزاروں مسلمانوں نے جن میں علماء کرام، صوفیاء عظام، امراء و خوانین اور عوام و خواص سبھی شامل تھے۔ سید صاحبؒ کے دستِ حق پرست پر بیعتِ امامت کر لی اور آپ کا نام جمعہ کے خطبے میں پڑھا جانے لگا۔ گویا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت کے بعد مسلمانانِ عالم کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ انہیں ایک امیرِ عادل کے سایۂ عاطفت میں خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم کرنے اور ایک امام راشد کے جھنڈے تلے شرعی شروط و قیود کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر پدید

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ فرائض امامت کی بجا آوری کے لئے مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم نے اپنی کتاب شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک میں شاہ عبدالعزیزؒ کے قائم کئے ہوئے جن ادارات کا ذکر بایں طور کیا ہے:-

www.abulhasanalinadwi.org

"شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی نے اپنے بعد ایک شخص میں امامت
کی صلاحیت نہ پائی تو فرائض امامت کی بجاآوری کے لئے
دو بورڈ مقرر فرما دیئے۔ عسکری امور کے لئے سید احمد کو امیر،
مولانا عبدالحئیؒ اور شاہ اسماعیلؒ کو مشیر بنایا۔ اور تنظیمی امور کے
لئے شاہ محمد اسحاقؒ کو امیر اور شاہ محمد یعقوبؒ کو ان کا شریک
قرار دیا۔" (ص ۱۵۲، ص ۱۵۳)

ان کی کوئی حقیقت واصلیت نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت
شاہ عبدالعزیزؒ نے ابتداء ہی سے سید صاحبؒ کی ذات میں وہ تمام خوبیاں
اور کمالات دیکھ لئے تھے جو صلحاء اُمت کی قیادت وامامت کے لئے
ایک امیر راشد میں ہونے چاہئیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے خاندان
کی تمام قابلِ ذکر شخصیتوں مثلاً مولانا عبدالحئیؒ، شاہ اسماعیلؒ، شاہ محمد اسحٰقؒ
شاہ محمد یعقوبؒ اور مولانا محمد یوسف پھلتیؒ کو اپنی زندگی ہی میں سید صاحبؒ
کے حلقۂ ارادت میں داخل کر دیا تھا جس کی تفاصیل گذشتہ اوراق میں
گزر چکی ہیں، ان کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ مولانا عبیداللہ سندھی
کے بیان کردہ ادارات یا عسکری اور تنظیمی بورڈ محض مولانا کے دماغ
کی اختراع ہیں جن کا کوئی تاریخی وجود نہیں ہے یا ایسے مفروضات
ہیں جن کا مدار سراسر قیاس پر ہے اور مولانا کی اس دلی خواہش پر کہ

www.abulhasanalinadwi.org

ایسا ہونا چاہیئے تھا۔

مرکز جہاد کے تعین اور بیعتِ امامت کے بعد لوگوں نے گروہ در گروہ اور فوج در فوج بیعتِ جہاد شروع کردی اور بڑے بڑے خوانین و رؤسا اور سردارانِ قبائل سید صاحبؒ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گئے۔ سردارانِ پشاور میں سے سلطان محمد خاں اور سید محمد خاں پہلے ہی بیعت کر چکے تھے۔ لوگوں کے رجوعِ عام کے بعد یار محمد خاں اور پیر محمد خان کی طرف سے بھی اطاعت و فرماں برداری کے پیغامات موصول ہوئے۔ مخلصین نے ان دونوں کی اطاعت کو موقع پرستی اور مکروفریب پر مبنی قرار دیا۔ لیکن سید صاحبؒ کے پاس ان کی پیش کش کو رد کرنے کے لئے کوئی وجہ موجود نہ تھی۔ وہ ہر اس شخص اور گروہ کی بیعت لینے اور اعانت قبول کرنے پر مجبور تھے جو اس مقصد کے لئے پیش قدمی کرتا۔ اس کے علاوہ بعض سرداروں کی اطاعت قبول کرنے اور بعض کی رد کر دینے میں اُن کی طرف سے لوگوں کے تعاون میں رخنہ انداز ہونے بلکہ سکھوں سے مل کر جماعت مجاہدین کو نقصان پہنچانے کا قوی اندیشہ تھا۔

اندریں حالات سید صاحبؒ کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ اطاعت کیشی کی کسی درخواست اور امداد و اعانت کی کسی پیش کش کو رد کر دیتے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اتمام پر پہنچائے گا۔ اس کا اپنا ارشاد ہے "کذالک حق علینا نصر المومنین" اور دین محمدی کو اپنے دعوے کے مطابق تمام ادیان پر غلبہ عطا کرے گا۔ لیکن جو شخص اپنی جان اس معرکے میں حاضر کرے گا وہ سعادتِ جاودانی پائے گا اور جو آج اس مقدمے میں سستی کرے گا وہ قیامت کے دن افسوس و ندامت میں مبتلا ہوگا۔"

بیعتِ امامت کے بعد کم و بیش دو ماہ کی مدت میں جماعت مجاہدین کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہو گئی۔ اس بڑی تعداد کی فراہمی میں زیادہ حصہ فتح خاں پنجتاری، اشرف خاں رئیس زیدہ اور خادے خاں رئیس ہنڈ کا تھا۔ ان کے علاوہ امیر احمد خاں باجوڑی کی کوششیں بھی قابلِ قدر تھیں۔

غرض مارچ ۱۸۲۷ء کے پہلے ہفتے میں سید صاحبؒ جماعتِ مجاہدین کو لے کر نوشہرہ پہنچ گئے جہاں سے بدھ سنگھ کے لشکر پر حملہ کرنے کا منصوبہ تھا۔ سکھ لشکر اکوڑہ سے چار میل جنوب میں شیدو کے مقام پر خیمہ زن تھا اور اس کی تعداد تیس پینتیس ہزار سے کسی طرح کم نہ تھی۔ لشکر اسلام کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ تھی۔ تمام خوانین و سردارانِ سرحد مقامی رسم و رواج کے مطابق اپنے اپنے مخصوص نشانات لئے ہوئے تھے جن

www.abulhasanalinadwi.org

غدر و خیانت کے جو واقعات آگے چل کر پیش آئے ان کا اندازہ پیش از وقت کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر انہی بیعت کنندگان میں اشرف خاں رئیس زیدہ، فتح خاں پنجتار، ارباب بہرام خاں اور گدڑی شہزادہ جیسے مخلصین بھی شامل تھے، جنہوں نے زندگی کے آخری دم تک حقِ رفاقت اور عہدِ وفا نبھایا اور بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے میں دریغ نہ کیا۔

دعوتِ عام تمام خوانین اور سردارانِ سرحد سے صلاح و مشورہ کے بعد طے پایا کہ متحدہ قوت کے ساتھ سکھوں پر ضرب کاری لگائی جائے۔ چنانچہ اشرف خاں اور خادے خاں نے اپنے اپنے حلقوں میں تحریکِ جہاد کو منظم کیا۔ دوسری طرف سید صاحبؒ نے تمام امراء و سلاطین کو دعوتی خطوط اور سفارتیں روانہ کیں اور ہندوستان کے مخلص دوستوں کو خطوط لکھے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

"کام کا وقت سر پر آپہنچا، پس ہر راسخ الاعتقاد مومن اور ہر اطاعت گزار مسلم کے لئے لازم ہے کہ جس طور بھی ممکن ہو فقیر کے پاس پہنچ کر جماعتِ مجاہدین میں منسلک ہو جائے۔ اگرچہ حق جل وعلا اپنی قدرتِ کاملہ سے خود اس مقدمے کو منزلِ

www.abulhasanalinadwi.org

کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ یہ اسلام کی قوت و طاقت کا اتنا شاندار مظاہرہ تھا جس کو دیکھنے کے لئے صدیوں سے آنکھیں ترس رہی تھیں۔ اگر اس متحدہ قوت کے ساتھ باطل سے ٹکر لی جاتی اور غدر و خیانت کے وہ افسوس ناک واقعات رونما نہ ہوتے جنہوں نے سید صاحبؒ کی تحریکِ جہاد کو زبردست نقصان پہنچایا تو آج برصغیر ہند و پاکستان کی تاریخ بالکل مختلف ہوتی۔

معرکۂ شیدو بیعتِ امامت کے بعد سکھوں کے ساتھ جماعتِ مجاہدین کی یہ پہلی جنگ تھی جس میں رو در رو مقابلہ ہوا اور اہلِ سرحد سکھوں کے مقابلے کے لئے میدان میں نکلے۔ شیدو، اکوڑہ سے چار میل جنوب میں صوبہ سرحد کا مشہور گاؤں ہے جس سے کچھ فاصلے پر دریائے لنڈے بہتا ہے۔ گاؤں کی مغربی سمت میں ڈیڑھ میل پر خشک کی پہاڑیاں ہیں۔ سکھوں کی لشکر گاہ گاؤں کے جنوب مغرب میں تھی۔ دریا کے مغربی کنارے اکوڑہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک کھلے میدان میں جو قدرے نشیب میں واقع تھا۔ سید صاحبؒ کی جماعت خیمہ زن ہو گئی۔ نوشہرہ سے لشکر گاہ کا فاصلہ اگرچہ چھ میل سے کم نہ ہو گا لیکن نوشہرہ قدرے بلندی پر واقع ہے اور لشکر گاہ نشیب میں تھی اس لئے وہاں سے لشکر گاہ کا منظر صاف نظر آتا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

زہر خورانی جس وقت سے لشکر خیمہ زن تھا تھا سید صاحبؒ کے لئے دونوں وقت کا کھانا اور پھل وغیرہ یار محمد خاں کے یہاں سے آتے تھے۔ اگلے روز صبح کو لشکر کشی کا فیصلہ ہُوا۔ رات کے کھانے میں کھچڑی اور گنڈیریاں آئی تھیں۔ آپ نے تھوڑی سی کھچڑی تناول فرمائی اور چند گنڈیریاں چوسیں۔ کچھ دیر بعد طبیعت بگڑ گئی، غشی پر غشی طاری ہونے لگی، متعدد بار قے ہوئی۔ رات بھر طبیعت بہت زیادہ خراب رہی۔ رات کے آخری حصے میں لڑائی کی تیاری کا نقارہ بجا اور مولانا اسماعیلؒ اجازت طلبی کے لئے آپ کے خیمے میں تشریف لائے تو آپ کو بے ہوش پایا۔ جب ذرا افاقہ ہُوا تو لشکر کی تیاری کی اطلاع دی۔ سید صاحبؒ نے اس حالت میں بھی جب کہ بار بار بے ہوش ہو جاتے تھے شرکتِ جہاد سے محروم رہنا گوارا نہ کیا۔ آپ کو بمشکل تمام اس ہاتھی پر سوار کیا گیا جو یار محمد خاں نے آپ کی سواری کے لئے بھیجا تھا۔ مولانا اسماعیلؒ آپ کے ساتھ بیٹھے کیونکہ طبیعت بہت زیادہ خراب تھی۔

صف آرائی یار محمد خاں اور اُس کے دونوں بھائی سلطان محمد خاں اور پیر محمد خاں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ اس ترتیب سے کھڑے ہوئے تھے کہ یار محمد خاں کا لشکر خٹک کی پہاڑیوں کے دامن میں سکھوں کی لشکر گاہ کی طرف رُخ کئے ہُوئے تھا۔ اس کی بائیں جانب

www.abulhasanalinadwi.org

سلطان محمد خاں کا لشکر تھا اور سلطان محمد خاں کے بائیں ہاتھ پر پیر محمد خاں کی فوج تھی۔ پیر محمد خاں کی بائیں جانب فتح خاں پنجتاری، خادے خاں، اشرف خاں، امیر احمد خاں باجوڑی اور دوسرے خوانین سمہ کے لشکر تھے اور سید صاحبؒ کی جماعت بھی ان کے ساتھ تھی۔ گویا پورا لشکر پہاڑیوں کے دامن سے دریا کے کنارے تک ہلالی شکل میں صف بستہ تھا۔ یار محمد خاں کی کنارہ گیری کو دیکھ کر بعض خوانین سمہ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس کے دل میں کھوٹ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی فوج پہاڑ کے دامن میں بالکل آخری کنارے پر رکھی، تاکہ راہِ فرار اختیار کرنے میں کوئی دوسرا لشکر مزاحم نہ ہو سکے۔ پھر دونوں بھائیوں سلطان محمد خاں اور پیر محمد خاں کے لشکر اس کی بائیں جانب تھے تاکہ یہ دونوں بھی بروقت اس کی پیروی کر سکیں اور اس طرح لشکرِ اسلام کی صف آرائی آسانی کے ساتھ درہم برہم کی جا سکے۔

فتح کے بعد شکست

سکھوں کی فوج اور اسلامی لشکرگاہ کے درمیان ایک خشک نالہ حدِ فاصل کے طور پر تھا۔ اسی نالے میں سکھوں کے کچھ دستوں نے آگے بڑھ کر مورچے قائم کر لئے تھے۔ لڑائی شروع ہوتے ہی ان مورچوں سے گولیاں برسنے لگیں اور لشکرگاہ سے توپوں کے گولے آنے شروع ہو گئے۔ ادھر سلطان محمد خاں، پیر محمد خاں، فتح محمد خاں پنجتاری اور دوسرے مجاہدین جو گھوڑوں پر سوار

www.abulhasanalinadwi.org

تھے۔ بجلی کی سی سرعت کے ساتھ مورچوں پر حملہ آور ہوئے۔ دوسری طرف امیر احمد خاں باجوڑی نے سید صاحبؒ سے اجازت لے کر پانچ سو سواروں اور پیادوں کے ساتھ اگلے مورچوں پر حملہ کیا اور پہلی ہی یورش میں نالے کے تمام مورچے فتح ہو گئے۔ بہت سے سکھ مارے گئے اور باقی نے راہِ فرار اختیار کی۔ اس پوری یورش میں یار محمد خاں اپنے دستۂ فوج کے ساتھ لشکر کے انتہائی کنارے پر خاموش کھڑا رہا۔ اس کے کسی سپاہی نے نہ لڑائی میں حصّہ لیا نہ اپنی جگہ سے حرکت کی۔ کچھ سکھوں نے اگلے مورچوں سے بھاگ کر ایک اوٹ میں پناہ لی تو غازیوں نے وہاں پہنچ کر ان کا صفایا کرنا شروع کر دیا۔ اسی اثنا میں گدڑی شہزادہ، جس کا لشکر شیدو میں تھا اپنے دستۂ فوج کے ساتھ راستے کی ہر رکاوٹ کو ہٹاتا ہوا سکھوں کی لشکر گاہ میں جا پہنچا۔ اِدھر غازیانِ سمہ پہلے ہی لشکر گاہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سکھ فوجوں پر سراسیمگی طاری ہو گئی۔ ان کی توپیں بند ہو گئیں اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ جماعت مجاہدین کی فتح و کامرانی کے آثار بالکل نمایاں تھے بلکہ ایک شخص نے تو سید صاحبؒ کو فتح کی مبارک باد بھی دے دی تھی۔

عین اس وقت یار محمد خاں نے اپنے لشکر سمیت اچانک راہِ فرار اختیار کی، اس کے پیچھے پیچھے سلطان محمد خاں اور پیر محمد خاں کے لشکر بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ خوانین سمہ کی مختلف ٹولیوں نے جب تین بڑے لشکروں کو

www.abulhasanalinadwi.org

بھاگتے ہوئے دیکھا تو ان میں بھی بہت سوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ جب آگے بڑھے ہوئے غازیوں نے گریز و فرار کا یہ نقشہ دیکھا تو انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ سکھ لشکریوں نے اہلِ سمہ اور درانیوں کا تعاقب کیا اور اس پسپائی میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے۔ صرف گدڑی شہزادہ اپنے ساتھیوں سمیت آخردم تک لڑتا رہا۔ لشکرگاہ سے ہٹ کر گاؤں میں مورچہ قائم کر لیا اور یہ بہادر مجاہد قدم قدم پر مقابلہ کرتا ہوا اپنے ایک ایک ساتھی کے ساتھ جامِ شہادت نوش کر گیا اور دو ماہ پیشتر سید صاحبؒ کے ساتھ کیا ہوا یہ عہد پورا کر دیا کہ "آخردَم تک آپ کا ساتھ دوں گا اور آپ کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گا۔"

یار محمد خاں کی غدّاری

یار محمد خاں کی غداری کے بارے میں دو روایتیں مشہور ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب سکھوں کے لشکر سے توپ کا ایک گولہ اس کے لشکر پر آکر پڑا اور کئی سوار اڑ گئے تو وہ فوراً بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ دو آدمی اس کے لشکر سے سکھوں کے لشکر کی طرف گئے اور بات چیت کر کے لوٹ آئے۔ ان کے واپس آتے ہی یار محمد خاں نے باگ اٹھائی اور چُپ چاپ چل دیا۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی بھی درست ہو، یہ حقیقت ہے کہ اس کی حرکت سے جیتی ہوئی جنگ کی بازی شکست میں بدل گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحبؒ کو زہر دینے اور یار محمد خاں کی سکھوں کے ساتھ خفیہ ساز باز کے واقعات اتنے صاف اور واضح ہیں کہ ان پر کسی قسم کی تاویل و توجیہ کا پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ زہر خورانی کے واقعے کا ذکر خود سید صاحبؒ اور شاہ اسماعیلؒ کے مکاتیب میں بصراحت موجود ہے اس کے علاوہ یار محمد خاں کے جن ملازمین نذر محمد اور ولی محمد نے زہر دیا تھا ان کی اس حرکت سے تمام اہلِ سرحد اور جماعت کے لوگ بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ دو مرتبہ لوگوں نے انہیں پہچان کر سزا دینے کے لئے گرفتار کرلیا مگر سید صاحبؒ نے دونوں مرتبہ چھوڑ دیا۔ خود رنجیت سنگھ کے روزنامچے میں جو بعد میں "عمدۃ التواریخ" کے نام سے چھپا، سید صاحبؒ کو زہر دینے اور یار محمد خاں کی خفیہ ساز باز کے بارے میں ناقابلِ تردید شہادت موجود ہے اس میں لکھا ہے:-

"اٹک پار کے لوگوں کا بیان ہے کہ جب جنگ کی آگ بھڑکی تو یار محمد خاں نے رنجیت سنگھ کے ساتھ ربط و اتحاد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سید صاحبؒ کو زہر دے دیا اور خود بھاگ نکلنے کی ٹھان لی۔ اس کا لشکر بھی ساتھ ہی فرار ہوگیا۔"

(عمدۃ التواریخ دفتر دوم ص۳۴۱)

البتہ سلطان محمد خاں اور پیر محمد خاں کے بارے میں حالات و قرائن یہی

www.abulhasanalinadwi.org

ظاہر کرتے ہیں کہ یہ دونوں خفیہ ساز باز اور زہر دینے کے واقعات سے بالکل بے خبر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان دونوں نے سکھوں کے اگلے مورچوں پر جماعت مجاہدین کے ساتھ بھرپور حملہ کیا اور جب تک یار محمد خاں نے راہِ فرار اختیار نہ کی یہ دونوں پورے جوش وخروش کے ساتھ معروفِ پیکار رہے۔ لیکن جب یار محمد خاں بھاگ نکلا تو انہوں نے بھی اس کی پیروی کی مگر اس میں تنہا یہی دونوں شریک نہ تھے بلکہ دوسرے خوانین وسرداران سرحد بھی ہمرکاب تھے اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ یار محمد خاں تمام سرداران سرحد کا سرخیل اور ایک ذی حیثیت سردار تھا۔ سکھوں کے ساتھ اس گھمسان کی لڑائی میں کم وبیش چھ ہزار مجاہدین شہید ہوئے اور خونِ شہداء کی یہ ارزانی محض یار محمد خاں کے غدر وخیانت کے باعث ہوئی۔

جماعتِ مجاہدین کی بے سروسامانی

دورانِ جنگ سید صاحبؒ پر بار بار غشی طاری ہو رہی تھی اس لئے مولانا اسماعیلؒ آپ کی سواری کے ہاتھی کو میدانِ جنگ سے کچھ فاصلے پر لے گئے۔ جب درانیوں اور اہلِ سرحد نے راہِ فرار اختیار کی تو مہاوت نے مسلمانوں کی شکست کی اطلاع دی جس پر مولانا کو بمشکل یقین آیا کیونکہ وہ سید صاحبؒ کی سواری کو فتح کے آثار ظاہر ہونے کے بعد میدانِ جنگ سے ہٹا کر لائے تھے۔ یار محمد خاں کے ذریعے سکھوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

علم ہو چکا تھا کہ سید صاحبؒ ہاتھی پر سوار ہیں۔ اسی لئے انھوں نے دور تک تعاقب کیا۔ آخر مولانا اسمٰعیلؒ نے سید صاحبؒ کو ایک گھوڑے پر سوار کرا کے چند ہمراہیوں کے ساتھ سر کے گھاٹ کی طرف روانہ کر دیا اور خود باقی جمعیت کے ساتھ اسی ہاتھی پر سوار رہے تاکہ سکھ سید صاحبؒ کے دھوکے میں ان کا تعاقب کرتے رہیں اور سید صاحبؒ عافیت و سلامتی کے ساتھ کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔ سید صاحبؒ دور نکل گئے تو آپ بھی ہاتھی سے اُتر کر دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پشاور کی طرف پیدل روانہ ہو گئے۔

سید صاحبؒ چند ساتھیوں کے ساتھ مذکورہ گھاٹ پر پہنچے تو دریا پار کرنے کے لئے وہاں صرف ایک کشتی تھی اور قرب وجوار کے لوگ سکھوں کی لوٹ مار اور غارت گری کے خوف سے جلد سے جلد دریا پار کرنا چاہتے تھے۔ لوگوں کی نفسا نفسی کا یہ عالم تھا کہ سید صاحبؒ کو کشتی پر سوار کرنا دشوار ہو گیا۔

اسی اثناء میں اشرف خاں رئیس زیدہ پہنچ گیا اور آتے ہی نیزہ تان کر کشتی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ تب جا کر سید صاحبؒ اور ان کے ساتھی دریا کو پار کر کے باٹرے پہنچے۔ یہاں تک آپ کی حالت اتنی خراب ہو چکی تھی کہ گھوڑے پر سوار ہو کر سفر جاری رکھنا ناممکن تھا۔ آخر چارپائی پر لٹا کر باقی سفر پورا کیا گیا۔

باٹرے سے روانہ ہو کر گوجر گڑھی پہنچے۔ یہاں کے لوگوں نے شب بسری

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے باصرار روک لیا۔ مولانا اسمٰعیلؒ اپنے ساتھیوں سمیت بابڑے ہی میں آکر مل گئے تھے۔ کیونکہ جب آپ پشاور پہنچے تو سلطان محمد خاں نے کہلا بھیجا کہ یار محمد خاں کو آپ لوگوں سے سخت عداوت ہے۔ لہٰذا آپ یہاں سے جلد روانہ ہو جائیں۔

غرض بابڑے کے بعد باقی سفر مولانا اسمٰعیلؒ اور سید صاحبؒ نے ساتھ ساتھ کیا۔ جب یہ بے سروسامان قافلہ سرخ ڈھیری پہنچا تو وہاں کے ملک فیض اللہ خاں نے سید صاحبؒ کی چارپائی اٹھانے کے لئے بارہ[۱۲] آدمی ساتھ کر دیئے۔ وہاں سے باغ اور باغ سے چنگلئی پہنچے۔ یہاں سید صاحبؒ اور دوسرے مجاہدین کے لئے کچھ مکانات حاصل کر لئے گئے اور بہت سے لوگ مسجدوں کے حجروں میں ٹھہر گئے۔ پنجتار اور تورو کے مجاہدین کو بھی یہیں بلا لیا گیا تھا۔ بعد میں نوشہرہ سے بھی جنگ بازار اور معرکۂ شبخون کے زخمیوں اور ان کے تیمار داروں کی جماعت کے لوگ اور وہ غازی جو جنگ شیدو کی ہزیمت کے بعد نوشہرہ پہنچ گئے تھے چنگلئی کے مقام پر اکٹھے ہو گئے اور غازیوں کی مختلف ٹولیاں کئی روز تک پہنچتی رہیں۔ بقیۃ السیف مجاہدین کی تعداد دو سو تک پہنچی جب کہ ہندوستانی اور قندھاری مجاہدین کی اصل تعداد آٹھ سو کے قریب تھی۔ گویا چھ سو ہندوستانی اور قندھاری مجاہدین شہید ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جنگِ شیدو کی ہزیمت کے بعد جماعت مجاہدین کا وہ لشکرِ جرار جس کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر گئی تھی، دو سو افراد کے ایک لٹے ہوئے بے سروسامان قافلے کی صورت میں باقی رہ گیا اور یہ سب کچھ یار محمد خاں اور اس کے ساتھیوں کی خیانت و غداری کے سبب پیش آیا۔ تمام مجاہدین مختلف ٹولیوں میں اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ انتہائی بے سروسامانی اور عسرت و ناداری کی حالت میں کئی کئی دن کے فاقوں سے پیدل چل کر بہ ہزار دِقت و پریشانی چنگلئی پہنچے۔ بیشتر مقامات پر لوگوں نے ٹھہرانے اور کسی قسم کی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کیونکہ اس طرح انہیں سکھوں اور درانیوں کے قہر و غضب کا نشانہ بننے کا اندیشہ تھا اور تو اور جب سید صاحبؒ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ عالمِ غشی میں دریا پار کرنے کے لئے سر کے گھاٹ پر پہنچے تو مقامی باشندے اس میں بھی مزاحم ہوئے اور عملاً ایسے حالات پیدا کرنے چاہے کہ سید صاحبؒ دریا پار کرنے سے پیشتر ہی گرفتار کر لئے جائیں۔ حالانکہ ایک دن پہلے ہی یہ لوگ اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرتے تھے۔

صبر و استقامت چنگلئی پہنچنے کے بعد آٹھ روز تک سید صاحبؒ پر غشی کے دورے پڑتے رہے۔ آٹھ روز کے بعد حالت سنبھلی تو مجاہدین کی مختلف جماعتوں سے ان کے ابتلاء و آزمائش

www.abulhasanalinadwi.org

کے حالات سُنے اور یار محمد خاں اور سردارانِ سرحد کی بے وفائی اور زہر خورانی کے واقعات کا علم ہُوا تو فرمایا :-

"یہ جو کچھ حال ہم پر اور سب بھائیوں پر گزرا، کچھ جنابِ باری میں ہم لوگوں سے خطا اور بے ادبی ہوئی ہے، اسی کا یہ بدلہ ہے اور یہ بھی ایک امتحان تھا۔ حق سبحانہٗ تعالےٰ ہم کو اور ہمارے مجاہدین بھائیوں کو ثابت قدم رکھے اور ہماری تکلیفوں کو راحت سے بدل دے اور ان لوگوں نے جو ہم کو زہر دیا سو یہ بھی حکمتِ الٰہی سے خالی نہیں یہ بھی ایک سُنّت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہم سے ادا ہُوئی۔"

یہاں پہنچ کر عسرت و ناداری اور فاقہ کشی کا یہ عالم ہُوا کہ ہر مجاہد کے حصّے میں بمشکل مٹھی بھر جوار آتی تھی جسے پیس کر روٹیاں پکا کر کھا لیتے تھے۔ جب یہ بھی میسّر نہ آتی تو جنگل کی طرف نکل جاتے اور درختوں کے ایسے پتّے جو کھانے میں بدمزہ نہ ہوتے توڑ لاتے اور اُنہیں پانی میں جوش دیکر جب وہ گل جاتے تو نمک ملا کر کھا لیتے تھے۔ پھر ناسازگاریٔ آب وہوا کے باعث بیشتر مجاہدین یہاں آکر بیمار ہو گئے اور دن میں دو، دو، تین، تین اموات ہونے لگیں۔ بیماروں کے علاج معالجے کے لئے بھی جنگلی جڑی بُوٹیوں کے علاوہ کوئی دوا دارو میسّر نہ تھی۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

سینکڑوں غازیوں میں بمشکل چھ سات تندرست باقی بچے تھے وہ بھی دن رات بیمار مجاہدین کی تیمارداری میں لگے رہتے تھے۔ لیکن ابتلاء و آزمائش کی ان سخت گھڑیوں میں بھی یہ صبر و شکر کے مجسمے راضی برضا تھے۔ نہ کسی کی زبان پر حرفِ شکایت آیا۔ نہ کسی کے پائے ثبات میں لغزش پیدا ہوئی۔ یہ تھی وہ قدوسی جماعت جس نے سرزمینِ ہندو پاکستان میں جب کہ یہاں بیرونی تسلط اور سراسر غیر اسلامی بلکہ کافرانہ نظام قائم ہو چکا تھا۔ کفر کی طاغوتی قوتوں سے بر سرِ میدان ٹکر لے کر مسلمانوں کے جوشِ جہاد اور جذبۂ آزادی کو بیدار کرنے اور اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔

بونیر و سوات کے علاقوں میں دعوتِ جہاد

یار محمد خاں کی غداری کے سبب جنگ شیدو میں مجاہدین کی ہزیمت و بے سر و سامانی کے بعد کم و بیش ایک ماہ تک چنگلئی میں قیام کرنے کے بعد سید صاحبؒ غازیوں کی ایک جماعت کے ساتھ بونیر و سوات کے علاقوں میں دعوتِ جہاد کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ جو غازی ابھی تک صحت یاب نہیں ہو سکے تھے ان کی دیکھ بھال کے لئے شیخ ولی محمد پھلتی کو مقرر کیا اور ہدایت فرمادی کہ جو لوگ تندرست ہوتے جائیں انہیں ہمارے پاس بھیجتے رہیں۔ سید صاحبؒ نے چنگلئی اور وادئ چملہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

درمیانی پہاڑ کو عبور کر کے امبیلہ، ناواگئی اور کوگا کے مقامات سے گزر کر ایک پہاڑی راستے کو عبور کیا اور بونیر کے علاقے میں تختہ بند کے مقام پر قیام فرمایا۔ راستے میں جہاں جہاں سے گزرے عوام و خواص نے بڑی تعداد میں بیعت کی۔ مولانا شاہ اسماعیلؒ اور شیخ سعدالدین پھلتیؒ تختہ بند پہنچ کر بیمار ہو گئے۔ انہیں بحالیٔ صحت کے لئے وہیں چھوڑا اور خود جماعت کو لے کر وادیٔ سوات کی طرف روانہ ہو گئے۔ تورسک، باجوڑ، ناواگئی اور ہری کوٹ ہوتے ہوئے مقانے کے مقام پر قیام فرمایا۔ یہاں بھی خوانین و عوام نے بہت بڑی تعداد میں بیعت کی۔ دو دن قیام فرمانے کے بعد دریائے سوات کو عبور فرما کر چکدرہ پہنچے۔ یہاں بھی دو روز قیام فرمایا، عوام و خواص سے بیعت جہاد لی۔ یہاں سے روانہ ہو کر اوچ اور اوچ سے کوٹی گرام تشریف لائے اور ۱۲۴۳ھ میں عید الفطر کی نماز اسی مقام پر ادا فرمائی۔

مولانا محمد یوسف پھلتی کی وفات

مولانا محمد یوسف پھلتیؒ اوچ کے مقام پر ہی بیمار ہو گئے تھے۔ لیکن خود مولانا کو اور سید صاحبؒ کو ایک دوسرے کی رفاقت حد سے زیادہ عزیز تھی اور آپ ہی سید صاحبؒ کے معتمد خاص اور لشکر اسلام کے خزینہ دار اور لشکری رسد کے ناظم اعلیٰ تھے۔ اس لئے بیماری کی حالت میں بھی آخر دم تک ساتھ رہے۔ کوٹی گرام ہی کے دوران قیام ہندوستان سے

www.abulhasanalinadwi.org

غازیوں کا پہلا قافلہ پہنچا جس سے جماعتِ مجاہدین کی تعداد اور قوت میں اضافہ ہوا۔ آپ عید کے بعد سوات کے بالائی علاقوں کا دورہ فرما رہے تھے۔ ایک مقام پر جب کہ آپ قریب کی دو بستیوں کے مخالف گروہوں میں مصالحت کی کوشش فرما رہے تھے کسی نے آکر خبر دی کہ مولانا محمد یوسف پھلتیؒ سخت تکلیف میں ہیں۔ آپ نے فرمایا :-

"خدا سے دُعا کرو اور ان کی خدمت میں حاضر رہو۔

لوگوں کے کہنے سُننے پر قریب کی بستی میں جہاں دو تین آدمی طبابت کرتے تھے، مولانا کو علاج کی غرض سے چار پائی پر لے جانے کی اجازت دے دی اور خود گفتگوئے مصالحت میں شریک رہے۔ جس عزیز ترین رفیق و معتمد کی جدائی بیماری کی حالت میں بھی گوارہ نہ تھی اس کا آخری وقت ہے اور تکلیف کی شدت کی اطلاع ملتی ہے۔ ظاہر ہے قلب پر کیا کچھ نہ گزری ہوگی؟ لیکن مسلمانوں کے دو مخالف گروہوں کے مابین گفتگوئے مصالحت کو درمیان میں چھوڑ کر اُٹھنا پسند نہ فرمایا۔ یہ تھا وہ جذبۂ اخلاص و للہیت جس کے تحت ان نفوسِ قدسی نے اللہ کی رضا جوئی اور اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی ہر متاعِ عزیز کو قربان کر دیا تھا۔

قریب کی بستی میں پہنچتے پہنچتے مولوی صاحبؒ کی حالت غیر ہوگئی اور زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ انہوں نے جلد سے جلد سید صاحبؒ کی

www.abulhasanalinadwi.org

خدمت میں پہنچنے کی خواہش کی تاکہ آخری بار شرفِ زیارت حاصل کر سکیں. مگر یہ آرزو پوری نہ ہوئی اور واصل بحق ہو گئے۔ جب سید صاحبؒ کو یہ اندوہناک خبر ملی تو آپ اسی مسجد میں تشریف فرما تھے جہاں گفتگوئے مصالحت جاری تھی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرمایا :۔

"یہ دنیا بڑی سخت جگہ ہے جو یہاں سے ثابت قدم گیا، وہی خوش نصیب ہے"۔

یہ واضح اشارہ تھا کہ مولانا اس دُنیا سے ثابت قدمی کی حالت میں تشریف لے گئے. اہلِ پکلی میں سے چند اشخاص کو میت لانے کے لئے بھیجا۔ اُس بستی کے لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں کے قبرستان میں ایک بہت بڑے بزرگ دفن ہیں، اگر اجازت ہو تو ان کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔

"ہمارے مولوی صاحبؒ خود بہت بڑے ولی اللہ تھے ان کو میت کو یہیں لے آئیے"۔

میت آگئی تو غسل و کفن کے بعد سید صاحبؒ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور مولانا شاہ اسماعیلؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا :

"مولوی یوسفؒ لشکرِ اسلام کے قطب تھے. آج یہ لشکر اپنے قطب سے خالی ہو گیا"۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولوی صاحبؒ کی تدفین سے فارغ ہوکر سید صاحبؒ اپنے رفقاء کے ساتھ دعوتِ جہاد کی مہم پر روانہ ہو گئے اور تین روز منگورہ کے اخوند میر کے یہاں قیام فرماکر منگلورہ ہوتے ہوئے چار باغ پہنچے۔ یہیں اطلاع ملی کہ مولانا عبدالحئی صاحبؒ کا قافلہ چکدرہ پہنچ گیا ہے۔ آپؒ نے اپنی خاص سواری ان کے لئے بھیج دی اور خود بھی لبِ دریا تک استقبال کے لئے تشریف لے گئے۔ چار باغ میں بقرعید کا چاند نظر آگیا اور یہیں سے مراجعت کا قصد فرمایا اور ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو پنجتار واپس پہنچ گئے۔ جو مجاہدین یہاں بحالی صحت کی غرض سے فروکش تھے انہوں نے اور فتح خاں پنجتاری نے بستی سے باہر نکل کر استقبال کیا۔

دورۂ سوات کے نتائج و اثرات

وادیٔ سوات کے اس وسیع دورے کے بہترین نتائج و ثمرات مرتب ہوئے۔ مسلمانوں میں دینی حمیت، اتباعِ سنت اور اتفاق و اتحاد کا جذبہ پیدا ہوا۔ ان کی جو قوتیں باہمی اختلافات اور خانہ جنگیوں میں صرف ہو رہی تھیں قیامِ مرکزیت اور اقامتِ جہاد کے اعلیٰ مقاصد کے لئے وقف ہوگئیں۔ اس دورے کی افادیت اور کامیابی کے بارے میں خود سید صاحبؒ کے تاثرات جن کا اظہار انہوں نے یقین اللہ شاہ لکھنوی کے سامنے کیا، یہ تھے:۔

www.abulhasanalinadwi.org

"مقفیر منے یوسف زئی کے مختلف اضلاع مثلاً چملہ، بونیر اور سوات کا دورہ کیا اور ان بستیوں کے مومنوں اور مسلمانوں کو بالمشافہ اقامتِ جہاد اور ازالۂ فساد کی ترغیب دی۔ افغانوں کے متعدد گروہوں مثلاً آفریدیوں، مہمندوں، خلیلوں وغیرہ کو دعوت نامے بھیجے اور اس سعادتِ عظمیٰ کے حصول اور اس عبادتِ کبریٰ کی بجاآوری پر متوجہ کیا۔"

ہزارے میں جہادی سرگرمیاں

وادیٔ سوات کے کامیاب دورے سے واپسی پر جماعتِ مجاہدین کی حالت کافی سنبھل گئی تھی۔ ہندوستان سے غازیانِ اسلام کے جو تازہ دم قافلے آرہے تھے اُن کی آمد اور شمولیت سے لشکر کی قوت و طاقت میں برابر اضافہ ہو رہا تھا اور ان کی عسرت و تنگدستی بھی بڑی حد تک دور ہو گئی تھی۔ اُدھر یوسف زئی کے تمام قبیلے امداد و اعانت اور رفاقت کے لئے ہمہ تن تیار تھے۔ دوسری طرف افغانستان کے غلزئی رؤسا بھی حاضرِ خدمت ہو کر یا تحریری طور پر ہر قسم کے تعاون کا یقین دلا چکے تھے۔ والیٔ چترال سلیمان شاہ پہلے ہی وعدہ کر چکا تھا کہ جب بھی آپ کشمیر کا رُخ کریں گے میں فوج لے کر گلگت کے راستے آملوں گا۔ علاوہ ازیں سلطان محمد خاں اور سید محمد خاں اپنے بھائی یار محمد خاں کی حرکت پر ندامت و شرمندگی کا

www.abulhasanalinadwi.org

اظہار کرچکے تھے۔

غرض یار محمد خاں کی غداری کے باعث تحریکِ جہاد کو وقتی طور پر جو ضعف و نقصان پہنچا تھا بظاہر اس کی تلافی کے تمام اسباب مہیا ہوگئے تھے۔ پھر ہزارہ کے قبائل جو سکھ فوج کے ظالم جرنیل ہری سنگھ نلوہ کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے، انہیں سید صاحبؒ کی اقامتِ جہاد کی تحریک میں امید کی نئی کرن نظر آئی اور انہوں نے آپ کا دامن تھام لینے ہی میں عافیت دیکھی۔ ان حالات میں سید صاحبؒ نے اپنے رفقاء اور مقامی سرداروں سے مشورہ کے بعد ہزارہ کے علاقے کو مرکزِ جہاد بنا کر سکھ جرنیل ہری سنگھ نلوہ سے ٹکر لینے کا فیصلہ کیا اور تمام خوانین کو لکھ بھیجا کہ عنقریب مجاہدین کے لشکر آپ کے علاقوں سے گزرنے والے ہیں۔ آپ لوگ ہر قسم کے تعاون اور ضروریات کی فراہمی کے لئے تیار رہیں۔

ڈمگلہ اور شنکیاری کے معرکے

ابتداء میں ڈیڑھ سو مجاہدین کی ایک مختصر سی جماعت کو شاہ اسماعیلؒ کی قیادت میں روانہ کیا گیا تاکہ مولانا ہزارے کے مختلف خوانین و سردارانِ قبائل کی قوت وطاقت کو یکجا کرکے سکھوں کی فوجی قوت سے برسرِ میدان ٹکر لیں۔ اس سلسلے میں مولانا نے علاقے کا وسیع دورہ فرمایا اور

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے چھوٹے قبائلی سرداروں مثلاً پائندہ خاں، عبدالغفور خاں، حبیب اللہ خاں، سربلند خاں، سعادت خاں، احمد شاہ خاں، شاہی خاں، احمد خاں اور محمد علی شاہ سے ملاقاتیں کیں اور تفصیلی گفتگو فرمائی۔ مگر یہ لوگ مجاہدین کی قلت تعداد اور لشکرِ اسلام کی بے سروسامانی کے پیشِ نظر عملی اقدام کے لئے تیار نہ ہوئے۔ جب اقامتِ جہاد کی کوئی عملی شکل پیدا نہ ہوسکی تو مولانا نے اپنے بیشتر ساتھیوں کو ارسلا خاں کے ساتھ روانہ کر دیا جو حبیب اللہ خاں کے بیٹے کو سکھوں کے محاصرے سے نجات دلانے کے لئے سکھوں کی ایک گڑھی پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ اس طرح حبیب اللہ خاں اور اس کے دوستوں کا تعاون حاصل کیا جا سکتا تھا۔ خود مولانا اسماعیلؒ اپنے چالیس ساتھیوں کے ساتھ گڑھی جبی کوٹ میں مقیم تھے۔ اسی اثنا میں مشہور ہوگیا کہ غازی ڈمگلہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ہری سنگھ نلوہ نے پھول سنگھ کو تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ ڈمگلہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ بعدازاں قرب وجوار کے فوجی مراکز سے مزید تین ہزار سکھ پھول سنگھ کی مدد کے لئے روانہ کئے گئے اور متوقع خطرے کے پیشِ نظر اس گڑھی کا محاصرہ اُٹھالیا گیا جہاں حبیب اللہ خاں کا بیٹا محصور تھا۔ اس طرح ہزارے کے خوانین کا فوری مقصد پورا ہو گیا۔ مگر مولانا اسماعیلؒ نے ڈمگلہ میں سکھ فوجوں کے اجتماع سے

www.abulhasanalinadwi.org

خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور قلت تعداد کے باوجود سکھوں پر شبخون مارنے کا فیصلہ کیا۔ مولانا خود شنکیاری کے قریب ٹھہر گئے جو ڈمگلہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور سید مقیم رامپوری کو مجاہدین کا سالار بنا کر ڈمگلہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ مولانا خیرالدین شیرکوٹی ان کے مشیر و نائب مقرر کئے گئے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار مقامی افراد بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔

یہ قافلہ یورش گاہ کی طرف روانہ ہوا تو منزل تک پہنچتے پہنچتے صرف تین چار سو مقامی باشندے رہ گئے تھے۔ باقی لوگ اِدھر اُدھر چھپ گئے۔ مجاہدین نے لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر پہلے آگ لگانے والی بارودی نلکیاں لشکر میں پھینکیں۔ اس کے بعد خاردار رکاوٹوں کو پھاند کر لشکر گاہ میں داخل ہو گئے۔ پہلا شخص جس نے لشکر گاہ میں قدم رکھا وہ لشکر کے سالار سید محمد مقیم رام پوری تھے۔ اس معرکے میں چند مجاہدین شہید اور دو تین زخمی ہوئے جن میں سے ایک لشکر کے سالار سید محمد مقیم بھی تھے۔ سکھ مقتولین کی تعداد تین سو کے قریب بتائی جاتی ہے۔ مقامی لوگوں نے سکھوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے مال و اسباب لوٹنا شروع کر دیا اور جو لوگ ابتدائی حملے کے وقت اِدھر اُدھر چھپ گئے تھے، لوٹ مار میں وہ بھی آ کر شریک ہو گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دوسری طرف مولانا اسماعیلؒ شہید کے رفقاء گڑھی شنکیاری کے قریب جو دو وقت کے فاقے سے تھے کچھ غلہ دستیاب ہو گیا تو کھانا پکانے میں مصروف تھے، سکھ فوجوں نے موقعہ غنیمت جانا اور اچانک گڑھی سے نکل کر بے خبر مجاہدین پر ٹوٹ پڑے۔ مولانا نے بارہ ساتھیوں کے ساتھ ان پر جوابی حملہ کیا جس میں دو سو کے قریب سکھ جہنم رسید ہوئے اور یہ بارہ مجاہدین سلامت رہے۔ البتہ مولانا کی انگلی پر ایک گولی لگی دوسرے کسی مجاہد کو خراش تک نہ آئی۔

ڈمگلہ اور شنکیاری کے کامیاب معرکوں کے بعد مولانا سکھوں کے خلاف مزید اقدامات کرنا چاہتے تھے۔ اسی اثناء میں سید صاحبؒ کا پیغام پہنچا کہ ہندوستان سے مجاہدین کے مزید قافلے آگئے ہیں۔ لہٰذا آپ فوراً تشریف لے آئیں۔ مولانا نے شیر گڑھ اور بروٹی کے راستے دریا کو عبور کیا۔ راستے میں جہاں بھی سکھوں کی کوئی گڑھی قریب آئی مولانا زور زور سے نقارہ بجانے کا حکم دیتے تا کہ سکھ باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیں تو اپنے دل کا حوصلہ نکال لیں۔ لیکن ان پر ایسی ہیبت طاری تھی کہ وہ کسی مقام پر مدِ مقابل نہ آسکے۔

ہندوستان سے مجاہدین کے تازہ دم قافلوں کی آمد | سید صاحبؒ کے دورۂ بونیر و سوات

www.abulhasanalinadwi.org

کے دوران اور اس کے بعد ہزارہ کی مہمات کے زمانے تک ہندوستان سے غازیانِ اسلام کے جو تازہ دم قافلے جماعتِ مجاہدین کے ساتھ آکر ملحق ہوئے ان کی تعداد اکیس بتائی جاتی ہے۔ ہر قافلے کے شرکاء کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ عام طور پر اُن کی تعداد پچاس اور سو کے درمیان ہوتی تھی، ان قافلوں میں مولانا عبدالحیؒ، مولانا محمد رمضانؒ رڑکی والے، رسالدار عبدالحمیدؒ خاں، مولانا عنایت علیؒ عظیم آبادی، سید محمد مقیمؒ رام پوری، مولوی قمرالدینؒ عظیم آبادی، مولوی خرم علیؒ بلہوری، مولوی عبدالقدوسؒ کانپوری اور مولوی محبوب علیؒ دہلوی کے قافلے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان قافلوں کی آمد سے جہاں لشکرِ اسلام کی تعداد اور قوت میں اضافہ ہوا ساتھ ہی کچھ خرابیاں بھی پیدا ہوئیں۔

سید صاحبؒ اور اُن کے رفقاء گذشتہ دو سال سے ہجرت و جہاد کی سختیاں برداشت کرتے چلے آرہے تھے۔ وہ تمام مصائب و آلام اور صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے اور ہر حالت میں خدا کا شکر بجالانے کے عادی بن چکے تھے۔ اس سے پیشتر سید صاحبؒ اور ان کی جماعت کے لوگوں نے جس بے سروسامانی کے عالم میں سفرِ حج کی مشکلات برداشت کی تھیں وہ بھی ہجرت و جہاد کے لئے بہترین تربیت ثابت ہوئی تھیں۔ پھر بریلی کے دورانِ قیام اور تبلیغی دوروں کے سلسلے

www.abulhasanalinadwi.org

میں بھی یہ جماعت شدائد ومشکلات برداشت کرنے اوران کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی خوگر ہو گئی تھی۔ لیکن جو نووارد قافلے ہندوستان سے آکر ان کے ساتھ شریک ہو رہے تھے ان سب کی حالت ایسی نہ تھی، ان میں سے بعض علماء ومشائخ بڑے تنک مزاج اور نازک طبع واقع ہوئے، جنہوں نے اس سے پیشتر ایسی سختیوں کا کبھی تصور بھی نہ کیا تھا انہی میں سے ایک مولوی محبوب علی دہلوی تھے جنہوں نے آتے ہی سید صاحبؒ اور ان کی امامت پر اعتراضات شروع کر دیئے جن کی وجہ سے جماعت میں انتشار اور بددلی کی فضا پیدا ہونے لگی اور ہندوستان سے مزید قافلوں کی آمد بھی ایک عرصے تک رکی رہی۔ آخر حالات سے بددل ہو کر میرن شاہ اور مولوی محبوب علی مجاہدین کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اول الذکر مرکز جہاد سے کچھ فاصلے پر پکلی پہنچ کر بیمار ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ البتہ مولوی محبوب علی بخیر وعافیت دہلی پہنچے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تک بقید حیات رہے۔ جن علماء نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا تھا مولوی صاحبؒ نے اس سے بھی اختلاف کیا تھا اور فتوے کی تائید کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انگریزوں نے اس کے صلے میں انہیں گیارہ گاؤں بطور انعام دینا چاہے مگر مولوی صاحبؒ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ "میں نے تمہارے لئے کچھ نہیں کیا بلکہ میرے

www.abulhasanalinadwi.org

نزدیک مسئلہ یونہی تھا۔"

اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولوی محبوب علی کے مخلص ہونے میں شبہ نہ تھا البتہ مرکزِ جہاد سے واپسی اور انگریزوں کے خلاف اعلانِ جہاد سے بے تعلقی کے سلسلے میں دونوں موقعوں پر ان سے زبردست اجتہادی غلطی سرزد ہوئی۔

قافلوں کی آمد میں تعطل پیدا ہونے کے بعد مولانا شاہ محمد اسحٰق اور شاہ محمد یعقوبؒ کی کوششوں سے جب قافلوں کی روانگی دوبارہ شروع ہوئی تو آخری دَور کے قافلوں میں مولوی محمد اسحٰق گورکھپوری، مولوی جعفر علی نقویؒ (مؤلف "تاریخ احمدی") حاجی وزیر خاں پانی پتی اور مولوی محمد رمضان کے قافلے خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

ہُنڈیوں کی ترسیل سید صاحبؒ نے ہندوستان کے مختلف مقامات پر جو مراکزِ جہاد قائم کئے تھے، ان میں ایک بڑا مرکز دہلی کا مدرسہ رحیمیہ تھا جو شاہ محمد اسحٰقؒ کی سرکردگی میں مجاہدین کے قافلوں کی روانگی اور ہنڈیوں کے ذریعہ جماعتِ مجاہدین کو نقد رقوم بھیجنے کا بندوبست کرتا تھا۔ بعض اوقات ہنڈیوں کی ترسیل میں بھی رکاوٹ پیدا ہو جاتی تھی جس کے باعث مجاہدین عسرت و ناداری اور بعض اوقات فاقہ کشی میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ یہ ہنڈیاں ابتداء میں پشاور کے ساہوکاروں سے

www.abulhasanalinadwi.org

بھنائی جاتی تھیں لیکن یار محمد خاں کی غداری کے بعد جب درانیوں کے ساتھ تعلقات بگڑ گئے تو منارہ کے ساہوکاروں سے ہنڈیاں بھنائی جاتی تھیں، یہ ساہوکار عام طور پر سو روپے کی ہنڈی اٹھاسی روپے میں بھناتے تھے۔

سمہ کے علاقہ کا وسیع دورہ اور خہر میں طویل قیام

اکابرینِ سرحد میں جن مخلصین نے آخر دم تک سید صاحبؒ کا ساتھ دیا اور معرکۂ بالاکوٹ میں جامِ شہادت نوش کر کے حقِ رفاقت ادا کیا۔ ارباب بہرام خاں بھی انہی حق پرست اور وفاشعار رفقاء میں سے تھے۔ ان کے مشورے پر سید صاحبؒ نے دعوتِ جہاد کے لئے سمہ کے وسیع علاقے کے دورے کا پروگرام بنایا اور امان زئی، اسماعیلہ، کالو خان، تلانڈی، شیخ جانا، شاہ کوٹ اور ملاکنڈ کی گھاٹی سے گزر کر شمال مغرب میں سمہ کے آخری مقام درگئی تک دورہ فرمایا۔

دورے کے اختتام پر طویل عرصے کے لئے خہر کے مقام پر قیام پذیر ہو گئے۔ یہاں دسمبر ۱۸۲۸ء سے جنوری ۱۸۲۹ء تک ایک سال اوپر قیام رہا اور اس مدت میں یہی مقام مرکزِ جہاد بنا رہا۔ یہاں طویل قیام کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ پشاور کے قرب و جوار میں یہ موزوں ترین مقام تھا، جہاں سے درانیوں کی مخالفت کے اثرات کو زائل کیا جا سکتا تھا۔

مولانا عبدالحئیؒ کی وفات

قیام خبر کے دوران مولانا عبدالحئیؒ کی وفات کا رنجدہ اور الم ناک حادثہ پیش آیا۔

مولانا ضعیف العمر ہونے کے علاوہ بواسیر کے پرانے مریض تھے۔ یہاں رہتے ہوئے مرض کا شدید حملہ ہوا۔ ضعف و نقاہت کے باعث اکثر غشی طاری رہتی تھی۔ سید صاحبؒ ہر روز عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک روز مولانا کو غشی سے کچھ افاقہ ہوا تو آنکھیں کھولیں اور سید صاحبؒ کو پہچان لیا۔ عرض کیا:

"آپ میرے سینے پر پاؤں رکھ دیں تاکہ اس کی برکت سے میری مشکل آسان ہو جائے۔"

سید صاحبؒ نے فرمایا:

"مولانا! آپ کا سینہ کتاب و سنت کے علوم کا گنجینہ ہے میں یہ جسارت کیسے کر سکتا ہوں۔"

آپ نے سینے پر ہاتھ رکھ دیا جس سے کچھ تسکین ہوئی اور مولانا نے چند بار "اللہ رفیق الاعلیٰ" کہا اور آپ کی روحِ پاک رفیقِ اعلیٰ سے جا ملی۔ یہ عظیم سانحہ ۱۲۴۳ھ ۲۴ فروری ۱۸۲۸ء کو پیش آیا اور لشکرِ اسلام ایک مایۂ ناز مجاہد اور شیخ الاسلام دوراں سے خالی ہو گیا۔ سید صاحبؒ نے فرطِ غم میں مولانا کے اکلوتے فرزند مولوی عبدالقیوم کو سینے سے لگا لیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان پر یہ کلمات تھے:-

www.abulhasanalinadwi.org

"مولانا دین کے ایک اہم رکن اور بڑی بابرکت شخصیت کے مالک تھے
خدا نے انہیں بھی اٹھا لیا"

جنازہ اٹھانے والوں میں سات سو غازیانِ اسلام کے علاوہ خود امام وقت اور امیر جہاد (سید صاحبؒ) بھی شریک تھے۔ نمازِ جنازہ بھی آپ نے پڑھائی اور شہر کے جنوب مشرق میں مولانا کی آخری آرام گاہ قیامت تک کے لئے باشندگانِ شہر پر نزولِ برکات کا باعث بن گئی۔

تیسری شادی

شہر کے دورانِ قیام سیدہ فاطمہ سے جنہیں والیٔ چترال سلیمان شاہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا، تیسرا نکاح فرمایا اور اس کے لئے دونوں ازواج سے جو اِن دنوں پیرکوٹ میں قیام پذیر تھیں۔ تمام حالات لکھ کر اجازت طلب کی۔ زہر خورانی کے جو اثرات آپ کے جسم اور صحت پر مرتب ہو رہے تھے ان کو زائل کرنے کے لئے تیسرا نکاح ضروری تھا کیونکہ اس وقت ازواجِ محترمات کو سندھ سے سرحد بلانے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔

معرکۂ اوتمان زئی

درانی سرداروں کی مخالفانہ حرکات اور مفسدانہ ریشہ دوانیوں سے اس علاقے میں قدم قدم پر جماعتِ مجاہدین کے لئے مشکلات پیدا ہو رہی تھیں۔ انہوں نے بعض اوقات مجاہدین پر حملہ آور ہونے کی کوشش بھی کی، مگر سید صاحبؒ طرح دے گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک روز ارباب بہرام خاں، جمعہ خاں، عالم خاں اور رسول خاں کے آدمی خبر لائے کہ درانیوں کا لشکر دریائے لنڈے کو عبور کر کے اوتمان زئی پہنچ گیا ہے اور مجاہدین پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔ سب نے مشورہ دیا کہ ان حالات میں ان کے حملے کا انتظار کرنا بے سود ہے خود آگے بڑھ کر حملہ کر دینا چاہیئے۔

سید صاحبؒ کو مسلمانوں کی باہمی خوں ریزی گوارہ نہ تھی، اس لئے تجویز قبول کرنے میں تامل تھا۔ آپ نے سرحد کے تمام خوانین و علماء کو جمع کر کے صورت احوال ان کے سامنے رکھی اور آخری فیصلہ انہی پر چھوڑ دیا۔ سب نے مکمل غور و فکر اور بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ کیا کہ سردارانِ پشاور نے امامت قبول کرنے کے بعد بغاوت کی روش اختیار کی ہے لہٰذا ان کا خون مباح اور ان کے ساتھ جنگ کرنا ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ ان پر لشکر کشی اس لئے بھی ضروری ہے کہ پشاور پر قبضے کے بغیر سرحد کے علاقے میں اقامتِ جہاد کی عملی سرگرمیاں جاری رکھنے اور سکھوں کے خلاف مستحکم محاذ قائم کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔

سید صاحبؒ نے ارباب بہرام خاں اور جمعہ خاں کی جماعتوں کو خیبر کی طرف روانہ کیا اور مولوی مظہر علی عظیم آبادی، شیخ ولی محمد پھلتیؒ، مولوی محمد حسن رام پوری، شیخ علی محمد دیوبندی، مولوی نصیر الدین منگلوری اور اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

خواہرزادہ سید احمد علی کو ہمراہ کر دیا تاکہ یہ جماعت قبائل میں جاکر اقامتِ جہاد اور مخالف قوتوں کی سرکوبی کے لئے مسلمانوں کو تیار کرے۔ اس جماعت کی روانگی کے بعد سید صاحبؒ بھی جماعت مجاہدین کے ساتھ مردگشی ہوتے ہوئے ٹوپٹی پہنچے۔ جہاں کم و بیش ایک ماہ قیام رہا اور خان ٹوپٹی نے سید صاحبؒ اور جماعت مجاہدین کے قیام کا مناسب انتظام کیا تھا۔ یہیں اوتمان زئی کی فوجوں پر شبخون مارنے کا فیصلہ ہوا۔ جو جماعت سب سے پہلے روانہ ہوئی اس کے امیر مولانا شاہ اسمٰعیلؒ تھے۔ تمام مجاہدین کو ایک سیر آٹا، ایک پاؤ گھی اور ایک پاؤ گڑ فی کس دیا گیا تاکہ روغنی روٹیاں تیار کر لیں جو تین چار وقت کام آسکیں۔ اس وقت بیت المال میں تیس بتیس ہزار روپے نقد جمع تھے جن میں سے حسبِ ضرورت رقم چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں بھر کر مجاہدین کی کمروں میں باندھ دی گئی تھی اور ہدایت کر دی گئی کہ اگر کسی مجاہد کو حادثہ پیش آجائے تو دوسرا مجاہد تھیلی کھول کر اپنی کمر میں باندھ لے۔ رات بھر پہاڑی راستہ طے کرنے کے بعد جلالہ میں قیام کیا جو ٹوپٹی سے پندرہ میل کے فاصلے پر ہے۔ شام کے وقت بستی سے باہر نکل کر ندی کے کنارے عصر کی نماز ادا کی اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک دستہ مولانا اسمٰعیلؒ کی قیادت میں شبخون مارنے کے لئے روانہ ہوا۔ دوسرے دستے کی کمان سید صاحبؒ نے خود سنبھالی اور

www.abulhasanalinadwi.org

لشکر گاہ اور بستی کے درمیان مورچے قائم کر لئے تاکہ درانی سپاہی لشکر گاہ سے بھاگ کر بستی میں داخل ہونے کی کوشش نہ کر سکیں۔ مولانا اسماعیلؒ نے لشکر گاہ میں داخل ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ درانی توپچی نے توپ داغ دی۔ آپ ساتھیوں سمیت زمین پر بیٹھ گئے۔ گولہ غازیوں کے سر کے اوپر سے گزر گیا۔ پھر تیزی سے حملہ آور ہوئے اور دوسرا گولہ چلنے سے پہلے پہلے توپ پر جا کر قبضہ کر لیا اور توپچیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تمام درانی سپاہی لشکر گاہ کو چھوڑ کر ایک ٹیلے کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ سید صاحبؒ نے توپیں ٹیلے کے سامنے نصب کرا دیں۔ پھر خود شست باندھ کر گولہ باری کی۔ پہلے ہی گولے سے کئی سوار اُڑ گئے۔ غرض دن بھر جنگ جاری رہی اور کسی غازی کو خراش تک نہ آئی جب کہ درانیوں کو کافی نقصان پہنچا۔
اسی اثنا میں خبر ملی کہ یار محمد خاں کا بھائی سید محمد خاں بھاری کمک لے کر اوتمان زئی پہنچ رہا ہے۔ سید صاحبؒ نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے مخبر سے کہا:

"ہم سید محمد خاں کی فوج پر بھی شبخون ماریں گے"

جب یہ اطلاع درانیوں کو ملی تو وہ مجاہدین کا تعاقب کرنے کی بجائے حفاظتی تدابیر میں مصروف ہو گئے اور سید صاحبؒ تمام مجاہدین کو بحفاظت واپس لے کر درگئی ہوتے ہوئے خہر پہنچ گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولوی محبوب علی دہلوی کی واپسی کے بعد جب کچھ عرصے تک ہندوستانی قافلوں کی آمد رکی رہی تو سید صاحبؒ نے کچھ ساتھیوں کے مشورہ سے تقریباً دو سو تنخواہ دار فوجی بھرتی کر لئے تھے۔ بعد میں طے پایا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ چنانچہ دو ماہ بعد انہیں تنخواہ دے کر رخصت کر دیا۔ ان میں سے چالیس آدمی جماعت مجاہدین میں شامل ہو گئے۔

بیعتِ اقامتِ شریعت

اوتمان زئی کی جنگ سے فارغ ہو کر سید صاحبؒ نے سرحد کے علاقے میں وسیع پیمانے پر اتباع شریعت کی تبلیغ کا پروگرام بنایا۔ اس مقصد کے لئے کسی موزوں مقام کو مرکز بنا کر ضروری تھا۔ اسی اثناء میں فتح خاں رئیس پنجتار اور اشرف خاں رئیس زیدہ کے خطوط پہنچے کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لے آئیں ہم جان و مال سے اطاعت کریں گے۔ عام لوگوں کی خواہش بھی یہی ہے کہ آپ کی قیادت میں اتباع شریعت کی تبلیغی مہم شروع کریں۔ اس دعوت پر آپ جماعت کو لے کر دوبارہ پنجتار تشریف لے گئے اور جاتے ہی تبلیغی دوروں کے ذریعے اس مہم کا آغاز فرما دیا۔ جب ان مساعی کے خاطر خواہ نتائج مرتب ہوئے تو ۶ر فروری ۱۸۲۹ء کو جمعہ کے روز سرحد کے تمام علماء و خوانین کا ایک عظیم اجتماع منعقد ہوا جس میں خوانین و سرداران قبائل کے علاوہ دو ہزار

www.abulhasanalinadwi.org

علماء نے شرکت کی۔ فتح خاں رئیس پنجتار کے علاوہ اشرف خاں رئیس زیدہ اور خادے خاں رئیس ہنڈ بھی اس نمائندہ اجتماع میں شریک تھے۔ اجتماع کے تمام انتظامات اور اخراجات خود سید صاحبؒ نے کئے تھے۔ آپ نے خوانین و علماء کے اس اجتماعِ عظیم کے سامنے افتتاحی تقریر فرمائی اور فتح خاں رئیس پنجتار سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر نظامِ شریعت کو بہ طیبِ خاطر قبول نہ کیا تو میں یہاں نہ رہ سکوں گا۔ اگر مجھے یہاں رکھنا منظور ہے تو تمام غیر شرعی امور اور خلافِ اسلام رسومات ترک کرنی پڑیں گی۔ فتح خاں نے جواب دیا:

> "اگرچہ یہ امر نہایت مشکل ہے لیکن میں اللہ کی رضا جوئی کے لئے اس حکم کو بہ دل و جان قبول کروں گا۔"

اس کے بعد علماء نے بالاتفاق نظامِ شریعت کے نفاذ کا فیصلہ کیا اور جمعہ کی نماز کے بعد تمام علماء و خوانین نے اقامتِ شریعت کے لئے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور تحریری بیعت نامے پیش کئے۔ اشرف خاں، فتح خاں اور خادے خاں نے ایک مشترکہ بیعت نامہ پیش کیا۔ جس کے اہم اجزاء یہ تھے۔

۱۔ ہمارے قبائل میں جو خلافِ شرع رسومات جاری ہیں ہم ان سے دستبردار ہو کر احکامِ شریعت کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

۲۔ ہم نے اقامتِ شریعت کے لئے سید صاحبؒ کو برضاء و رغبت اپنا امام بنایا ہے اور آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہے۔

۳۔ ہم علماء و خوانین کے اس اجتماعِ عظیم کے روبرو اپنی سابقہ بیعت (بیعتِ امامت) کی تجدید کرتے ہیں اور سید صاحبؒ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے حق میں دُعاء استقامت فرماتے رہیں کہ ہمارا مرنا جینا شریعتِ اسلام اور سنتِ خیر الانام کے مطابق ہو۔

اس کے ساتھ ہی تمام علماء نے متفقہ طور پر فتویٰ جاری کیا کہ :-

"اقامتِ امامت کے بعد امام کے حکم سے سرتابی سخت گناہ اور قبیح جُرم ہے، مخالفوں کی سرکشی اگر اس حد تک بڑھ جائے کہ قتال کے بغیر اس کا استیصال ممکن نہ ہو تو تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ ان کی تادیب کے لیے تلوار نکال لیں اور امام کے احکام کو مخالفین پر بزور نافذ کریں۔ ایسے معرکوں میں جو شخص امام کی طرف سے قتل ہو گا وہ شہید و نجات یافتہ ہو گا اور لشکر مخالفین کے مقتولین مردود و ناری متصور ہوں گے اور ان کی نمازِ جنازہ بھی جائز نہ ہو گی۔ جب کہ فاسقوں تک کی نمازِ جنازہ واجب ہوتی ہے"

اس فتویٰ پر سرحد کے ۲۵ اکابر علماء کے دستخط ثبت تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

...دے خاں کی برگشتگی

امامت شریعت کی بیعت کے بعد ایک خاص واقعہ پیش آیا جس سے خادے خاں رئیس ہنڈ کے تعلقات سید صاحبؒ سے کشیدہ ہو گئے۔ دراصل خادے خاں اسی وقت سے کبیدہ خاطر تھا جب سید صاحبؒ نے ہنڈ کو چھوڑ کر پنجتار کو مرکزِ جہاد بنایا تھا اور اس طرح اشرف خاں اور فتح خاں کے ساتھ خصوصی روابط قائم ہو گئے تھے۔ خوانین سمہ میں خادے خاں بڑا خودسر اور طاقتور سردار مانا جاتا تھا، اسے یہ کیسے گوارہ ہو سکتا تھا کہ امامِ وقت کے قریبی تعلقات اس سے کم درجے کے سرداروں کے ساتھ استوار ہوں؟ اس کے بعد یہ واقعہ پیش آگیا جس سے اس کی کبیدہ خاطری نے مخالفت و سرکشی کی صورت اختیار کرلی۔ واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ درۂ پنجتار کے باہر مانیری کے نام سے ایک بڑی بستی آباد تھی جس کے مقامی باشندوں میں سید صاحبؒ کی تشریف آوری سے تقریباً نوّے سال پیشتر سے قتل و خوں ریزی اور باہمی مخاصمت کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا جس کے نتیجے میں بستی کے ایک فریق کو ہزیمت خوردگی کے بعد قرب و جوار کے مواضع میں پناہ لینی پڑی اور ان کی زمینوں اور مکانات پر مخالف گروہ نے قبضہ کرلیا۔ ہزیمت خوردہ گروہ جب بھی موقع پاتا مانیری پر حملہ کر دیتا اور اہل مانیری بھی جوابی حملے کرتے رہتے۔ اس کش مکش و خوں ریزی میں دونوں

www.abulhasanalinadwi.org

گروہوں کے ہزاروں افراد کام آچکے تھے اور یہ سلسلہ کسی طرح بند ہونے میں نہ آتا تھا۔ بیعت اقامت شریعت کے بعد جب سید صاحبؒ کو حالات کا علم ہوا تو آپ نے اہل مانیری کو تارکین کی زمینیں واپس لوٹانے کا حکم دیا۔ یہ لوگ خود بھی بڑے خود سر تھے اور انہیں خادے خاں جیسے جابر اور طاقت ور سردار کی حمایت حاصل تھی۔ انھوں نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ جس پر سید صاحبؒ نے علماء سے فتویٰ حاصل کرنے کے بعد فتح خاں رئیس پنجتار، اشرف خاں رئیس زیدہ اور جماعت مجاہدین کے ساتھ اہل مانیری پر چڑھائی کا حکم دے دیا۔ آخر مجبور ہو کر ان لوگوں نے تمام مقبوضہ زمینیں ان کے اصل مالکوں کے حوالے کر دیں اور اس طرح اس لمبے سلسلہ کشت و خون کا خاتمہ ہی سلسلہ ختم ہو گیا۔ لیکن اس واقعے کے بعد خادے خاں رئیس ہنڈ سید صاحبؒ سے برگشتہ ہو کر اطاعت و وفا کیشی سے منحرف ہو گیا اور اس نے ہندوستان سے آنے والے اِکّا دُکّا مجاہدین کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ یہ لوگ عام طور پر ہنڈ کے گھاٹ سے دریا عبور کر کے سرحد کے علاقے میں داخل ہوتے تھے۔ پھر اس نے اشرف خاں رئیس زیدہ سے جو اس کا انتہائی قریبی عزیز بھی تھا مخالفانہ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور اس کی بعض زمینوں پر زبردستی قبضہ کر لیا اور باقاعدہ چڑھائی کی تیاری شروع کر دی۔ سید صاحبؒ نے شاہ اسماعیل کو تقریباً دو سو مجاہدین کے ساتھ فریقین میں

www.abulhasanalinadwi.org

مصالحت کرانے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن مولانا کی کوششوں کے باوجود وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا۔

اسی اثنا میں اشرف خاں رئیس زیدہ ایک روز گھوڑے سے گر کر جاں بحق ہوگیا۔ اس ناگہانی حادثے پر دوسرے لوگوں کے علاوہ خادے خاں بھی نمازِ جنازہ اور تدفین میں شرکت کی غرض سے زیدہ پہنچا۔ تیسرے روز مرحوم کی جانشینی اور نئے سردار کی دستار بندی کا فیصلہ ہونے والا تھا جس میں دیگر خوانین کے ساتھ فتح خاں اور خادے خاں نے بھی شرکت کی۔ اشرف خاں کے تین بیٹے تھے۔ فتح خاں، مقرب خاں اور ارسلا خاں۔ ان میں فتح خاں ہر اعتبار سے لائق اور جانشینی کا مستحق تھا اور اشرف خاں مرحوم نے بھی جانشینی کے لئے اسی کو نامزد کیا تھا چنانچہ تمام خوانین نے اس کی جانشینی کا فیصلہ کیا اور اسی کو سرداری کی دستار بندھوائی۔ خادے خاں اپنے بہنوئی مقرب خاں کو جانشین نامزد کرانا چاہتا تھا۔ لیکن فیصلہ اس کی خواہش کے خلاف ہوا جس سے اس کی برگشتگی اور بڑھ گئی اور اس نے کھلم کھلا سکھوں سے سازباز شروع کردی۔ چنانچہ جب سکھ جرنیل دستور احضرو پہنچا تو خادے خاں نے نذر پیش کی اور دریا عبور کر کے سمہ کے علاقے میں پیش قدمی کی ترغیب دی، نیز یقین دلایا کہ دوسرے خوانین بھی خراج ادا کر کے اظہارِ اطاعت کریں گے۔ پھر اپنے بھائی کو بطورِ یرغمال دے کر فتح خاں رئیس پنجتار کے

www.abulhasanalinadwi.org

نام خراج طلبی کا پروانہ جاری کرادیا۔ جس کے جواب میں فتح خاں نے خراج دینے سے انکار دیا۔ اس پر خادے خاں نے دنتورا کو سید صاحبؒ کے خلاف بھڑکا کر جماعت مجاہدین پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی۔ چنانچہ دنتورا نے سید صاحبؒ کو لکھا :۔

"یہ ملک مہاراجہ رنجیت سنگھ کی قلمرو میں داخل ہے۔ یہاں کے خوانین باقاعدہ اخراج ادا کرتے تھے لیکن آپ کی تشریف آوری کے بعد باغی ہو گئے ہیں۔ آپ انہیں مہاراجہ کی اطاعت کا حکم دیں اور تحریر کریں کہ اس ملک میں آپ کی آمد کی غرض و غایت کیا ہے ؟"

سید صاحبؒ نے مولوی خیر الدین شیر کوٹیؒ کے ذریعہ دنتورا کے خط کا حسب ذیل جواب ارسال کیا :

"آپ نے لکھا ہے کہ یہ ملک مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہے، یہ دعویٰ محض بے دلیل ہے، حقیقۃً مشرق سے مغرب تک سارا ملک خدا کا ہے، پھر ملکیت کے اعتبار سے یہ ملک مسلمانوں کا ہے میرا ارادہ آپ سے مخفی نہیں ہے، میں یہاں سوچ سمجھ کر ہی آیا ہوں، آپ مسلمانوں کو تباہ و برباد کر رہے ہیں، اگر اسلام قبول کر لیں، تو ملک آپ کے پاس رہے گا، ورنہ میں آپ سے جہاد جاری رکھوں گا۔"

www.abulhasanalinadwi.org

جرنیل ونتورا اور سید صاحبؒ کے سفیر مولوی خیر الدین شیرکوٹی کے درمیان خاصی تلخ گفتگو ہوئی۔ مولوی صاحبؒ نے واپس آکر گفتگو کی پوری تفصیل سید صاحبؒ کو سنائی۔ آپ نے متوقع خطرے کے پیش نظر مولوی خیر الدین کی سرکردگی میں تین سو مجاہدین کو درّے کی حفاظت پر مامور کر دیا اور وہ درّے سے باہر نکل کر کھلے میدان میں خیمہ زن ہو گئے۔ جماعت مجاہدین کے شبخون کی پورے علاقے میں دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ مجاہدین کے درّے سے نکل کر کھلے میدان میں خیمہ زن ہونے سے سکھ لشکر پر سراسیمگی طاری ہو گئی اور وہ افراتفری کے عالم میں بہت سا سامان بھی چھوڑ گئے۔

اس واقعہ کے بعد معززین اٹک میں سے ایک شخص خیر الدین نامی کی تجویز پر سید صاحبؒ نے اٹک کے قلعے پر قبضہ کرنے کے لئے مجاہدین کی ایک مختصر سی جماعت کو روانہ کیا۔ مقامی لوگوں سے تمام معاملات پہلے ہی طے پا چکے تھے جن کے باعث قلعے پر بڑی آسانی سے قبضہ کیا جا سکتا تھا اور اس طرح کاروبارِ جہاد کو زیادہ سرگرمی کے ساتھ جاری رکھنے اور پنجاب میں پیش قدمی کے لئے ایک انتہائی اہم مرکز حاصل ہو جاتا۔ لیکن اس خفیہ کارروائی کی اطلاع خادے خاں کو ایک ایسے شخص کے ذریعے حاصل ہو گئی جس کو سید صاحبؒ سے اس کی برگشتگی کا کوئی علم نہ تھا۔ خادے خاں نے خبر پاتے ہی اٹک پر خفیہ حملے کے منصوبے کی اطلاع سکھوں کو پہنچا دی اور

www.abulhasanalinadwi.org

اس طرح سید صاحبؒ کی ایک نہایت اہم اور خفیہ اسکیم پیش از وقت دشمن پر ظاہر ہوگئی۔ چنانچہ مجاہدین کو راستے ہی سے ناکام لوٹنا پڑا۔

خوانین وعلماء سرحد کے نمائندہ اجتماع کی تجویز

ان واقعات کے بعد سید صاحبؒ نے اپنے معتمد رفقاء مولانا اسماعیلؒ، سید احمد علیؒ، مولوی محمد حسنؒ، ارباب بہرام خاں اور فتح خاں پنجتاری کے سامنے تمام صورت حال رکھی اور انہیں بتایا کہ جنگ شیدو میں یار محمد خاں کی غداری کے باعث مجاہدین کی قوت و طاقت کو جو زبردست نقصان پہنچا تھا ابھی تک پوری طرح اس کی تلافی نہیں ہوسکی۔ اب گذشتہ چند ماہ سے خادے خاں جو ناشائستہ حرکتیں کر رہا ہے ان سے قدم قدم پر مجاہدین کے لئے مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ ہندوستان سے آنے والے غازیان اسلام کی لوٹ کھسوٹ، اشرف خاں مرحوم پر فوج کشی، سکھوں سے سازباز، دنتوڑ کے ذریعے مجاہدین کی قوت کو پامال کرنے کی کوشش، پھر قلعۂ اٹک کی مہم کو ناکام بنانے کی مکروہ سازش، یہ سب ایسی شرارتیں ہیں جن سے بڑھ کر فتنہ و فساد کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔

یہ بیان سن کر فتح خاں نے عرض کیا کہ علاقے کے تمام سادات و علماء اور خوانین آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ یہ سب باتیں ان کے روبرو

www.abulhasanalinadwi.org

کرنی چاہئیں تاکہ نمائندہ اجتماع میں سب کے اتفاق سے کوئی فیصلہ کیا جاسکے۔ سید صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: "آپ علاقے کے رئیس ہیں ہماری طرف سے سب کو دعوت نامے ارسال کر دیں۔"

اس اجتماع کے لیے جمعہ کا دن مقرر ہوا۔ تین ہزار سے زائد علماء و خوانین نے شرکت کی جن کی دعوت کا انتظام پنجتار کی پانچوں بستیوں نے مل کر کیا۔ کھانے میں دس من گوشت، آٹھ من گھی اور سولہ من آٹا خرچ ہوا۔ دعوت کے تمام انتظامات شاہ اسمٰعیلؒ کی نگرانی میں ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد سید صاحبؒ نے تقریر فرمائی جس میں اپنی تشریف آوری کی غرض و غایت، اقامتِ جہاد کی دینی اہمیت اور اس علاقے کو مرکزِ جہاد بنانے کے اسباب پر روشنی ڈالی اور فرمایا:

"مجھ کو جناب باری سے ارشاد ہوا کہ تو دارالحرب ہند سے ہجرت کر کے دارالامان میں جا اور کفار سے جہاد فی سبیل اللہ کر، کتنے لوگوں نے صلاح دی کہ ہندوستان میں بیٹھ کر جہاد کر، جہاں خزانہ، سلاح وغیرہ درکار ہوں ہم دیں گے۔ مگر مجھ کو منظور نہ ہوا، کیونکہ جہاد موافق سنت ہونا چاہیئے۔ بلوا کرنا منظور نہ تھا۔"

اس کے بعد آپ نے تفصیل سے بتایا کہ خود یہاں کے لوگوں کی درخواست

www.abulhasanalinadwi.org

پر سرحد کے آزاد علاقے کو آپ نے محض اس لئے مرکزِ جہاد بنانا منظور فرمایا تھا کہ مسلمانوں کا آزاد علاقہ ہے اور یہاں کے لوگ سکھوں کے مظالم اور ان کی لوٹ کھسوٹ سے عاجز آچکے ہیں۔ اگر اس علاقے کو مرکز بنا کر سکھوں کے خلاف اقدام کیا گیا تو یہاں کے لوگ دل و جان سے اس کی حمایت کریں گے۔ اس کے بعد آپ نے مقامی علماء سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"آپ لوگوں نے ہمیں جگہ دی، ہمارے ہاتھ پر امامت کی بیعت کی۔ آپ کے مشورے کے مطابق اس مقام سے جہاد شروع ہوا اب آپ مساعی جمیلہ سے دست کش ہو رہے ہیں، آخر اس کا سبب کیا ہے؟"

آپ کی پُر اثر تقریر کے بعد مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اطاعتِ امیر کے موضوع پر ایک مدلل تقریر فرمائی اور اس کے بعد تمام علماء سے باغیوں اور سرکشوں کے بارے میں شرعی فتویٰ حاصل کیا اور اُن کے دستخط اور مُہریں ثبت کرائیں۔ بیشتر مدعوئین نمازِ عصر پڑھ کر رخصت ہو گئے اور کچھ لوگ شب بسری کے لئے ٹھہر گئے، ان میں خادے خاں بھی تھا۔ سید صاحبؒ نے رات کے وقت تنہائی میں بُلا کر اس کو ہر چند سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کی، لیکن وہ بدستور اپنی ضد اور ہٹ پر قائم رہا۔ سید صاحبؒ اس کی حالت پر حد درجہ متاسف تھے کہ جو شخص سب سے پہلے ہماری مدد پر کمر بستہ ہُوا

www.abulhasanalinadwi.org

اور انصار سابقین میں شامل ہوا اسی نے بغاوت و سرکشی کا راستہ اختیار کرنے میں پہل کی۔

دنتورا کی دوبارہ لشکرکشی مجاہدین سے جنگ کئے بغیر دنتورا کی فوجوں کی واپسی پر مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اہلِ دربار کی نظروں میں اس کی کوئی وقعت باقی نہ رہی تھی۔ لہٰذا اس کے لئے دوبارہ لشکرکشی ضروری ہوگئی تھی۔ چنانچہ اوائل جون ۱۸۲۹ء میں اس نے دوسری بار پنجتار کا رُخ کیا۔ جب اس کی نقل وحرکت کی خبر ملی تو مقرب خاں نے ازراہِ مصلحت سید صاحبؒ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ چندروز کے لئے چنگلئی تشریف لے جائیں۔ جب دنتورا واپس چلا جائے تو لوٹ آئیں۔ آپ نے فرمایا:۔

"ہم جہاد کی غرض سے نکلے ہیں، لہٰذا ہمارے لئے دشمن کے مقابلے سے ہٹنا حد درجہ مکروہ ہے۔ ہاں، اگر فتح خاں کو کسی مضرت کا اندیشہ ہو تو ہم اس مکروہ صورت کو گوارہ کرلیں گے"

فتح خاں نے یہ ارشاد سُنا تو عرض کیا:۔

"میں خلوصِ نیت کے ساتھ سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کرچکا ہوں اب کسی مخالف طاقت سے نہیں ڈرتا"

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحبؒ اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور فتح خاں سے آزاد قبائل کے تمام خوانین کو خطوط لکھوائے کہ پنجتار پر اگر دشمن کا قبضہ ہو گیا تو دوسرے علاقے بھی محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ لہٰذا سب مل کر دشمن کو درۂ پنجتار میں آکر پیش قدمی سے روکیں۔ ان خطوط کا بہت اچھا اثر ہوا اور متعدد علاقوں سے مدد کے لئے جنگی دستے پہنچ گئے۔

حفاظتی تدابیر پنجتار میں داخل ہونے کے لئے درّے اور پگڈنڈی کے دونوں راستوں پر دو قد آدم دیواریں تعمیر کی گئیں جن سے دونوں راستے مسدود ہو گئے اور دشمن کے لئے دیواریں توڑے بغیر پنجتار میں داخل ہونا ناممکن ہو گیا۔ ان دیواروں پر جو تقریباً چھ فٹ چوڑی تھیں، متعدد چوکیاں اور پہرے قائم کئے گئے۔ یہ دونوں دیواریں ہندوستانی غازیوں اور فتح خاں کے آدمیوں نے تعمیر کی تھیں اور سید صاحبؒ نے خود بھی ان کی تعمیر میں حصّہ لیا تھا۔ دیواروں کی تعمیر کے تیسرے چوتھے دن نمازِ فجر کے وقت پہرے داروں نے خبر دی کہ سکھ لشکر دیوار کے قریب پہنچ گیا ہے۔ سید صاحبؒ نے مرزا احمد بیگ کو ایک سو مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ چاروں چوکیوں کے پہرے داروں کو واپس بھیج دیں اور خود اپنے ساتھیوں کو لے کر دائیں جانب پہاڑ پر چڑھ جائیں اور جب سکھوں کا پورا لشکر درّے کے اندر داخل ہو

www.abulhasanalinadwi.org

جائے اور وہ مجاہدین کے سامنے دوبدو برسرِپیکار ہو جائیں، اس وقت عقب سے اُن پر حملہ کر دیں۔ اسی طرح ایک دوسری جماعت کو پہاڑ کی بائیں جانب متعین کر دیا اور انہیں بھی اسی قسم کی ہدایت کر دی۔ پنجتار کے وسیع میدان میں غازیوں کی باقی جمعیت سکھ لشکر کے مقابلے کے لئے کمر بستہ تھی۔ سکھ فوج کی تعداد دس ہزار تھی، جبکہ مجاہدین کی کل تعداد دو، اڑھائی ہزار کے قریب تھی۔ سید صاحبؒ خود غازیوں کے ساتھ دیوار کے قریب مورچہ سنبھالے بیٹھے تھے۔ مولانا اسماعیل نے تجویز پیش کی کہ تمام مجاہدین سید صاحبؒ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کریں کہ جب تک دم میں دم ہے انشاء اللہ کفار کے مقابلے سے نہ ہٹیں گے یا ان پر فتح حاصل کریں گے یا اسی میدان میں شہید ہو جائیں گے۔ مولانا نے فرمایا کہ "اُس بیعت کے بعد جو شہید ہو گا وہ شہادتِ کبریٰ کا درجہ پائے گا"۔ سب سے پہلے خود مولانا اسماعیل شہیدؒ نے بیعت کی، اس کے بعد دوسرے مجاہدین مشرف بہ بیعت ہوئے۔

دنتو رانے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر دوربین کے ذریعے پنجتار کے علاقے پر نظر ڈالی۔ مجاہدین کی تعداد اگرچہ زیادہ نہ تھی لیکن پہاڑوں پر دونوں جانب انہیں اس ترتیب سے بٹھایا گیا تھا کہ دونوں پہاڑ غازیوں سے بھرے ہوئے نظر آتے تھے۔ آخر دنتو رانے اپنی فوج کو پیش قدمی کا حکم دیا۔ اِدھر

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحبؒ نے مجاہدین کو آگے بڑھنے کی ہدایت کی اور مرزا حسن بیگ کو شاہینوں سے دشمن کی فوج پر گولہ باری کا حکم دیا جو لوگ پہاڑوں پر دونوں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے دونوں فوجوں کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی بیک وقت اپنی اپنی جگہ سے حرکت کی تاکہ بلندی سے نیچے اُتر کر کسی ایسے مقام پر ٹھہر جائیں جہاں سے دشمن پر آسانی سے حملہ کیا جاسکے۔ جب یہ مجاہدین حرکت میں آئے تو ایسا نظر آرہا تھا جیسے پہاڑ کا ہر پتھر حرکت میں آگیا ہے۔ یہ صورت دیکھ کر دنتورا کے ہوش وحواس اُڑ گئے اور اس نے اسی وقت فوجوں کو واپسی کا حکم دے دیا اور خادے خاں پر سخت برہم ہوا کہ اس نے مجاہدین کی قوت اور تعداد کے بارے میں غلط اطلاع دی تھی۔ اس معرکے میں مجاہدین کا کوئی نقصان نہیں ہوا، البتہ سکھوں کے دو آدمی مارے گئے۔

خادے خاں کو راہِ راست پر لانے کی آخری کوشش

خادے خاں کی روش

اگرچہ انتہائی افسوس ناک ہو چکی تھی لیکن سید صاحبؒ نے دنتورا کی فوج کشی کے بعد بھی اس کی اصلاح کے لئے ایک آخری کوشش فرمائی اور اسے گفتگوئے مصالحت کے لئے پنجتار بلایا۔ اس نے پنجتار آنے سے تو انکار کر دیا البتہ سلیم خاں میں ملاقات کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ سید صاحبؒ

www.abulhasanalinadwi.org

اس پر بھی تیار ہو گئے اور تین سو مجاہدین کو ہمراہ لے کر سلیم خاں پہنچ گئے۔ دوسری طرف خادے خاں بھی چار سو پیادے اور آٹھ سو سوار لے کر آگیا۔ سید صاحبؒ نے خود گفتگو کے لئے جانا چاہا۔ جب سب نے مخالفت کی تو مولانا شاہ اسماعیلؒ چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ بڑی شفقت و ہمدردی کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور مصالحت کی یہ آخری کوشش بھی ناکام ہو گئی اور اس نے صاف کہہ دیا کہ "ہم پٹھان لوگ سید بادشاہ کی شریعت پر نہیں چل سکتے، ہمارے حق میں جو کچھ ان سے ہو سکے کر گزریں "

تنگی کا واقعہ اہلِ سمہ کے دو بڑے قبیلے اسماعیل زئی اور دولت زئی ابھی تک بیعتِ شریعت میں داخل نہیں ہوئے تھے آخر ملا قطب الدینؒ ننگر ہاری کی کوششوں سے یہ دونوں قبیلے بھی داخلِ بیعت ہو گئے۔ اس کے علاوہ خوانین کی بہت سی خاندانی رنجشیں اور پرانی مخالفتیں سید صاحبؒ کی کوششوں سے رفع ہو گئیں۔ ان واقعات کا یہ اثر ہوا کہ سردارانِ پشاور کے زیرِ اثر علاقوں کے لوگ بھی حاضرِ خدمت ہو کر لشکرِ اسلام کو اپنے علاقوں میں آنے کی دعوت دینے لگے۔ چنانچہ ہشت نگر کے علاقے تنگی سے کچھ لوگوں نے بار بار درخواست کی تو سید صاحبؒ نے مولانا اسماعیل شہیدؒ کی قیادت میں تین سو مجاہدین کا لشکر روانہ کر دیا مگر

www.abulhasanalinadwi.org

تنگی کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک گروہ فیصلے سے منحرف ہو گیا ہے۔ لہٰذا حملہ کئے بغیر واپس لوٹنا پڑا۔ یہ واقعہ ۱۸ر جولائی ۱۸۲۹ء کو پیش آیا۔

خادے خاں کا انجام

سرحد کا علاقہ جو تحریک جہاد کا مرکز تھا یہاں دو بڑی قوتیں سردارانِ پشاور یار محمد خاں وغیرہ اور خادے خاں رئیس ہنڈ مجاہدین کی کامیابیوں کے راستے میں زبردست رکاوٹ بنی ہوئی تھیں۔ ابتداء میں سردارانِ پشاور سے ٹکر لینی مناسب نہ تھی کیونکہ مجاہدین کے مقابلے میں ان کی قوت و طاقت بہت زیادہ تھی۔ اس کے لئے غور و فکر اور صلاح و مشورے کے بعد یہی طے پایا کہ پہلے خادے خاں کی سرکوبی کے لئے اقدام کیا جائے۔ اس فیصلے کے بعد جناب سید صاحبؒ نے سُدّم کی بستی سے باہر ایک بڑی حویلی حاصل کی تھی جس میں خفیہ طور پر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ پھر مختلف جماعتوں سے پانچ سو آزمودہ کار مجاہدین منتخب کئے جن کی امارت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے سپرد کی گئی اور ارباب بہرام خاں کو نائب امیر مقرر کیا۔ ان دونوں کے علاوہ پوری جماعت میں کسی مجاہد کو مجوزہ اقدام کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔

مولانا امان زئی کے راستے ترکئی پہنچے یہاں سے ہنڈ گیارہ بارہ کوس کے فاصلے پر تھا مغرب کے بعد روانہ ہوئے اور مہم کو مخفی رکھنے کی غرض

www.abulhasanalinadwi.org

سے پہلے پنجتار کی طرف رخ کیا۔ جن مجاہدین کے پاس گھوڑے اور ٹٹو تھے انہیں پنجتار روانہ کر دیا اور رات کی تاریکی میں باقی مجاہدین کو لے کر ہنڈ کی طرف چل دیئے، جو شخص رہبری کر رہا تھا وہ بھی صحیح سمت کی نشان دہی نہ کر سکا۔ نتیجتہً مجاہدین کی ٹولیاں ساری رات اِدھر اُدھر بھٹکتی رہیں۔ بالآخر صبح ہوتے ہی مولانا ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ ہنڈ کے اس تالاب کے کنارے پہنچ گئے جہاں بیعتِ امامتِ جہاد ہوئی تھی، لیکن جن مجاہدین کے پاس وہ سیڑھیاں تھیں جن کو قلعے کی دیواروں پر چڑھنے کے لئے خاص طور پر تیار کیا گیا تھا وہ ابھی تک نہیں پہنچی تھیں اگر ان کا مزید انتظار کیا جاتا تو حملے کی اسکیم اور اخفاء کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتیں۔

آخر مولانا نے ڈیڑھ سو مجاہدین کو پانچ ٹولیوں میں تقسیم کیا اور قلعے کے دروازے کے دونوں طرف گنے کے کھیتوں میں بٹھا دیا اور ہدایت فرمادی کہ جونہی دروازہ کھلے بندوقیں چلاتے ہوئے قلعے میں داخل ہو جائیں۔ مسجد میں صبح کی اذان ہوگئی تو ایک شخص نے قلعے کے اندرونی حصہ میں چوکیدار سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ اس نے جواب دیا۔ آج رات سید بادشاہ کے چھاپے کی خبر تھی۔ پہلا شخص بولا "اب تو صبح ہوگئی ہے چھاپا آتا تو رات کے وقت آتا، اب نہیں آئے گا۔"

www.abulhasanalinadwi.org

اس گفتگو کے بعد پہرے دار نے دروازہ کھول دیا اور وہ شخص نکل کر باہر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک کسان ہل اور بیلوں کی جوڑی لئے آرہا تھا، کھیتوں کے درمیان سے گزرنے لگا تو دفعتاً اس کی نظر ایک مجاہد پر پڑ گئی۔ اس نے شور مچانا چاہا مگر عبداللہ خاں رام پوری نے آواز نکلنے سے پہلے ہی اس کا کام تمام کر دیا۔ اسی لمحے مجاہدین کمین گاہوں سے نکل کر بندوقیں سر کرتے ہوئے دروازے میں داخل ہو گئے اور پہنچتے ہی پورا بندوبست کر لیا۔ بندوقوں اور نعروں کی آواز سن کر بچھڑے ہوئے مجاہدین کی جماعت بھی پہنچ گئی۔ مولانا نے اندر داخل ہو کر اعلان کر دیا کہ جو شخص باہر نکلنے کی کوشش کرے گا مارا جائے گا، ہم صرف خادے خاں کے لئے آئے ہیں، ہمیں کسی دوسرے شخص سے کوئی سروکار نہیں۔

اس کے بعد محمد بیگ خاں کچھ غازیوں کو لے کر خادے خاں کی حویلی کی طرف گئے۔ اس نے اپنے اہل خانہ کو سادات کے مکانوں میں بھیج دیا تھا اور خود پریشانی کے عالم میں مکان کی چھت پر ٹہل رہا تھا۔ چار غازیوں نے ایک ساتھ نشانہ باندھ کر بندوقیں سر کیں۔ نہ جانے کس کی گولی لگی وہ گولی کھا کر زمین پر آرہا۔ اس کے ہلاک ہونے کے بعد حویلی پہ پہرہ لگا دیا گیا۔ اس کے بھائیوں امیر خاں اور غلام خاں کی درخواست پر لاش ان کے سپرد کر دی۔ انہوں نے قلعے کے باہر اپنے آبائی قبرستان میں دفن کر دیا اور

www.abulhasanalinadwi.org

خادے خاں کے اہل وعیال کو سیّد صاحبؒ کے احکامات کے انتظار میں غازیوں کی حفاظت میں رکھا گیا۔

مقرب خاں رئیس زیدہ جو خادے خاں کا قریبی رشتہ دار تھا اس کی درخواست پر سید صاحبؒ نے مولانا اسمٰعیلؒ کو لکھا کہ خادے خاں کے اہل وعیال کو رہا کر دیا جائے۔ اس کے جواب میں مولانا نے سید صاحبؒ کو ایک مفصل خط لکھا کہ موجودہ صورت میں جبکہ خادے خاں کے بھائی ایک طرف اہلِ خاندان کی رہائی کے لئے خوشامدیں کر رہے ہیں اور دوسری طرف لوگوں کو انتقام کے لئے بھڑکا رہے ہیں۔ ان کی رہائی خلافِ مصلحت ہے۔ مولانا نے یہ خط جو رموز و اشارات میں لکھا ہوا تھا مقرب خاں کے حوالہ کر دیا۔ اس نے خط کا مضمون پڑھوا کر سنا تو اسے یہ شبہ گزرا کہ خط میں میرے خلاف کچھ لکھا ہے وہ اس غلط فہمی میں زیدہ چھوڑ کر نہ جانے کس طرف نکل گیا؟ اس کے بعد اس کے بھائی فتح خاں نے سید صاحبؒ کی اجازت سے زیدہ کی ریاست سنبھال لی۔

اسی اثناء میں مولانا نے خادے خاں کے بھائیوں کے متوقع حملے کے پیشِ نظر سید صاحبؒ کو خط لکھا کہ جو شاہینیں آپ کے پاس ہیں وہ فوراً یہاں بھیج دیں۔ سید صاحبؒ نے دونوں شاہینیں دس بارہ آدمیوں کے ساتھ روانہ کر دیں۔ راستے میں امیر خاں کے آدمیوں نے ان پر حملہ کر دیا جس میں

www.abulhasanalinadwi.org

تمام مجاہدین شہید ہو گئے۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انھوں نے دونوں شاہینیں قریب کے ایک کنوئیں میں ڈال دیں۔ اور اس طرح دشمنوں کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ اس کے بعد متعدد بار امیر خاں نے ہنڈ پر یورش کی، مگر ہر مرتبہ ناکام رہا۔ ایک بار ڈھائی تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مولانا اسماعیلؒ نے قلعہ سے باہر نکل کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان چپقلشوں میں اکثر یار محمد خاں کے آدمی بھی ساتھ ہوتے تھے کیونکہ امیر خاں نے بارہ ہزار کی رقم دیکر یار محمد خاں کو جو پہلے ہی سید صاحبؒ کے بدترین مخالفین میں سے تھا اپنی مدد پر راضی کر لیا تھا، سید صاحبؒ کو جب یہ خبر ملی کہ یار محمد خاں عنقریب پوری قوت کے ساتھ حملہ کرنے والا ہے تو آپ نے مولانا اسماعیلؒ کو اپنے پاس بلا لیا اور مولانا مظہر علی عظیم آبادی کو ہنڈ میں مقیم فوجوں کا امیر مقرر کر دیا۔

یار محمد خاں سے آخری معرکہ

یار محمد خاں نے تیاری مکمل کر لی تو اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ہریانہ پہنچا۔ اہلِ سمہ توپوں سے بہت خائف تھے۔ اس لئے اس نے آتے ہی توپیں چلانے کا حکم دیا۔ اس کی یہ تدبیر کارگر ہوئی اور فتح خاں پنجتاری اور رئیس زیدہ کے آدمیوں کے علاوہ تمام ملکی توپوں کی آواز سن کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یار محمد خاں

www.abulhasanalinadwi.org

کا لشکر بدرئی ندی کے کنارے خیمہ زن ہو گیا اور کچھ آدمی قلعۂ ہنڈ کے سامنے دمدمے بنانے لگے۔ اسی اثناء میں چار سوار سید صاحبؒ کے پاس پیغام لے کر آئے کہ آپ زیدے کی بستی ——— اور ہنڈ کا قلعہ خالی کر دیں ورنہ قلعۂ ہنڈ اور زیدے کی بستی کو توپوں سے اڑا دیا جائے گا۔

سید صاحبؒ نے جواب بھجوا دیا کہ "خادے خاں ہمارے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد باغی ہو گیا تھا اور کئی بار سکھوں کو مسلمانوں پر چڑھا لایا تھا، اس لئے وہ ہمارے ہاتھوں قتل ہوا۔ اب آپ اس باغی کے خون کا دعوےٰ لے کر ہم سے لڑنے آئے ہیں، یہ حرکت آپ کی شان سے بعید ہے، بہتر ہے کہ اپنے ملک کو چلے جائیں اور دائرہ اسلام سے قدم باہر نہ رکھیں۔

یار محمد خاں نے سید صاحبؒ کے اس پیغام کا نہایت درشت جواب دیا اور کہلا بھیجا کہ آئندہ کوئی صلح کا پیام لایا تو قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد سید صاحبؒ نے مولانا اسماعیلؒ کو طلب فرما کر شبخون کا حکم دیدیا۔ باہر کے مورچوں سے تمام مجاہدین کو بستی میں بلا لیا گیا اور مولانا سے فرمایا کہ آپ تین سو ہندوستانی اور چار سو ملکیوں کو ہمراہ لے کر بستی سے باہر گڑھی میں ٹھہریں اور وہاں سے وقت مقررہ پر شبخون کے لئے روانہ ہو جائیں۔ مولانا گڑھی سے نکل کر سیدھے راستے کی بجائے دو میل کا چکر کاٹ

www.abulhasanalinadwi.org

کر لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ دور چل کر سو سوار ہنڈ کی طرف سے
آتے ہوئے ملے، جب وہ بالکل قریب پہنچ گئے تو انھوں نے مجاہدین کو
پہچان لیا اور شور مچاتے ہوئے لشکر گاہ کی طرف بھاگے۔ مجاہدین نے
نعرۂ تکبیر کے ساتھ حملہ کر دیا۔ لشکر گاہ کے قریب پہنچے تو وہاں سے توپیں چلنے
لگیں۔ مولانا نے بڑی پھرتی سے کے ساتھ مجاہدین کو تین ٹولیوں میں تقسیم کر کے
دو جماعتوں کو توپ خانے کی دائیں بائیں جانب سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔
اور خود مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ توپوں کے سامنے پیش قدمی شروع
کر دی اور بہت جلد آگے بڑھ کر پانچ توپوں پر قبضہ کر لیا۔ چھٹی توپ کچھ
فاصلے پر تھی۔ وہاں سے تیزی کے ساتھ گولہ باری ہونے لگی تو مولانا نے
پچاس بندوقچیوں کو اس پر عقب سے حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا اور اس
طرح اس پر بھی قبضہ ہو گیا۔ مکمل فتح حاصل ہو جانے کے بعد مولانا نے
مجاہدین کو حکم دیا کہ توپوں کے قریب ہی موجود رہیں۔ خیموں کی تلاشی لی گئی
تو وہاں چھوڑے ہوئے سامان اور اکا دکا بھاگتے ہوئے آدمیوں کے
سوا کوئی نہ ملا۔ البتہ یار محمد خاں کا ایک قریبی مصاحب پکڑا گیا جس سے معلوم
ہوا کہ یار محمد خاں مجاہدین کی گولی لگنے سے زخمی ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھی اُسے
اٹھا کر لے گئے ہیں۔ مالِ غنیمت میں ایک ہاتھی، ستر اونٹ، تین سو گھوڑے
چھ بڑی توپیں، سولہ شاہینیں، ان کے علاوہ بے شمار تلواریں اور بندوقیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہاتھ لگیں۔ خیمے، بستر اور خیموں کا تمام سامان جوں کا توں محفوظ تھا۔ یار محمد خاں کے زخم کاری لگا تھا۔ کچھ دور نکل کر لہاور کے آس پاس فوت ہو گیا اور لاش کو پشاور لے جا کر دفن کر دیا گیا۔ اس مقابلے میں یار محمد خاں کے تین سو سپاہی مارے گئے اور مجاہدین میں سے صرف دو شہید ہوئے۔ مگر ملکیوں نے جو راستے ہی سے واپس لوٹ گئے تھے۔ سید صاحبؒ کو جا کر یہ خبر دے دی کہ تمام مجاہدین شہید ہو گئے۔ اس پر فتح خاں پنجتارہ اور سید احمد علی نے پنجتار چلنے کا مشورہ دیا لیکن سید صاحبؒ آخر وقت تک یہی فرماتے رہے کہ ذرا توقف کر لیں۔ ہمیں خدا تعالےٰ کے فضل سے فتح کی امید ہے۔ مگر ان دونوں کے اصرار پر مجبور ہو کر پنجتارہ روانہ ہو گئے۔ جب مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کو صورتِ حال کا علم ہوا تو آپ نے دو سواروں کو بھیج کر سید صاحبؒ کو مانیری سے واپس بلا لیا۔ جس وقت سید صاحبؒ تشریف لائے تو مولانا مالِ غنیمت اور گرفتار شدہ قیدیوں کو لئے ہوئے زیدے کی طرف آ رہے تھے۔ سید صاحبؒ نے گھوڑے سے اتر کر فرطِ محبت میں سینے سے لگا لیا۔ مختلف روایتوں کے مطابق جنگ زیدہ ۵ ربیع الاوّل ۱۲۴۵ھ بروز ہفتہ کو ہوئی تھی۔

سید صاحبؒ نے تمام اسلحہ اور خیمے وغیرہ مالِ غنیمت سے الگ کر کے بیت المال میں داخل کر دیئے اور باقی مال و اسباب کی قیمت کا اندازہ

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کے بعد چار حصے مجاہدین میں تقسیم کئے اور پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کر دیا۔ ہندوستانی مجاہدین میں سے اکثر نے اپنا حصہ بیت المال میں جمع کرا دیا۔ مالِ غنیمت کے سامان میں یار محمد خاں کے کچھ کاغذات بھی ملے جن میں رنجیت سنگھ کا ایک فرمان بھی تھا۔ اس میں مجاہدین پر لشکر کشی ان کو ملک سے نکالنے اور قلعۂ ہنڈ کو خادے خاں کے متعلقین کو حوالے کرنے کے علاوہ یار محمد خاں کے تین بیش قیمت گھوڑوں کو (جن میں سے ایک کی قیمت ساٹھ ہزار روپے تھی) حوالے کرنے کے احکامات درج تھے اور تنبیہ کی گئی تھی کہ اگر ان احکامات کی تعمیل نہ کی گئی تو مجھے خود لشکر کشی کرنی پڑے گی۔

تربیلہ پر حملہ تنگر کے رئیس خان زمان خاں ہشوانی کی تجویز پر جو سید صاحبؒ کے خاص ارادت مندوں میں سے تھے۔ آپ نے ایک مختصر سے لشکر کے ساتھ تربیلے کی تسخیر کا قصد فرمایا اور کھبل تشریف لے گئے۔ خان زمان خاں نے اپنے آدمیوں اور غازیوں کی جمعیت کے ساتھ تربیلے کے تمام علاقے پر باسانی قبضہ کر لیا۔ لیکن یہ قبضہ زیادہ عرصہ برقرار نہ رہ سکا۔ کیونکہ بہادر کوٹ کے قلعہ میں ہری سنگھ پانچ ہزار فوج لئے بیٹھا تھا، جب اسے تربیلے کی تسخیر کا علم ہوا تو مقابلے کے لئے آ پہنچا، اس سے دو، چار چپقلشیں ہوئیں۔ اگرچہ مجاہدین کا کوئی

www.abulhasanalinadwi.org

نقصان نہیں ہوا۔ مگر تربیلے پر قبضہ بھی برقرار نہ رہ سکا اور مجاہدین بحفاظت کھبل واپس آ گئے۔ کھبل کے قیام کے زمانے میں سید اکبر شاہ ستھانوی اور اُن کے بھائی چند دوسرے عزیزوں کو لئے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور ستھانہ چلنے کی درخواست کی جسے سید صاحبؒ نے بخوشی قبول فرمایا۔ اسی اثناء میں پائندہ خاں کی طرف سے ملاقات کی دعوت موصول ہوئی۔ آپ پہلے ستھانہ تشریف لے گئے، وہاں سید اکبر شاہ اور ان کے ایک خاندانی بزرگ سید نادر شاہ کے مشورہ سے پائندہ خاں تنولی سے ملاقات کا وقت اور مقام طے پا گیا۔ پائندہ خاں بہت شکی مزاج واقع ہوا تھا اور سید صاحبؒ اس کے شکوک وشبہات رفع کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے آپ نے مولانا اسمٰعیلؒ سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ زیادہ آدمی نہ جائیں، لیکن مولانا نے ازراہِ مصلحت کچھ مجاہدین کو جائے ملاقات کے قریب متعین فرما دیا کہ اگر پائندہ خاں کی طرف سے کوئی مخالفانہ کارروائی ہوئی تو بروقت مدد کو پہنچ جائیں۔ عشرہ سے باہر نکل کر دریا کی جانب دامنِ کوہ میں فریقین ملاقات کے لئے جمع ہوئے، مزاج پرسی کے بعد سید صاحبؒ نے فرمایا :-

"آپ کسی بات کا اندیشہ نہ کریں، آپ ہمارے بھائی ہیں، ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے آدمی آپ کی عملداری میں آئیں جائیں تو کوئی

www.abulhasanalinadwi.org

رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ آپ کے علاقے سے کشمیر کو راستہ جاتا ہے اور
دریائے اباسین کی کشتیاں آپ کے قبضے میں ہیں۔ اگر آپ اس
کارِ خیر میں شریک رہیں گے تو اللہ تعالیٰ دین اور دنیا میں فلاح
وخیر عطا فرمائیں گے۔"

پائندہ خاں نے جواب دیا۔
"آپ پیر و مرشد اور امام ہیں اور ہم آپ کے مطیع و فرماں بردار،
جو کچھ آپ فرماتے ہیں مجھے منظور ہے۔"

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ پائندہ خاں کے آدمی جنہیں اس نے جائے ملاقات سے کچھ فاصلے پر چھپا رکھا تھا، گھوڑوں پر سوار ادھر آتے ہوئے نظر آئے۔ اُدھر غازیوں کی جو جمعیت مولانا اسماعیلؒ نے حفظ ما تقدم کے طور پر متعین کی تھی اُس نے بجلی کی سی سرعت کے ساتھ سید صاحبؒ اور پائندہ خاں کے گرد حلقہ بنا لیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر پائندہ خاں کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ سید صاحبؒ نے تسلی دی اور واپس تشریف لے آئے۔

عشرہ اور امب کے معرکے

سید صاحبؒ ستھانے سے کمبل تشریف لے جا رہے تھے تو چنئی پہنچ کر خبر ملی کہ سلطان محمد خاں نے لشکرِ اسلام کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر قلعہ ہنڈ پر حملہ کر دیا ہے اور جو ساٹھ غازی قلعے کی حفاظت پر

www.abulhasanalinadwi.org

مامور تھے، ان سے قلعہ خالی کرالیا ہے اور اب پنجتار پہ حملے کی تیاریوں میں مشغول ہے۔ چنانچہ آپ لشکرِ اسلام کی بھاری جمعیت کو کمبل میں چھوڑ کر خود پنجتار تشریف لے گئے، لیکن جب اطمینان ہو گیا کہ پنجتار پر فوری حملے کا خطرہ نہیں ہے تو آپ نے پکھلی میں محاذِ جنگ کھولنے کے لئے مولانا شاہ اسمٰعیلؒ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ مگر پائندہ خاں نے مجاہدین کو اپنے علاقے سے گزرنے اور سہولتیں فراہم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ مولانا نے تمام حالات سید صاحبؒ کو لکھ بھیجے۔ آپ نے یہاں کے ذمّے دار لوگوں سے مشورہ کیا۔ سب نے یہی تجویز پیش کی کہ پیش قدمی جاری رکھی جائے۔ چنانچہ آپ نے جنبئی پہنچ کر شاہ اسمٰعیلؒ کو لشکر کا امیر مقرر کیا اور وہ مجاہدین کو لے کر گباٹی ہوتے ہوئے دیگڑہ پہنچ گئے۔ غازیوں کی بھاری جمعیت ستھانے میں تھی جس کے امیر سید احمد علی (خواہر زادہ سید صاحبؒ) اور نائب امیر رسالدار عبدالحمید خاں تھے۔ پائندہ خاں کی فوجوں کا بڑا مرکز امب میں تھا اور اس کی کچھ فوجیں عشرہ میں تھیں۔

مولانا نے مجاہدین کی ایک جماعت کو کوہ کنیرڑی کی طرف روانہ کر دیا کہ اس طرف سے عشرہ پر حملہ آور ہوں۔ دوسری طرف سید احمد علی کو حکم بھیج دیا کہ صبح مجاہدین کو لے کر عشرہ کے میدان میں پہنچ جائیں اور خود فروسہ کی طرف

www.abulhasanalinadwi.org

سے پیش قدمی کا ارادہ فرمایا اور اس طرح پائندہ خاں کی فوجوں کے دونوں مراکز کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ پائندہ خاں نے اپنی فوجوں کو ہر طرف سے گھرا ہوا پایا تو اس نے مولانا کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میں اپنی غلطی پر نادم ہوں۔ بعض چند مجاہدین کے ہمراہ بانڈہ تشریف لے آئیں تاکہ شرائط صلح پر گفتگو ہو جائے۔

یہ پیغام موصول ہونے کے بعد مولانا نے سید احمد علی کو لکھ بھیجا کہ مدافعت ملتوی کر دیں اور اگر روانہ ہو چکیں ہوں تو واپس چلے جائیں۔ دوسری طرف پائندہ خاں نے بانڈہ میں رحمت خاں کو مولانا کی گرفتاری پر مامور کر دیا اور خود ایک ہزار سواروں اور دو سو پیادوں کے ساتھ امب سے روانہ ہو کر عشرہ پہنچا اور یہاں سے کوہ کینرڑی کے مجاہدین پر حملہ کر دیا۔ ابتدائی حملے میں چھ مجاہدین شہید ہو گئے جن میں امام خاں خیرآبادی بھی شامل تھے جو بڑے شجاع اور باتدبیر مجاہد تھے۔

مجاہدین کی کچھ جمعیت فردسہ میں مقیم تھی۔ شیخ ولی محمد نے کینرڑی کی طرف سے گولیوں کی آواز سنی تو قاضی سید محمد حبان کو ساتھ لے کر مولوی نصیر الدین کے پاس پہنچے، جن کے پاس پچاس ساٹھ پنجابی مجاہدین اور قریب ہی قندھاری مجاہدین تھے۔ شیخ ولی محمد ان سب کو ہمراہ لیکر گولیوں کی آواز پر چل پڑے اور اس طرح خدا تعالے نے غیب سے کینرڑی کے

www.abulhasanalinadwi.org

گھرے ہوئے مجاہدین کی مدد کا سامان پیدا کردیا جس کے نتیجہ میں پائندہ خاں عشرہ کو چھوڑ کر امب روانہ ہوگیا۔ عشرہ پر قبضے کے بعد مجاہدین نے کوٹلہ بھی خالی کرالیا۔ اس کے بعد شیخ ولی محمد کوٹلے کے پہاڑ کے اوپر اوپر امب کے قریب جا پہنچے۔ پائندہ خاں امب سے بھی بھاگ نکلا اور چھتر بائی جا کر سانس لیا۔ پھر وہاں بھی نہ ٹھہر سکا اور دریا پار کر کے بلوٹی چلا گیا لیکن اس کی فوجیں چھتر بائی پر بدستور قابض تھیں اور مجاہدین کو اس گڑھی پر قبضہ کرنے میں بڑی مشکلات پیش آئیں۔ آخر مولانا نے سید صاحبؒ کو پیغام بھیجا کہ آپ خود امب تشریف لا کر گڑھی کی تسخیر کی کوئی تدبیر کریں۔ سید صاحبؒ نے پنجتار سے مدفون توپیں منگالیں اور انہیں گڑھی کے سامنے نصب کرادیا۔ جب پائندہ خاں کو معلوم ہوا کہ پنجتار سے توپیں آگئی ہیں تو اس نے حسن شاہ اور منشی محمد غوث کے ذریعے حسب ذیل شرائط پر اطاعت قبول کرلی۔

"میں شریعت کی خدمت اور امیر المومنین کی اطاعت قبول کرتا ہوں آئندہ کبھی کفار کا ساتھ نہ دوں گا اور نہ ان سے کوئی تعلق رکھوں گا۔

اپنے بھائی مدد خاں کے تمام حقوق ادا کروں گا۔

کلکٹی کے علاوہ اگرور کا تمام علاقہ چھوڑ دوں گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

تنولیوں کے ملک و ریاست سے کوئی غرض نہ رکھوں گا۔
ایک سو ساٹھ سوار معہ شاہین برخوردار جہاں داد خاں کے ہمراہ ملک سمہ بھیجوں گا۔
دو ہزار کا لشکر اکبر علی کے ہمراہ کشمیر روانہ کروں گا۔
اگر میں نے ان امور کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو میری جان اور مال مسلمانوں کے لئے مباح ہوں گے۔

شرائط صلح کی تکمیل میں قاضی سید محمد حبان کی مساعی جمیلہ کو بڑا دخل حاصل تھا، یہ اقرار نامہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۲۴۵ھ کو مرتب ہوا۔

تسخیر پھولڑہ

عشرہ اور امب کے غیر متوقع معرکوں سے فراغت کے بعد سید صاحبؒ کشمیر کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتے تھے تاکہ مسلمانان کشمیر کو سکھوں کے مظالم سے نجات دلاکر وہاں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کر سکیں۔ اس سلسلے میں والیٔ چترال سے پہلے ہی خط و کتابت ہو چکی تھی اور دادی کاغان کے سید ضامن شاہ سے بھی تعلق قائم ہو گیا تھا۔

مولانا شاہ اسمٰعیلؒ کا خیال تھا کہ درمیانی علاقوں پر قبضہ کئے بغیر کشمیر پر یورش نہیں کرنی چاہیئے۔ بالآخر طے پایا کہ اول پھولڑہ پر پیش قدمی کی جائے جو ضلع ہزارہ کا مرکزی مقام ہے۔ چنانچہ سید احمد علیؒ کی قیادت میں

www.abulhasanalinadwi.org

ایک لشکر تیار کیا گیا ہے جسے تین حصّوں میں تقسیم کیا تاکہ وہ مختلف گھاٹوں سے دریا پار کریں۔ لشکر نے تین حصّوں میں بٹ کر مختلف گھاٹوں سے سرن ندی کو عبور کیا اور کسی مزاحمت کے بغیر شاہ کوٹ پر قبضہ کرتے ہوئے پھولڑہ میں داخل ہوگیا۔ جب پائندہ خاں کو مجاہدین کی پیشقدمی کا علم ہوا تو وہ شکر گڑھ کی طرف بھاگا۔ سید صاحبؒ نے مولانا اسمٰعیلؒ کو ایک جماعت کے ساتھ بروٹی بھیج دیا۔ پائندہ خاں کو مولانا کی آمد کی خبر ملی تو وہ اگر ور چلا گیا اور اسی طرح مقامات تبدیل کرتا رہا۔

سکھوں کا حملہ

سید احمد علی کو پھولڑہ پہنچنے کے بعد اطلاع ملی کہ سکھ فوجیں ہری سنگھ نلوہ کی قیادت میں لشکرِ اسلام پر شبخون مارنے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ مجاہدین دو روز تک رات بھر جاگتے رہے۔ تیسرے روز جب اطمینان ہوگیا تو فجر کی اذان کے وقت جبکہ تمام مجاہدین نماز کی تیاری میں مشغول تھے۔ سکھ فوج کے سوار تیزی کے ساتھ میدانِ لشکر گاہ میں داخل ہوئے اور بے خبر مجاہدین پر ٹوٹ پڑے۔ پھر جس تیزی کے ساتھ آئے تھے اُسی طرح واپس چلے گئے۔

اس افراتفری کے عالم میں بہت سے مجاہدین، سپہ سالارِ لشکر اور اُن کے چند اہم رفقاء میر فیض علیؒ، مولوی محمد حسنؒ، مرزا عبدالقدوسؒ، رحیم بخشؒ جراح، میر احمد علیؒ، امام خاں، برکت اللہ اور محمد خاں جیسے جاں نثار دوں

www.abulhasanalinadwi.org

نے جامِ شہادت نوش کیا اور لشکر اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ اس کے باوجود شہداء کے مقابلے میں ان مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے سکھوں کی اس ناگہانی یورش کو ان کی کامیابی اور مجاہدین کی شکست قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ وہ بدستور لشکر گاہ کے میدان پر قابض رہے اور جب انہوں نے آس پاس کے ٹیلوں پر چڑھ کر گولیاں چلائیں تو حملہ آور لوٹا ہوا سامان میدان ہی میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

سید صاحبؒ نے قاصد کی زبانی سید احمد علیؒ اور دوسرے مجاہدین کی شہادت کی خبر سنی تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرمایا الحمد للہ! وہ جو مراد لے کر آئے تھے خدا نے انہیں اس مراد کو پہنچایا۔ پھر جب یہ معلوم ہوا کہ تمام زخم چہرے اور سینے پر آئے ہیں۔ پشت پر کوئی زخم نہ تھا تو خدا کا شکر بجا لائے اور آنسو پونچھ دیئے۔

سید احمد علیؒ بھانجے ہونے کے علاوہ سید صاحبؒ سے رضاعت کا رشتہ بھی رکھتے تھے۔ عمر میں تقریباً دو سال بڑے تھے اور اپنے تمام عزیزوں میں سید صاحبؒ کو بے حد عزیز تھے۔ آپ انہیں بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔ مولانا اسماعیلؒ کو سید احمد علیؒ اور ان کے ناموررفقاء کی شہادت کی خبر ملی تو پیش قدمی ملتوی فرما دی اور شمدڑہ سے واپس لوٹ

www.abulhasanalinadwi.org

آئے جس کے بعد پائندہ خان بھی مولانا کی مراجعت کی خبر پا کر اگرور سے شیر گڑھ پہنچ گیا۔

قیامِ امب کے مختصر حالات

جن دنوں امب مرکزِ جہاد بنا ہُوا تھا، سید صاحبؒ نے پورے علاقہ میں شرعی قوانین جاری فرما دیئے تھے جن کے فیصلے قاضی سید محمد حبّان کیا کرتے تھے۔ تارکینِ صلوٰۃ اور برہنہ غسل کرنے والوں کو عام طور پر سزائے تازیانہ دی جاتی تھی۔

ٹوپی کا رہنے والا پُھلیلہ نامی ڈاکو جس کی مردم آزاری اور دہشت گردی سے لوگ اس قدر پریشان تھے کہ سب نے اتفاق کر کے اُسے بستی سے نکال دیا تھا جس کے بعد وہ سکھوں سے جا ملا اور آئے دن مسلمانوں کی بستیوں میں ڈاکہ زنی کرنے لگا۔ جب سید صاحبؒ کو اس کے حالات کا علم ہُوا تو آپ نے اسے ایک خط لکھا کہ "آپ مسلمان ہوتے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں کو ایذا پہنچاتے ہیں یہ اچھی بات نہیں، آپ ہمارے پاس آ جائیں، ہم آپ کی زمینیں واپس دلا کر بستی میں دوبارہ آباد کرا دیں گے۔" یہ خط پڑھتے ہی ڈاکو کی اسلامی حمیت جاگ اُٹھی اور حاضرِ خدمت ہو کر بیعت ہو گیا۔

سید صاحبؒ کی کوششوں سے اس کے تمام حقوق شہریت بحال کر دیئے گئے اور آس پاس کی بستیوں کے لوگوں نے ایک غیر آباد گاؤں جو اُن کی مشترکہ

www.abulhasanalinadwi.org

ملکیت میں تھا پھلیلہ کو دے دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اُسے معلوم ہوا کہ سکھوں کی ایک رسد قلندر پور کے راستے دربند کی طرف جا رہی ہے اس نے سید صاحبؒ سے اجازت لے کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھات سے نکل کر حملہ کیا اور رسد لوٹ لی۔ تمام سکھ جن کی تعداد پانچ سو تھی سامانِ رسد چھوڑ کر بھاگ گئے اور چودہ وہیں کھیت رہے۔

جن دنوں پائندہ خاں بروٹی کو چھوڑ کر اگرور چلا گیا تھا اس کی چھ زنبورکیں بلوٹی سے کچھ فاصلے پر راستے میں پڑی تھیں جن کی حفاظت پر اس کے چند آدمی مامور تھے۔ سید صاحبؒ نے شیخ بلند بخت سے فرمایا کہ زنبورکوں کو لانے کا انتظام کرو۔ انہوں نے شیخ محمد اسحاق گورکھپوری کو اس مقصد کے لئے بھیجنا چاہا مگر معلوم ہوا کہ وہ بہت تھکے ہوئے ہیں، طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے ہیں۔ یہ سن کر شیخ صاحب نے اُن کی جگہ سید جعفر علی نقوی کو مختصر سی جماعت کے ساتھ آدھی رات کے وقت مولانا خیرالدین شیرکوٹی کے پاس چھتر بائی روانہ کیا اور کہا کہ ان کے مشورے سے زنبورکیں لانے کا انتظام کریں۔ یہ اسی وقت روانہ ہو کر مولوی خیرالدین کے پاس پہنچے۔ انہوں نے اپنا ایک آدمی بطور رہبر ساتھ کر دیا جس نے قریب کی بستی میں جا کر کہا کہ یہ امیرالمومنین کے آدمی ہیں جو پائندہ خاں کے تعاقب میں جا رہے ہیں، ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے پیچھے اور آدمی بھی آرہے ہیں۔ اگر کسی شخص نے کوئی حرکت کی تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ غرض یہ لوگ اس مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں زیور کیں پڑی تھیں۔ سید جعفر علی نے پائندہ خاں کے آدمیوں سے کہا جو کچھ تمہیں خان سے ملتا تھا وہی ہم دیں گے۔ تم ہمارے ساتھ چلو۔ جب وہ راضی ہو گئے تو زیور کیں پائندہ خاں کے اونٹوں پر لاد کر دن چڑھے چھتر بائی پہنچ گئے۔ رات بھر صعوبتِ سفر اور شب بیداری کی وجہ سے سید جعفر علی کو بخار ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود راستے میں کہیں نہیں رُکے اور اب پہنچ کر زیور کیں پیشِ خدمت کر دیں۔ جب شیخ محمد اسحٰق کو معلوم ہوا کہ اصلی حکم ان کے نام تھا، لیکن سید جعفر علی نے ان کی ناسازئ طبع کے باعث یہ ذمہ داری اپنے سر لے لی تو بہت بگڑے اور اُن سے کہنے لگے:

"جب حکم میرے نام تھا تو مجھے کیوں نہ جگایا اور خود کیوں روانہ ہو گئے؟"

یہ تھی وہ شانِ للٰہیت اور جذبۂ سبقت بالخیرات کہ اس جماعت کا ہر فرد اللہ کے راستے میں کڑی سے کڑی مشقت برداشت کرنے کے لئے بخوشی آمادہ رہتا بلکہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کو بے تاب رہتا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سکھوں کی طرف سے مصالحت کی کوشش

سید صاحبؒ اور ان کی جماعت کی استقامت اور جذبۂ جہاد کو دیکھ کر رنجیت سنگھ نے کنور شیر سنگھ، ونتورا اور ایلارڈ کی سرکردگی میں ایک لشکر سرحد کے علاقے میں بھیجا اور اس کے ساتھ ایک سفارت جو وزیر سنگھ اور فقیر عزیزالدین پر مشتمل تھی، سید صاحبؒ کی خدمت میں امب روانہ کی۔ اس سفارت نے حاضر خدمت ہو کر یہ پیش کش کی کہ مہاراجہ ماورائے سندھ کا پورا علاقہ آپ کی تحویل میں دینے کو تیار ہیں بشرطیکہ دوسرے علاقوں پر حملے ترک کر دیئے جائیں۔ سید صاحبؒ نے سفارت کی مدارات میں کوئی کمی نہ کی اور انہیں عزت و اکرام کے ساتھ رخصت کیا اور ان کی خواہش کے مطابق مولوی خیرالدین شیرکوٹی اور حاجی بہادر شاہ کو اپنا وکیل بنا کر پنجتار بھیج دیا تاکہ وہاں سے سمہ جا کر سرداران لشکر سے ملاقات کریں۔ اس سفارت کو سفر خرچ کے لئے بیت المال سے دس روپے دیئے گئے۔ ان حضرات نے پنجتار سے سلیم خاں پہنچ کر اپنی آمد کی اطلاع کرائی۔ سکھ لشکر سے پانچ سوار پیشوائی کو آئے اور دونوں سفیروں کو مجوزہ قیام گاہ پر لے گئے۔ دوسرے روز ونتورا اور ایلارڈ سے ملاقات اور گفتگو ہوئی جس میں ان دونوں کے علاوہ وزیر سنگھ اور فقیر عزیزالدین بھی شریک ہوئے اور گفتگو کی تفصیل قلمبند

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کے لئے ایک اخبار نویس بھی موجود تھا۔

ذنتورا بے تکلف فارسی بولتا تھا اس نے دریافت کیا کہ دونوں صاحبان میں علمِ دین کا زیادہ ماہر کون ہے؟ حاجی بہادر شاہ نے مولوی خیر الدین صاحب کی طرف اشارہ کیا۔ ذنتورا نے خواہش ظاہر کی کہ میں کچھ علمی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مولوی صاحبؒ نے فرمایا: "اگر علمی گفتگو کرنی ہے تو سخت جواب سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔"

ذنتورا نے دورانِ گفتگو تجویز پیش کی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اگر علاقہ یوسف زئی کی مالگذاری سید صاحبؒ کی معرفت وصول کر لیا کریں، تو فوج کشی کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ مولوی خیر الدین صاحبؒ نے اس تجویز کو سختی کے ساتھ رد کر دیا اور فرمایا:

"سید صاحبؒ بطور جاگیر دار ایک کافر فرماں روا کا باج گزار بننا ہرگز پسند نہ کریں گے۔"

ذنتورا نے کہا:

"اگر ملک و جاگیر کی طمع نہیں تو اس بے سروسامانی کے باوجود ایک طاقتور حکمراں سے جنگ پر کیوں کمربستہ ہیں؟"

مولوی صاحبؒ نے جواب دیا:

"یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ سید صاحبؒ کو ملک و جاگیر کی طمع نہیں ہے

www.abulhasanalinadwi.org

کیونکہ کوئی ظاہر پرست انسان بے سروسامانی کے عالم میں کسی صاحبِ تخت و تاج سے ٹکر نہیں لے سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سید صاحبؒ جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے اس دور دراز علاقے میں تشریف لائے ہیں اور شاید آپ کو معلوم ہو کہ جہاد کے لئے قیامِ امامت اور جائے امن کی دو شرطیں لازمی ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے سید صاحبؒ کی امامت متفق علیہ ہے اور آپ کی ذات میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک امام راشد یا امیر المؤمنین میں ہونی چاہئیں اور جائے امن کی شرط کو پورا کرنے کے لئے آپ نے ہندوستان سے ہجرت فرما کر آزاد قبائلی علاقے کو مرکزِ جہاد بنایا ہے۔ یہاں یہ حقیقت بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ جہاد کا مطلب محض جنگ اور ملک گیری نہیں ہے بلکہ اپنی قوت و طاقت کے مطابق اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے سعی و کوشش خواہ کسی صورت میں ہو جہاد کہلاتی ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک کمزور اور بے سروسامان جماعت اپنے سے بڑی قوتوں پر غالب آجاتی ہے۔"

جب دستور لاجواب ہو گیا تو اس نے تجویز پیش کی کہ کم ازکم اس کے اور سید صاحبؒ کے مابین تحائف کا تبادلہ ہو جائے تاکہ اس کا مشن خالصہ سرکار میں ناکام قرار نہ پائے۔

مولوی صاحبؒ نے فرمایا: "سید صاحبؒ کو آپ کی دوستی اور محبت سے

www.abulhasanalinadwi.org

کوئی غرض نہیں ہے۔ اگر آپ خواہش رکھتے ہیں تو پہل آپ کی طرف سے ہونی چاہیئے۔ سید صاحبؒ بڑے عالی حوصلہ بزرگ ہیں، آپ کے تحائف کے بدلے میں ضرور تحائف بھیجیں گے"

دنتورا نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے کہا:

"ہمیں کسی خاص تحفے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر کوئی گھوڑا مرحمت فرمادیں گے تو ہمیں خوشی ہوگی"

مولوی صاحبؒ نے صاف انکار فرمادیا اور کہا کہ سید صاحبؒ اس کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گے (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ خالصہ سرکار میں گھوڑا بطور خراج پیش کرنے کی رسم جاری تھی) دنتورا نے ہر چند اصرار کیا، مگر مولوی صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو لوگ خود آپ کی سرکار سے خراج اور جزیہ وصول کرنے کی نیت رکھتے ہوں ان سے ایسی توقع رکھنا عبث ہے۔ آخر میں دنتورا نے کہا کہ اس کی اس تجویز سے سید صاحبؒ کو ضرور آگاہ کر دیا جائے اور وہ جو بھی جواب دیں حضرو کے مقام پر ہمیں پہنچا دیا جائے۔

مولوی صاحب اور حاجی بہادر شاہ پنجتار ہوتے ہوئے امب پہنچے اور گفتگو کی تمام تفصیل سید صاحبؒ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ مولوی صاحب کے جوابات سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

www.abulhasanalinadwi.org

"وہ کسی دوسرے شخص سے اتنی صاف گوئی ممکن نہ تھی اسی لئے آپ کا انتخاب کیا گیا تھا"

نظامِ عشر کا قیام پائندہ خاں کے ساتھ مصالحت کی صورت پیدا ہو گئی تو قاضی سید محمد حبان کی تجویز پر تین سو سوار اور تین سو پیادوں کا ایک لشکر قاضی صاحب کی سرکردگی میں نظامِ عشر قائم کرنے کے لئے تیار کیا گیا۔ مولانا شاہ اسمٰعیلؒ اور رسالدار عبدالحمید خاں بطور مشیر مقرر کئے گئے۔ قاضی صاحب لشکر کو لے کر گندف ہوتے ہوئے پابئی پہنچے۔ پنجتار میں دیوان شاہ کے باغ میں قیام ہوا۔ علاقے کے تمام خوانین اور علماء باقاعدگی کے ساتھ ادائے عشر پر راضی ہو گئے لیکن مقامی ملاؤں نے اس تجویز کو دل سے پسند نہیں کیا تھا کیونکہ اس سے پہلے عشر کی رقمیں انہیں کو ملتی تھیں۔ اس فیصلے کے چند روز بعد اطلاع ملی کہ کھلابٹ کے لوگ مقابلے کی تیاری کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب کم و بیش نو سو افراد کی جماعت کو لے کر کھلابٹ پر حملہ آور ہوئے۔ صرف دو آدمیوں نے مقابلہ کیا اور وہ دونوں مارے گئے۔ غازیوں میں سے کسی کو خراش تک نہ لگی۔ انہی دنوں رسالدار عبدالحمید خاں کی تجویز پر کسی مزاحمت کے بغیر ہنڈ کے قلعے پر دوبارہ قبضہ کر لیا گیا۔ کیونکہ جو سکھ فوجی قلعۂ ہنڈ میں مقیم تھے، مجاہدین کی پیش قدمی کی خبریں سن کر پہلے ہی قلعہ خالی کر کے جا چکے تھے۔ قاضی صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

ہنڈ سے زیدہ اور وہاں سے شیوہ پہنچ گئے اور قرب وجوار کے خوانین کو جمع کر کے ادائے عشر کی ترغیب دی جسے سب نے بخوشی قبول کر لیا۔

قاضی صاحب نے نظامِ عشر کے قیام و انتظام کے لئے ایک مجلسِ شوریٰ اور مختلف علاقوں میں ناظم مقرر کر دیئے تھے اور ہر ناظم کے ساتھ تیس چالیس غازی کر دیئے تاکہ اپنے علاقوں میں دورہ کر کے عشر کی رقمیں اور جنس وصول کریں۔ تھوڑی سی مدت کے اندر تمام علاقے میں احکامِ شریعت کی بجا آوری اور عشر کی ادائیگی کا نظام قائم ہو گیا۔ سرکاری اہل کاروں کو بستیوں میں جا کر کوئی چیز مانگنے کی سخت ممانعت تھی۔ کسی سوار نے اگر عشر کی جنس کے علاوہ کوئی چیز طلب کی تو اُسے سخت سزا دی گئی۔[1]

مردان پر لشکر کشی

ان امور کی تکمیل کے بعد دو ملکیوں کو مردان کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیج دیا۔ وہ خبر لائے کہ ہوتی اور مردان کی گڑھی میں بیس پچیس اور تیس چالیس آدمیوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ احمد خاں پشاور گیا ہوا ہے۔ صرف رسول خاں مردان میں موجود ہے۔

قاضی صاحب نمازِ عشاء کے بعد مردان کی طرف روانہ ہو گئے۔ قریب

---

[1] بعض سرکاری اہل کاروں کو بیس بیس تازیانوں کی سزا دی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

پہنچے تو گھوڑوں نے خلافِ معمول ہنہنانا شروع کر دیا جس سے دشمن کو حملہ کی اطلاع مل گئی اور اُدھر سے نقارہ بجنے کی آواز آئی۔ قاضی صاحب نے مولانا شاہ اسماعیلؒ اور رسالدار عبدالحمید خاں سے مشورے کے بعد اعلانیہ جنگ کا فیصلہ کیا۔ جب ہوتی کی بستی نصف کوس کے فاصلے پر رہ گئی تو لشکر کو تین حصّوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک دستے پر مولوی مظہر علی عظیم آبادی کو مقرر کیا اور انہیں کھلیانوں کی طرف جانے کی ہدایت کی۔ رسالدار عبدالحمید خاں کو مغربی سمت کے میدان کی طرف سے حملہ کرنے کو کہا اور خود دروازے کی جانب بڑھے۔ تین طرف سے حملہ شروع ہوا۔ ابتدائی مزاحمت کے بعد جس میں مولوی مظہر علی عظیم آبادی کی ران میں گولی لگی اور وہ شدید زخمی ہوئے۔ ہوتی کی گڑھی پر قبضہ حاصل ہو گیا۔ جو لوگ اندر تھے انہوں نے ہتھیار ڈال کر امان طلب کر لی۔ مُلّا لعل محمد قندھاری کو پچیس سواروں کے ساتھ ہوتی کے انتظام کے لئے چھوڑا اور باقی لشکر مردان کی طرف روانہ ہو گیا۔ نمازِ فجر کے بعد مردان کی گڑھی پر حملہ شروع ہوا۔ جب مجاہدین بستی میں داخل ہوئے تو گڑھی کے چوبُرجوں سے گولیاں برسنے لگیں، مجاہدین کے لئے کھلے میدان سے حملہ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے وہ کچے مکانوں کی دیواریں توڑ توڑ کر گڑھی سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ اس احتیاط کے باوجود متعدد مجاہدین شہید اور زخمی ہو گئے۔ خود

www.abulhasanalinadwi.org

امیرِ لشکر قاضی سید محمد حبانؒ جب ایک مکان کی دیوار توڑ کر آگے بڑھ رہے تھے تو آن کے سر میں ایک گولی لگی اور اسی وقت جامِ شہادت نوش فرما گئے آپ کی شہادت کے بعد مولانا اسماعیل شہیدؒ نے کمان سنبھال لی اور رسالدار عبدالحمید خاں کو حکم دیا کہ شاہینوں کی مدد سے برجوں پر گولہ باری شروع کردیں۔ آخر یہ تدبیر کارگر ہوئی اور تھوڑی دیر میں تمام بُرج دشمنوں سے خالی ہو گئے۔ پھر احمد خاں کا بھائی رسول خاں گڑھی کے تہہ خانے سے باہر نکل کر امان کا طلب گار ہوا۔ مولانا نے فرمایا۔ اپنے تمام آدمیوں کو لے کر باہر آجاؤ۔ تمہارا تمام سامان محفوظ رہے گا اور واپس لوٹا دیا جائے گا۔ لیکن احمد خاں کے سامان میں سے کوئی چیز نہ لینا، کیونکہ وہ باغی ہے۔

تمام انتظامات سے فراغت کے بعد شہداء کو مردان ہی میں دفن کر دیا اور رسول خاں کو خانی کی مسند پر بٹھا دیا۔ سو سواروں کو احمد خاں کا سامان جمع کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد گڑھی امان زئی اور سدم کی تحصیلوں پر حاجی بہادر شاہ اور حاجی محمود خاں کو تحصیلدار مقرر کیا اور تمام امور کی تکمیل کے بعد شیوہ ہوتے ہوئے پنجتار پہنچے۔ یہاں سے سید صاحبؒ کی طلبی پر لمب تشریف لے گئے اور آپ کی خدمت میں جنگِ مردان کی تفصیلات اور انتظامات کی کیفیت بیان کی۔ قاضی سید محمد حبانؒ کی شہادت

www.abulhasanalinadwi.org

پر سید صاحبؒ اور تمام رفقاء بے حد متأسف ہوئے۔

جنگِ مایار

سلطان محمد خاں اپنے اہلِ خاندان اور ہم چشموں کی طعنہ زنی سے سید صاحبؒ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگیا۔ اسی اثناء میں احمد خاں کمال زئی کو مردان میں مجاہدین سے زک اٹھانی پڑی اور اس کی مسند پر رسول خاں کو بٹھا دیا گیا۔ اس لئے احمد خاں نے بھی سلطان محمد خاں کو مشتعل کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور اس نے سلطان محمد خاں اور اس کے بھائیوں کی مدد سے ایک لشکر تیار کیا جو مجاہدین سے قوت آزمائی کے لئے چکی پہنچ گیا۔

رسالدار عبدالحمید خاں نے سردارانِ پشاور کے ناپاک عزائم اور ان کی فوجوں کی نقل و حرکت کی اطلاع دی تو سید صاحبؒ امب سے پنجتار روانہ ہو گئے۔ قلعۂ امب کی حفاظت پر شیخ بلند بخت دیوبندی کو مامور کیا اور قلعے سے باہر جو لشکر متعین تھا اُس کا امیر مولانا شاہ اسمٰعیلؒ کو مقرر کیا۔ پنجتار پہنچ کر معلوم ہوا کہ پائندہ خاں اور سکھ امب اور عشرہ پر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں، چنانچہ قلعۂ امب کی حفاظت کے لئے مناسب مقامات پر مورچے بنا لئے گئے اور قلعہ کے شمال میں ایک خندق کھودی گئی جس کی کھدائی میں مولانا شاہ اسمٰعیلؒ نے بہ نفسِ نفیس شرکت کی۔ پائندہ خاں کی طرف سے چھتر بائی پر حملے کا خطرہ تھا، چنانچہ شیخ ولی محمد

www.abulhasanalinadwi.org

روزانہ سو سوا سو مجاہدین کے ساتھ دن بھر چھتر بائی کی حفاظت کرتے اور رات کی تاریکی میں واپس لوٹتے تھے۔

متوقع حملے کے پیشِ نظر سید صاحبؒ نے مولانا اسمٰعیلؒ کو خط لکھ کر عورتوں اور بچوں کو امب سے ستھانہ بھیج دینے کی ہدایت کی۔ لیکن مولانا اسماعیلؒ نے لکھ بھیجا کہ اس سے مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلنے کا امکان ہے لہٰذا عورتوں اور بچوں کی منتقلی مناسب نہیں ہے۔ سید صاحبؒ کے دوبارہ لکھنے پر بھی مولانا اپنی پہلی رائے پر قائم رہے اور جواباً تحریر فرمایا کہ:

"میں اپنی پہلی رائے پر قائم ہوں، حکم و اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے اگر آپ کا حکم بحال رہتا ہے تو اس کی تعمیل کی جائے گی۔"

سید صاحبؒ کی ہدایات کی تعمیل میں مولانا کی طرف سے ظاہری طور پر جس پس و پیش کا اظہار کیا گیا اُسے حکم عدولی یا سوءِ ادب پر محمول نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بیشتر امور میں سید صاحبؒ مولانا سے صلاح و مشورہ کے بعد ہی کوئی اقدام فرماتے تھے۔ اسی لئے شاہ اسماعیلؒ نے کسی بھی رو و رعایت کے بغیر اپنی رائے پیش کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ سید صاحبؒ نے اسے منافی ادب نہیں سمجھا بلکہ خط پڑھ کر فرمایا:

"یہ تو میرے بھانجے سید احمد علیؒ جیسی تحریر ہے جو سچی بات کہنے میں کوئی رو و رعایت نہیں کرتے تھے"۔[1]

---

[1] منظورہ ص ۸۳۳

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحبؒ چار سو غازیوں کے ہمراہ پنجتار سے شیوہ اور اسماعیلہ ہوتے ہوئے گڑھی امان زئی پہنچے تو معلوم ہوا کہ درانیوں کا لشکر چکنی سے روانہ ہو کر اوتمان زئی پہنچ گیا ہے۔ یہ عزم جنگ کا کھلا اعلان تھا لیکن سید صاحبؒ نے ضبط و تحمل سے کام لیتے ہوئے سلطان محمد خاں کو نہایت ہمدردانہ خطوط لکھے جن میں اُسے جنگ سے باز رہنے اور راہِ راست پر لانے کی تلقین کی اور یہاں تک فرمایا کہ "اگر ہم میں سے کوئی امر خلافِ شریعت ہوا ہے یا ہم نے کسی پر زیادتی کی ہے تو آپ اس کی نشان دہی کر دیں ہم اُس سے تائب ہو جائیں گے"۔

ان مخلصانہ اور ہمدردانہ خطوط کے جواب میں سلطان محمد خاں نے یہ دھمکی دی کہ ان باتوں کا جواب میدانِ جنگ میں دیا جائے گا"۔

آخر سید صاحبؒ نے تورو پہنچ کر امب سے مولانا اسماعیلؒ کو بھی اپنے پاس بُلا لیا۔ مولانا نے امب کے تمام انتظامات شیخ بلند بخت دیوبندی کے حوالہ کر دیئے اور خود دو سو مجاہدین کی معیت میں حاضرِ خدمت ہو گئے۔ سید صاحبؒ نے تورو سے باہر نکل کر مولانا اسماعیلؒ کی جماعت کا استقبال کیا اور تمام غازیانِ اسلام سے بغل گیر ہو کر ملے۔

درانی فوجوں کا رُخ مردان کی طرف تھا اس لئے سید صاحبؒ نے تورو کے مقام کو مرکز جہاد بنایا تھا۔ یہ جگہ مردان سے چار میل کے فاصلے

www.abulhasanalinadwi.org

پر جنوب میں واقع ہے۔ مردان اور تورو کے عین وسط میں مایار ہے جس کی مغربی سمت کے میدان میں گھمسان کی جنگ ہوئی تھی، اس لئے جنگِ مایار کہلائی۔

مجاہدین کی گشتی پارٹی نے خبر دی کہ درانیوں کا لشکر مایار کی گڑھی پر حملہ کرنے کے ارادے سے نکلا ہے تو سید صاحبؒ نے بھی نقارہ بجوا کر کوچ کا حکم دے دیا لیکن جب میدان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ گڑھی سے جوابی فائرنگ پر فوجیں واپس چلی گئیں۔ سید صاحبؒ نے شبخون کے خطرے کے پیشِ نظر سواروں اور پیادوں کو تاکید فرمادی تھی کہ باری باری آدھے آدمی سوئیں اور آدھے جاگتے رہیں۔ دوسرے روز آپ نے نمازِ فجر کے بعد برہنہ سر ہو کر دعا کی۔ اسی وقت ملا لعل محمد قندھاری کے ایک آدمی نے خبر دی کہ درانی لشکر میں کوچ کا نقارہ بج چکا ہے۔ اس وقت غازی کھانا پکانے میں مشغول تھے، وہ فوراً مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس لڑائی میں فتح خاں پنجتار کے علاوہ تیرہ چودہ ملکی خوانین سید صاحبؒ کے ساتھ تھے۔ غازیانِ اسلام کی تعداد تقریباً ساڑھے تین ہزار اور درانی لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی جو چار ہزار پیادوں اور آٹھ ہزار سواروں پر مشتمل تھا۔

سید صاحبؒ نے مایار اور تورو کے درمیانی نالے کو عبور کر کے پیادوں

www.abulhasanalinadwi.org

کی صف بندی اس طرح کی کہ اگلی اور پچھلی صفوں میں ہندوستانی اور درمیانی صفوں میں مقامی باشندوں کو رکھا۔ سواروں کو پیادوں کے بائیں جانب ذرا پیچھے رکھا گیا۔ ان کے آگے شاہین داروں کا دستہ تھا جس کے امیر شیخ عبداللہ رام پوری تھے۔ درانیوں نے ہوتی سے نکلتے ہی غازیوں کے لشکر پر گولہ باری شروع کر دی جس سے مایار تک پہنچتے پہنچتے چند مجاہدین شہید ہو گئے۔ کیونکہ تمام علاقہ میدانی تھا جس میں چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ جب مجاہدین مایار پہنچ گئے اور درانی لشکر کی طرف سے شدید گولہ باری ہونے لگی تو سید صاحبؒ نے حکم دیا کہ سب سے پہلے توپوں پر قبضہ کرنا چاہیئے۔ مجاہدین نے صف بندی قائم رکھتے ہوئے توپوں کی طرف بڑھنا شروع کیا اور اسی کوشش میں اکا دکا شہید ہوتے رہے۔ آخر کار انہوں نے توپوں پر جا کر قبضہ کر لیا۔

اُدھر سے درانی لشکر نے ایک شدید حملہ کیا۔ اُن کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے مجاہدین اپنی صف بندی قائم نہ رکھ سکے۔ درانی سپاہی "سید کجاست؟ سید کجاست؟" کہتے ہوئے بڑھ رہے تھے، جب چالیس پچاس قدم کا فاصلہ رہ گیا تو سید صاحبؒ نے تکبیر کہہ کر پہلا فائر کیا۔ آپ کے بندوق سر کرنے کے بعد تمام مجاہدین نے بندوقوں، قرابینوں اور تلواروں سے کام لینا شروع کر دیا اور ایسا بھرپور جوابی حملہ کیا کہ درانی ایک ہی

www.abulhasanalinadwi.org

ریلے میں منتشر ہو گئے۔ سید صاحبؒ نے بھاگتے ہوئے دُرانی سپاہیوں کے تعاقب کا حکم دیا۔ چنانچہ مجاہدین انہیں دور تک دھکیلتے ہوئے لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد درانیوں کے ایک دوسرے غول نے زبردست حملہ کیا۔ یہ بھی سید کجاست؟ سید کجاست؟ کہتے ہوئے آئے۔ سید صاحبؒ کے پاس جو غازی تھے ان کی تعداد پانچ سو سے زیادہ نہ تھی۔ آپ کے ساتھی رائفل بھر بھر کر دے رہے تھے اور آپ ہر فائر کے بعد فرماتے: "سید ہمین است" یہ غول بھی تھوڑی دیر میں منتشر ہو گیا اور غازی اُن کے تعاقب میں دُور تک نکل گئے۔ اس وقت سید صاحبؒ کے پاس صرف پچاس ساٹھ مجاہدین تھے۔ اسی اثنا میں چھ سات سو سواروں نے تیسری بار ہلّہ بول دیا، لیکن حملہ آوروں کی تعداد پہلے دو حملوں کے مقابلے میں بہت کم تھی اس لئے گرد و غبار کی وجہ سے فضاء زیادہ مکدر نہ ہو سکی تھی اور سید صاحبؒ کی ہر گولی سے کوئی نہ کوئی سوار گرتا اور گھوڑا بدک کر بھاگ جاتا تھا۔ جب میدانِ جنگ درانی فوجوں سے صاف ہو گیا تو تمام لاشیں جمع کی گئیں، مجاہدین کی ۲۸ لاشیں ملیں جنہیں دو قبروں میں دفن کیا گیا۔ اَسّی لاشیں درانیوں کی تھیں جن کی تدفین ملکیوں نے کی، جو غازی مایار اور تورو کے درمیان شہید ہوئے اُن کی تعداد نو دس سے زیادہ نہ تھی انہیں تورو سے باہر ایک بڑی قبر کھود کر دفن کیا گیا، مغرب کی

www.abulhasanalinadwi.org

نماز کے بعد سید صاحبؒ نے شہداء کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لئے الحاح وزاری کے ساتھ دعا کی۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان پر یہ کلمہ تھا کہ "ہمارے یہ بھائی جو مراد لے کر آئے تھے وہ انہیں مل گئی، خدا ہمیں بھی اسی طرح شہادت نصیب کرے۔"

جنگ مایار میں جن فدائیانِ اسلام نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان میں رسالدار عبدالحمیدؒ خاں، کالے خاں شمس آبادی، سید ابو محمد نصیر آبادی اور شیخ امیر اللہ تھانویؒ کے نام خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ سید صاحبؒ کے بھانجے سید احمد علیؒ کے صاحبزادے سید موسیٰ بھی جنگِ مایار میں بڑی بے جگری سے لڑے اور ان کے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے اور چند ماہ زخمی حالت میں صاحبِ فراش رہ کر جاں بحق ہو گئے۔

پشاور کی طرف پیش قدمی

جنگِ مایار سے فراغت پانے کے بعد مردان کی طرف پیشقدمی ضروری سمجھی گئی اور مولانا شاہ اسمٰعیلؒ کو درانی لشکر کے متروکہ مال واسباب پر قبضہ کرنے کے لئے ایک سو مجاہدین کے ہمراہ بھیج دیا۔ مولانا ہوتی کی گڑھی کے قریب پہنچے تو وہاں سے گولیاں چلائی گئیں جو تھوڑی دیر کے بعد بند ہو گئیں اور احمد خاں کے بھائی رسول خاں نے پیغام بھیجا کہ میں بدستور تابع فرمان ہوں مگر درانیوں کی آمد کے باعث بے بس ہو گیا تھا۔ آخر مولانا اسمٰعیلؒ

www.abulhasanalinadwi.org

نے اس شرط پر صلح کرلی کہ مجاہدین قصبے سے باہر قیام کریں گے۔ اس کے بعد رسول خاں کو چند سواروں کے ہمراہ سید صاحبؒ کی خدمت میں تورو روانہ کر دیا اور سواروں کی معرفت سید صاحبؒ کو شرائط صلح کی اطلاع بھیج دی۔ پھر جب معلوم ہوا کہ آپ کا قافلہ بستی کے قریب پہنچ گیا ہے تو مولانا نے ملا فیض محمد کو بھیجا کہ آپ کو بستی سے باہر روک لیں، لیکن جب سید صاحبؒ تورو سے روانہ ہوئے تو ان کے چاروں طرف سواروں اور پیادوں کا بے پناہ ہجوم تھا اور ملکی باشندے اپنے دستور کے مطابق تلواریں بے نیام کئے ناچتے اور اچھلتے کودتے آرہے تھے۔ رسول خاں کے ساتھ جو سوار ہو گئے تھے نہ وہ سید صاحبؒ تک پہنچ سکے اور نہ ملا فیض محمد کی رسائی آپ تک ہو سکی۔ چنانچہ سید صاحبؒ اور جماعت کے کچھ آدمی بے خبری کے عالم میں قصبے کے اندر داخل ہو گئے۔ جب مولانا کو علم ہوا تو انتہائی طیش کے عالم میں حاضر خدمت ہو کر گویا ہوئے۔

"جناب! خود خلاف شرع امر کے مرتکب ہوئے، لشکر اسلام میں سے ایک آدمی کے عہد کا ایفا بھی امام اور پورے لشکر پر واجب ہوتا ہے، مجھے آپ نے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے، آپ نے میرے عہد کا بھی خیال نہیں کیا اور قصبے میں داخل ہو گئے۔"

سید صاحبؒ نے مولانا کی تند و تیز گفتگو نہایت حلم و متانت کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

سنی اور فرمایا :

"مجھ سے کہا گیا تو آگیا ورنہ کاہے کو آتا، میں ابھی واپس جاتا ہوں"

یہ کہہ کر مشرقی دروازے سے نکل گئے اور ندی کے کنارے درختوں کے سایہ میں جا بیٹھے، جب مولانا کو اس بات کا علم ہوا کہ ان کے پیغامات سید صاحبؒ تک نہیں پہنچ سکے تو انتظامات سے فارغ ہو کر حاضرِ خدمت ہوئے اور ندامت سے سر جھکا کر دو زانو ہو کر سامنے بیٹھ گئے، سید صاحبؒ نے اہلِ قصبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا :

"آپ لوگوں نے میاں صاحب سے ہماری شکایت کی اور ہم سے ناراض کر دیا"

پھر مولانا سے مخاطب ہو کر کہا،

"مجھے آپ کے عہد کی اطلاع کسی نے نہ دی، ورنہ ایسا ہرگز نہ ہوتا"

اہلِ قصبہ نے سید صاحبؒ کی یہ تواضع اور شانِ للّٰہیت دیکھی تو اُن پر بے حد اثر ہوا اور خود اصرار کر کے آپ کو گڑھی سے لے گئے۔

جس وقت سید صاحبؒ مردان سے پشاور کی طرف روانہ ہوئے تو ملکی خوانین کے لشکروں کو ملا کر مجاہدین کی تعداد چھ سات ہزار کے قریب تھی، عصر کی نماز کے بعد لشکر روانہ ہوا۔ پہلی منزل چارسدہ میں کی، یہاں کے

www.abulhasanalinadwi.org

لوگوں نے خوب خاطر مدارت کی۔ چارسدہ سے تنگی اور شب قدر ہوتے ہوئے
مچنی پہنچے اور دریا کو عبور کرنے کے لئے کہائے پر کشتیوں کا انتظام کیا۔
سید صاحبؒ نے میر عبدالرحمٰن، ملا قطب الدین ننگرہاری اور ملا لعل محمد
قندھاری کی جماعتوں کو آگے بھیج دیا کہ دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ
کر مورچے سنبھال لیں تاکہ دشمن حملہ آور ہو تو اسے روک سکیں۔ آپ
دریا عبور کر کے ریگی پہنچے جو ارباب بہرام خاں کی قوم کا گاؤں تھا۔ یہیں
یہ خبر ملی کہ سرداران پشاور شہر کو چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چھپے ہیں اور اہل و
عیال کو کوہاٹ پہنچا دیا ہے۔

سردارانِ پشاور کی طرف سے اظہارِ اطاعت

جنگ مایار سے پیشتر سلطان محمد
خاں اور اس کے ساتھیوں کا خیال تھا کہ سید صاحبؒ کی جماعت نے اب تک
جو فتوحات حاصل کی ہیں وہ زیادہ تر کامیاب شبخونوں کا نتیجہ ہیں لیکن جنگِ
مایار میں جو روزِ روشن میں لڑی گئی تھی اور مجاہدین نے اپنے سے تین گنا
فوجوں کو شکست فاش دی تھی ان کی یہ حسرت بھی پوری ہو گئی اور انہیں
اپنی فوجی قوت پر جو گھمنڈ تھا وہ خاک میں مل گیا۔ ان پر اس قدر خوف و ہراس
طاری ہوا کہ وہ پشاور کو چھوڑ کر پہاڑوں میں منہ چھپانے پر مجبور ہو گئے۔
آخر سلطان محمد خاں نے ارباب فیض اللہ خاں مہمند کے ذریعے توبہ کی

www.abulhasanalinadwi.org

درخواست کی اور ارباب فیض اللہ نے عرض کیا کہ صلح کا اصل محرک میں ہوں اور میرے نزدیک مصلحتِ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ بہتر شرائط پر صلح کر لی جائے اور اپنی قوت کو باہمی رزم و پیکار میں ضائع نہ کیا جائے۔ آخر میں اس نے یہ بھی کہا کہ اگر سردارانِ پشاور اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور انہوں نے عہد شکنی کی تو ارباب بہرام خاں کی طرح میں بھی ان کی رفاقت چھوڑ کر آپ کے ساتھ مل جاؤں گا۔ سید صاحبؒ نے تمام گفتگو اطمینان کے ساتھ سنی اور فرمایا:

"ہم یہاں ملک گیری کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کو کارِ دبارِ جہاد میں شریک کرنے کی غرض سے آئے تھے، لیکن سردارانِ پشاور نے کج فہمی سے کام لیتے ہوئے ہمارا ساتھ چھوڑ کر غیر مسلموں سے اتفاق کر لیا۔ ہم نے ہر چند سمجھانے کی کوشش کی، لیکن کوئی نصیحت ان پر اثر انداز نہیں ہوئی۔ آخر خدا نے جنگ میں انہیں شکست دی اور ہمارا لشکر ان کے تعاقب میں یہاں تک پہنچ گیا۔"

پہلے دن کی گفتگو میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ دوسرے روز ارباب فیض اللہ خاں نے دوبارہ حاضرِ خدمت ہو کر سلطان محمد خاں کی طرف سے اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کیا تو سید صاحبؒ نے اس شرط

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ پشاور کی حوالگی قبول فرمائی کہ

- سلطان محمد خاں خلوص دل کے ساتھ بُرے افعال سے توبہ کرے۔
- غیر مسلموں کی اعانت سے دست کش ہو جائے۔
- اور جب کبھی ہمیں غیر مسلموں سے مقابلے کی نوبت آئے تو جان و مال اور لشکر سے ہمارا ساتھ دے۔

ساتھ ہی یہ بھی واضح فرما دیا کہ مجاہدین فاتحانہ طور پر نہیں بلکہ بطورِ مہمان پشاور میں داخل ہوں گے اور عہد و پیمان مستحکم کر کے واپس ہو جائیں گے ارباب فیض اللہ خاں جو درانیوں کی طرف سے وکیل تھا، انہوں نے سید صاحبؒ کی شرائط صلح پر دو شرطوں کا اضافہ اپنی طرف سے کیا کہ

- اطاعت اور اعانت فی الجہاد کا پختہ اقرار کیا جائے۔
- اور چالیس ہزار روپے کی رقم سید صاحبؒ کی خدمت میں بطور تاوان پیش کی جائے۔

ان گفتگوؤں کے دوران سید صاحبؒ اپنے مخلص رفقاء مولانا شاہ اسمٰعیلؒ مولوی مظہر علیؒ، شیخ ولی محمد پھلتیؒ، مُلا لعل محمد قندھاری، مُلا قطب الدین ننگرہاری اور ارباب بہرام خاں سے برابر مشورے کرتے رہے۔

رفقاء کے اختلاف کی حقیقت

جب تک پشاور کی حوالگی کا فیصلہ نہیں ہوا تھا تمام رفقاء خاموش تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ پشاور کی حکومت درانیوں کے حوالہ کی جارہی ہے تو یہ سب مضطرب ہو گئے اور مولانا اسماعیلؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ سید صاحبؒ کو اس ارادے سے روکا جائے۔

مولانا نے فرمایا۔

"میں امیر المومنین کا تابع فرمان ہوں، از خود کچھ نہیں کہوں گا، البتہ مجھ سے دریافت کیا گیا تو جو کچھ رائے ناقص میں آئے گا عرض کردوں گا۔ آپ حضرات جو کچھ کہنا چاہتے ہیں براہ راست امیر المومنین سے کہیں"۔

اس کے بعد یہ لوگ ارباب بہرام خاں کے پاس پہنچے اور یہی درخواست اُن کے سامنے پیش کی جسے انہوں نے قبول کر لیا اور حاضر خدمت ہو کر مخلصین کے اضطراب اور ان کے شکوک و شبہات کو پیش کیا ساتھ ہی درانیوں کا ظلم و ستم اور ان کی بدعہدیاں ایک ایک کر کے جتائیں۔

سب باتیں سن کر سید صاحبؒ نے ارشاد فرمایا:

"رضائے حق کے سامنے ہفت اقلیم کی بادشاہت ہیچ ہے اب سلطان محمد خاں تائب ہے، دل کا حال خدا جانے، بحکم شریعت کا مدار تو ظاہر پر ہے، ہم کیوں اس کا عذر نہ مانیں؟ ہمارے پاس کون سی دلیل اور حجت ہے؟ ہاں اگر کوئی دین دار اور

www.abulhasanalinadwi.org

خدا پرست عالم دلیل شرعی سے سمجھا دے کہ ہماری رائے غلط ہے تو ہم مان لیں گے "

یہ جواب سن کر سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ ارباب بہرام خاں نے عرض کیا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، معافی چاہتا ہوں، آپ میرے حق میں دعا فرمائیں "

ایک روایت کے مطابق ارباب بہرام خاں نے کسی ذریعہ سے عرض کیا تھا کہ؛

" ملک دینا ہی ہے تو مجھے عنایت فرما دیں، میں خود اس کی حفاظت کروں گا اور چار ہزار سپاہی ملازم رکھ کر حضرت کے ہمرکاب کروں گا۔ ان کی تنخواہ اور خرچ کا سارا بوجھ میرے ذمے ہو گا "

سید صاحب نے متبسم ہو کر فرمایا:

" ہمارے اور ارباب کے درمیان مطلق مغائرت نہیں ہے ملک کو اس کے حوالے کرنے کا مطلب یہی سمجھا جائے گا کہ ہم نے اپنا قبضہ بحال رکھا ہے "

پشاور کے ایک بدھ رام نامی ایک ہندو ساہوکار نے بھی حاضر خدمت ہو کر یہی عرض کیا تھا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

"پشاور کو نہ چھوڑیئے جتنی رقم کی بھی ضرورت ہوئیں انتظام کروں گا"

ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید صاحبؒ کے بعض مخلصین کو جن میں ارباب بہرام خاں پیش پیش تھے، ابتداء میں پشاور کی حوالگی کے فیصلے سے اختلاف تھا۔ لیکن سید صاحبؒ سے گفتگو کرنے کے بعد تمام رفقاء مطمئن ہو گئے تھے اور مولانا شاہ اسمٰعیلؒ نے تو کسی موقع پر بھی اس فیصلے سے اظہارِ اختلاف نہیں کیا۔

ایک غلط الزام | اس سلسلے میں مولانا عبیداللہ سندھی کا یہ کہنا کہ:

"اس موقع پر جماعتِ مجاہدین کے خواص وعوام سب متفق الکلمہ تھے کہ یہ فیصلہ غلط ہے، مولانا اسمٰعیلؒ اور ہندوستانی اور افغانی اہل الرائے نے پورا زور صرف کیا کہ امیر شہید یہ غلطی نہ کریں مگر انہوں نے کسی کی نہ مانی"

(شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک ص ۱۶۹)

بالکل غلط اور حقائق کو مسخ کر کے پیش کرنے کی بدترین کوشش ہے، تاریخی شواہد سے واقعات کی جو تصویر سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ ارباب بہرام خاں اور چند دوسرے مخلصین کو ابتداء میں پشاور کی حوالگی

www.abulhasanalinadwi.org

کے فیصلے سے اختلاف تھا، جس کا اظہار انہوں نے سید صاحبؒ سے کر دیا تھا، لیکن آپ سے گفتگو کرنے کے بعد سب مطمئن ہو گئے تھے اور مولانا اسماعیلؒ نے تو کسی موقع پر بھی اظہارِ اختلاف نہیں کیا لیکن ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جس شخص نے حوالگیٔ پشاور کے سلسلے میں اپنی ذاتی رائے تک پیش نہیں کی اور جب بھی کسی سے گفتگو ہوئی خود کو سید صاحبؒ کا مطیع فرمان ظاہر کیا۔ اظہارِ اختلاف کرنے والوں میں مولانا سندھی نے اسی کا نام سرِفہرست پیش کیا ہے۔ پھر اگر یہ بات درست ہوتی تو جس وقت سید صاحبؒ نے ارباب بہرام خاں کی پیش کش کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ اگر

"اگر کوئی دیندار اور خدا پرست عالم دلیل شرعی سے سمجھا دے کہ ہماری رائے غلط ہے تو ہم مان لیں گے"

تو مولانا شاہ اسماعیلؒ سے بڑھ کر کون خدا پرست عالمِ دین ہو سکتا تھا جو حق بات کہنے میں کسی رو رعایت سے کام نہ لیتے تھے، لیکن انہوں نے کسی موقع پر بھی لب کشائی کی ضرورت محسوس نہ کی۔

سردارانِ پشاور سے ملاقات

گفتگوئے مصالحت کے ذریعہ جب تمام معاملات طے پا گئے تو سلطان محمد خاں نے ارباب فیض اللہ خاں کے ذریعے سید صاحبؒ سے آرزوئے ملاقات کا اظہار کیا۔ آپ نے رفقاء سے مشورے کے بعد

www.abulhasanalinadwi.org

طے فرمایا کہ پہلے مولانا اسماعیلؒ سے ملاقات ہوگی، اس کے بعد آپ سے ملاقات کے وقت اور مقام کا تعین کیا جائے گا۔ چنانچہ ارباب فیض اللہ خاں کی بستی ہزار خانی میں مولانا اسماعیلؒ سے سلطان محمد خاں کی پہلی ملاقات ہوئی اور اس نے نیابتہ مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی اور دین کی خدمت اور مجاہدین کی اعانت کرنے کا عہد کیا۔

پہلی ملاقات جمعرات کے روز ہوئی تھی جو نہایت مختصر تھی۔ دوسری ملاقات کے لئے ہفتے کا دن مقرر ہوا۔ اس موقع پر بھی سلطان محمد خاں نے سید صاحبؒ سے ملاقات کی آرزو ظاہر کی۔ آخر پشاور اور ہزارہ خانی کے درمیانی میدان میں سید صاحبؒ اور سلطان محمد خاں کی ملاقات تجویز ہوئی اور دونوں اپنے لشکروں کے ہمراہ جائے ملاقات پر پہنچے۔ لشکروں کو کچھ فاصلے پر روک دیا گیا۔ سید صاحبؒ بیس ہمراہیوں کو لے کر آگے بڑھے۔ مولانا اسماعیلؒ اور ارباب بہرام خاں سید صاحبؒ کے آگے آگے تھے۔ سلطان محمد خاں کے ساتھ ارباب فیض اللہ خاں اور مردان علی تھے۔ اس ملاقات میں سلطان محمد خاں نے ہندوستانی علماء کی طرف سے جاری کیا ہوا ایک فتویٰ پیش کیا جس پر بہت سی مہریں ثبت تھیں، مذکورہ فتوے میں خوانینِ سمہ سے خطاب کرتے ہوئے انھیں سید صاحبؒ اور جماعت مجاہدین کی اعانت سے باز رہنے کی تلقین کی گئی تھی اور سید صاحبؒ

www.abulhasanalinadwi.org

کو انگریزوں کا جاسوس قرار دیا تھا۔ آپ نے فتوے کو دیکھ کر فرمایا:

"یہ سراسر بہتان ہے"

فتویٰ مولانا اسماعیلؒ کے حوالے کر دیا اور تاکید فرمادی کہ کسی کو

نہ دکھائیں۔"

مذکورہ فتوے کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ یہ فتوے رنجیت سنگھ کے کہنے پر تیار کیا گیا اور اسی نے سلطان محمد خاں کے پاس پہنچایا تھا۔

سلطان محمد خاں نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم اس فتوے کی وجہ سے گمراہ ہوئے ورنہ اختلاف کی نوبت یہاں تک نہ پہنچتی! پھر اس نے مجوزہ تاوان کے سلسلے میں گفتگو کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا:

"آپ ہمارے بھائی ہیں، تاوان اور جرمانے کا اب کوئی

معاملہ باقی نہیں رہا"

مناصب حکومت پر علماء ربانی کا تقرر

شرائط صلح طے پا گئیں تو سید صاحبؒ نے مولوی مظہر علی کو پشاور کا قاضی مقرر کیا اور مولوی قمر الدین عظیم آبادی اور چند مجاہدین کو بطور مددگار ساتھ چھوڑا اور اس طرح شاہ ولی اللہ رحمہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

روحانی فرزند اور شاہ عبدالعزیزؒ کی بارگاہِ علم و حکمت کے تربیت یافتہ علماء مناصب حکومت پر متمکن ہو گئے اور انہوں نے اس علاقے میں اسلامی عدل و انصاف پر مبنی ایک ایسی حکومت قائم کی جس کی مثال برصغیر کی تاریخ میں نہیں ملتی اور اب یہ حکومت بڑی آسانی سے وسیع ہو کر سندھ تک اپنی حدودِ مملکت میں اضافہ کر سکتی تھی۔ لیکن ہوا یہ کہ درانی سردار سید صاحبؒ کی خدمت میں تائب ہو کر حاضر ہوئے اور اپنے ملک کی واپسی کی درخواست کی جسے آپ نے اس لئے قبول فرمالیا کہ آپ کی جدوجہد ہوسِ ملک گیری کے لئے نہ تھی۔

باجوڑ کی سفارت پنجتار پہنچنے کے بعد خان باجوڑ کی طرف سے ایک سفارت پہنچی جس نے فتح پشاور پر مبارکباد پیش کی اور اپنے علاقے میں احکامِ شریعت کے اجراء کی خواہش ظاہر کی۔ سید صاحبؒ نے مولانا اسماعیلؒ اور مولوی خیرالدین شیرکوٹیؒ کو ایک سو مجاہدین کے ساتھ باجوڑ بھیج دیا۔ مولانا نے چند روز لوند خوڑ میں قیام کیا۔ پھر سوات کے راستے باجوڑ کی طرف روانہ ہو گئے لیکن اہلِ سوات اور اہلِ باجوڑ کی باہمی دشمنی کے باعث اہلِ سوات نے باجوڑ جانے کے لئے راستہ نہ دیا۔ مولانا کے ہمراہ تھوڑی سی جمعیت تھی پھر چلتے ہوئے سید صاحبؒ نے تاکید کر دی تھی کہ جنگ سے احتراز کریں۔ مولانا نے

www.abulhasanalinadwi.org

خبر پہنچ کر تمام حالات سے مطلع کیا تو آپ کی ہدایت پر یہیں سے
واپس آ گئے۔

خوفناک سازش سردارانِ پشاور کو سید صاحبؒ کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو انہوں نے اپنے بدترین عزائم کو بروئے کار لانے کے لئے سازش کا ایک خفیہ جال پھیلایا اور شہر شہر، قریہ قریہ، اپنے قاصد بھیج کر افغانوں کے قومی جذبات کو ابھارا اور انہیں اس فعل شنیع پر آمادہ کیا کہ ایک رات میں اسلامی حکومت کے تمام اہلِ مناصب اور لشکرِ اسلام کے تمام غازیوں کو ایک ایک کر کے قتل کر دیں۔

واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ سردارانِ پشاور نے اس فتوے کو جسے سلطان محمد خاں نے سید صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا تھا جماعت مجاہدین کے خلاف پٹھانوں کے مذہبی جذبات کو ابھارنے کے لئے بطور حربہ استعمال کیا۔ جب ارباب فیض اللہ خاں کو جس نے بطورِ وکیل سردارانِ پشاور سے سید صاحبؒ کی صلح کرائی تھی، ان کے مخالفانہ جوڑ توڑ اور خفیہ سازشوں کا علم ہوا تو اس نے صاف دلی کے ساتھ مولوی مظہر علیؒ قاضیٔ پشاور کو مطلع کر دیا تھا کہ ان لوگوں کی نیتوں میں فتور آ گیا ہے اور یہ بغاوت پر کمر بستہ ہیں۔ لہٰذا آپ سید صاحبؒ کو حالات سے باخبر کر دیں۔ لیکن مولوی صاحب نے بطورِ خود حالات کا جائزہ لینے کے

www.abulhasanalinadwi.org

بعد سید صاحبؒ کو مطلع کرنا مناسب سمجھا۔ اسی اثنا میں ایک روز سلطان محمد خاں نے انہیں طلب کیا اور نہایت درشت لہجے میں پوچھا کہ میرے بھائی یار محمد خاں کو کیوں مارا گیا؟ اس سوال کو اہلِ مجلس میں سے ہر ایک نے دہرایا۔ مولوی صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ غادی خاں اور یار محمد خاں کے متعلق بتایا کہ ان دونوں نے پہلے بیعت کی اور پھر برگشتہ ہو کر سکھوں سے جا ملے، لہٰذا غدر و بد عہدی کی پاداش میں کیفر کردار کو پہنچے، پھر مولوی صاحب نے سوال کیا کہ اگر اس بارے میں آپ لوگوں کے دلوں میں کوئی خلش تھی تو سید صاحبؒ سے بیعت کرنے سے پہلے اس کا ازالہ کیوں نہیں کیا؟ سلطان محمد خاں نے اس کا یہ جواب دیا کہ سید صاحبؒ کی فوجوں کے خوف سے ہمارے علماء پہاڑوں میں جا چھپے تھے، اس لئے ہم نے بلا تحقیق بیعت کر لی تھی۔

مولوی مظہر علی نے تمام حالات سید صاحبؒ کو لکھ بھیجے۔ آپ نے مولانا اسمٰعیلؒ سے ایک مفصل خط لکھوا کر تمام اعتراضات کے جوابات روانہ کر دیئے۔ لیکن یہ اعتراضات محض برائے اعتراض تھے ان پر توجہ دینے کی چنداں ضرورت نہ تھی بلکہ ضرورت اس امر کی تھی کہ سردارانِ پشاور کی نیتوں میں فتور کا علم ہوتے ہی یا تو ان کی سرکوبی کے لئے فوری اقدام

www.abulhasanalinadwi.org

کیا جاتا اور نہ جا بجا بکھرے ہوئے مجاہدین کو فی الفور کسی محفوظ مقام پر جمع کر لیا جاتا۔ لیکن سید صاحبؒ اور ان کے رفقاء یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف ایسی خطرناک سازش کا جال پھیلا سکتے ہیں؟ یہی وجہ تھی کہ جن لوگوں نے بھی خدشات کا اظہار کیا یا سردارانِ پشاور کی خفیہ سازشوں کی اطلاع دی یہ حضرات اپنی نیک نفسی کی بنا پر ان کا یقین نہ کر سکے۔ چنانچہ جب شیخ حسن علی کے بھائی شیخ عبدالعزیز نے پنجتار آکر یہ خبر دی کہ خوانین سمہ نے ایک سازش تیار کی ہے جس کا مدعا یہ ہے کہ تمام غازیانِ اسلام کو جو جا بجا منتشر ہیں ایک ہی رات میں اچانک حملہ کر کے سب کو یک لخت شہید کر دیا جائے تو آپ نے فرمایا:

"شیخ بھائی! یہ بات خیال میں نہیں آتی، غلط سی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس ملک میں سب رئیس اور خوانین ہمارے موافق ہیں، ہم کو ان سے ہرگز ایسی امید نہیں، غالباً ہمارے اور ان کے درمیان نا اتفاقی ڈالنے کے لئے یہ خبر اڑائی گئی ہے۔"

شیخ عبدالعزیز نے جنہیں یہ اطلاع دکھاڑے کی مسجد کے امام سید محمد اصغر نے دی تھی، جب امام صاحب کو جا کر سید صاحبؒ کے خیالات

www.abulhasanalinadwi.org

سے آگاہ کیا تو انھوں نے شیخ صاحب کو دوبارہ یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میری اطلاع غلط نہیں ہے۔ آپ تمام مجاہدین کو فی الفور اپنے پاس بلالیں لیکن سید صاحبؒ بدستور حسن ظن سے کام لیتے رہے تا آنکہ تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہا۔

صحیح تاریخ کا تعین تو نہیں کیا جاسکتا۔ نومبر ۱۸۳۰ء کی ایک رات کو منشی امام الدین بمبٹے والا پشاور سے پنجتار پہنچا۔ اس لئے یہ اندوہناک خبر دی کہ سردارانِ پشاور نے مولوی مظہر علیؒ، ان کے رفقاء اور ارباب فیض اللہ خاں کو شہید کر ڈالا۔ سید صاحبؒ نے اسی وقت مولانا شاہ اسماعیلؒ، شیخ ولی محمد پھلتی اور دیگر مخلصین سے مشورہ کیا جس میں طے پایا کہ تمام مجاہدین کو طلبی کا پیغام بھیج دیا جائے۔ صبح ہوتے ہی مختلف مقامات پر پیغامات بھیج دیئے گئے لیکن یہ پیغامات اگر صبح کا انتظار کئے بغیر رات ہی کو بھیج دیئے جاتے اور ساتھ ہی اصل حالات سے باخبر کر دیا جاتا تب بھی بہتر نتائج کی توقع کی جا سکتی تھی، لیکن ہوا یہ کہ گڑھی امان زئی کا ایک شخص جو اس سازش میں شریک تھا، بطور مخبر پنجتار میں مقیم تھا۔ یہ شخص راتوں رات پنجتار سے روانہ ہو گیا اور ہر بستی میں پہنچ کر لوگوں کو خبردار کر دیا کہ سازش کا علم ہو چکا ہے لہٰذا جس کام کے لئے پرسوں کی رات کا وقت مقرر کیا گیا تھا اسے کل رات ہی کو مکمل کر لینا

www.abulhasanalinadwi.org

چاہیئے ورنہ تمام مجاہدین صحیح سلامت نکل جائیں گے۔
دوسری طرف جن مجاہدین کو طلبی کے احکامات بروقت موصول ہو گئے تھے وہ بھی اصل حالات سے بے خبری کے باعث فی الفور روانہ نہ ہو سکے۔

مولوی مظہر علیؒ، ان کے ساتھیوں، اور ارباب فیض اللہ خاں کی شہادت کے بعد مجاہدین پر حملے کا آغاز اسماعیلیہ سے ہوا جہاں حاجی بہادر شاہ خاںؒ کو عشاء کی نماز پڑھاتے ہوئے پہلی رکعت کے سجدے میں شہید کر دیا گیا۔ ان کی شہادت کے ساتھ ہی اسماعیلیہ میں نقارہ بجا اور اس کی آواز سن کر بستی بستی نقارے بجنے لگے۔ مجاہدین نے دیکھا کہ پہاڑیوں پر اور قریہ بقریہ اونچے مقامات پر آگ روشن کی جا رہی ہے اور لوگ نقارے بجا کر خوشیاں منا رہے ہیں۔ انہوں نے سبب دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ سب سرکاری مالیہ کی ادائیگی کی تیاری ہے تاکہ فصل صاف کر کے عشر ادا کیا جائے۔ غرض ایک ہی رات میں کہیں عشاء کی نماز کے وقت، کہیں نصف شب کے قریب اور کسی مقام پر صبح کی نماز کے وقت تمام مجاہدین کو نہایت سفاکی اور بیدردی سے ذبح کر دیا گیا۔ صرف مولوی خیر الدین شیر کوٹی اور ملا لعل محمد قندھاریؒ جو ستر مجاہدین کے ساتھ لوند خوڑ میں مقیم تھے، یہ اور ان کی جماعت کے افراد اپنے قائدین کی حسن تدبیر سے بچ گئے اور راستے کی صعوبتوں اور

www.abulhasanalinadwi.org

سفر کی مشقتوں کو برداشت کرتے ہوئے ڈیڑھ مہینے کے بعد پنجتار پہنچے۔ سید صاحبؒ نے بستی سے باہر نکل کر دَرّے میں استقبال کیا اور ان غازیانِ اسلام کو زندہ شہید کا لقب ملا۔

مولانا سندھیؒ کی تحقیقات

مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے اپنے قیامِ کابل کے دوران افغانوں کی اس ناپاک سازش کے بارے میں جو تحقیقات کی ہیں، انہیں ان ہی کی زبانی سنیئے:

"اس فتنے کی ابتداء خویشگی کے اس خاندان سے ہوتی ہے جس کی لڑکی کا جبراً نکاح ہوا تھا۔ اس میں سب سے آگے آگے خٹک کا خان تھا جس سے خویشگی خان نے صلح کر لی تھی۔ واقعات یوں ہیں کہ ان ہر دو خوانین کی باہمی پشتینی دشمنی تھی لیکن جب خویشگی کے خان کی لڑکی کا ایک ہندوستانی سے جبراً نکاح کیا گیا تو اس نے خان خٹک سے کہا کہ میں نے اب اپنا دعوے چھوڑ دیا ہے، اب سوال ننگ افغانی کا ہے، ہماری اب باہمی صلح ہے، تم میری مدد کرو۔ خان خٹک کی نوجوان لڑکی تھی، یہ پیغام پہنچتے ہی اس نے اپنی دوشیزہ لڑکی کو مجلس میں بلایا اور بھرے دربار اس کے سر سے کپڑا اتار دیا اور کہا کہ آج سے تیری کوئی عزت نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں رہی، جب تک اس افغان لڑکی کی عزت کا بدلہ نہیں لیا جاتا تیری عزت ہیچ ہے۔

اس کے بعد خان خٹک کی یہ لڑکی اس فتنے کے خاتمے تک ننگے سر رہی۔ ہوتا یہ کہ رات کو ایک جماعت اس کے ساتھ جاتی اور ایک گاؤں میں عورتوں اور مردوں کو جمع کر کے پشتو میں ننگ افغانی کے نام سے لوگوں کو بھڑکاتی۔ دوسری رات یہ دوسرے گاؤں میں جاتی۔ اس طرح اس نے تمام افغانی علاقے میں شورش برپا کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک معین وقت میں امیر شہیدؒ کے تمام مقرر کردہ اہل مناصب افغانوں سے قتل ہوئے اور اس انقلابی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔"

(شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک ص ۱۰۲)

اس طویل اقتباس میں جو واقعہ یا کہانی پیش کی گئی ہے اسے اس فتنے کی بنیاد قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ افغانوں کے قومی جذبات کو بھڑکانے کے لئے جہاں دوسری تدابیر اختیار کی گئیں اس قسم کے فرضی واقعات کی تشہیر بھی کی گئی ہو گی۔ جبری نکاحوں کے الزام کے سلسلے میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ان لوگوں سے صرف یہ کہا جاتا تھا کہ دو پیسے لے کر شادی کرنے کی قبیح رسم چھوڑ دیں اور اس غرض سے جوان

www.abulhasanalinadwi.org

لڑکیوں کو دیر تک نہ بٹھائے رکھیں۔ اس ترغیب میں جبر کا پہلو قطعاً نہ تھا، بلکہ لوگ اپنی مرضی سے نکاح کرتے تھے۔

عزمِ کشمیر مجاہدین کے قتلِ عام کے بعد سید صاحبؒ نے ارادہ کر لیا کہ اس بدنصیب سرزمین سے ہجرت کر جائیں۔ اس وقت جس قدر مجاہدین وہاں موجود تھے آپ نے ان کے روبرو تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اب میں اس سرزمین کو چھوڑ رہا ہوں نہیں بتا سکتا کہ کہاں جاؤں گا؟ میں آپ کو رخصت دیتا ہوں، آپ مجھے رخصت دیں۔"

تمام مجاہدین یک زبان ہو کر بولے:

"ہم مرتے دم تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔"

ارباب بہرام خاں نے جو شروع دن سے پروانہ وار ساتھ رہا، اپنے اہل و عیال کو جمع کر کے کہا:

"میں تو حضرت کے ہمرکاب رہوں گا، تم سب میرے بھائی جمعہ خاں کے پاس چلے جاؤ۔"

انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ "ہم ہر حال میں ساتھ رہیں گے۔"

قتلِ عام کے اسباب کی تحقیقات سید صاحبؒ نے روانگی سے پیشتر فتح خاں سے فرمایا جو خوانین و رؤسا

www.abulhasanalinadwi.org

ہنگامۂ قتل سے الگ رہے ان سب کو دعوت دے کر بلائیے تاکہ ہم یہ دریافت کریں کہ یہ کشت و خون کیوں روا رکھا گیا؟ فتح خاں پنجتار کی دعوت پر چند روز کے اندر تمام خوانین حاضرِ خدمت ہو گئے۔ آپ نے ان کے روبرو طویل تقریر فرمائی جس میں اپنی تشریف آوری کی غرض و غایت اور مقاصدِ جہاد پر روشنی ڈالنے کے بعد یہی سوال کیا کہ غازیانِ اسلام کو کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا؟ سب نے عرض کیا "ہمیں خود معلوم نہیں کہ یہ معاملہ کیوں پیش آیا؟" سید صاحبؒ نے فرمایا۔ آپ ان لوگوں سے دریافت کر کے ہمیں خبر دیں۔

چنانچہ سید میاں رئیس تختہ بند جو تمام علاقے میں محترم سمجھے جاتے تھے تحقیقِ حال پر مامور کئے گئے۔ انہوں نے مختلف بستیوں میں جا کر لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ سلطان محمد خاں کی طرف سے خطوط آئے تھے کہ ہندوستانی علماء نے مجاہدین کو بدعقیدہ اور انگریزوں کا جاسوس قرار دیا ہے، اس کے علاوہ ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے جبراً نکاح بھی کرائے جاتے تھے جس پر تنگ آکر ہمیں یہ کام کرنا پڑا۔ یہ دونوں الزامات بالکل غلط اور بے سروپا تھے، اس لئے آپ نے اس سرزمین سے قطع تعلق کا قطعی فیصلہ فرما لیا اور روانگی سے پہلے ازواجِ محترمات اور سندھ کے احباب کو خطوط لکھے۔ پیر صبغتہ اللہ شاہ کے خط میں تحریر فرمایا کہ "ازواج و

www.abulhasanalinadwi.org

متعلقین کے حال پر بدستور توجہ فرماتے رہیں۔ ساتھ ہی دونوں بیبیوں کو وصیت فرمائی کہ "اگر ہماری زندگی کا پیمانہ لبریز ہو جائے تو کسی دوسرے ملک میں قیام کرنے کے بجائے حرمین شریفین پہنچ جائیں۔"

روانگی کی تیاری مکمل ہوگئی تو سادات و خوانین جوق در جوق زیارت کے لئے حاضر ہونے لگے۔ فتح خاں کے ہم قوم آخر وقت تک قیام پر اصرار کرتے رہے اور آپ محبت آمیز انداز میں معذرت فرماتے رہے۔ آخر ماہِ رجب ۱۲۴۶ھ کے وسط میں جماعت مجاہدین نے سرزمین سمہ کو جو گذشتہ چار سال سے مرکزِ جہاد بنی ہوئی تھی ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا اور غازیانِ اسلام قاسم خیل کے راستے وادئ چھلہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اگلی منزل راج دواری تھی جہاں پہنچنے میں انیس یا بیس دن صرف ہوئے۔ یہاں پہنچ کر آپ کے گھر بچی پیدا ہوئی جس کا نام ہجرتِ ثانیہ کی مناسبت سے ہاجرہ تجویز فرمایا۔

سید صاحبؒ نے مولانا شاہ اسمٰعیلؒ اور مولانا خیرالدین شیرکوٹی کو چار سو مجاہدین کے ہمراہ درۂ بھوگڑمنگ کی طرف روانہ کر دیا۔ مولانا اسمٰعیلؒ نے مولوی خیرالدینؒ کو یہاں چھوڑا اور خود پچاس مجاہدین کو لے کر سچون چلے گئے جو درۂ مذکور سے چند میل کے فاصلے پر شمال میں واقع ہے۔

سید صاحبؒ راج دواری میں مقیم تھے اور کارِ دوبارہ جہاد کا آغاز کرنے

سے کے لئے برف باری کے اختتام کا انتظار فرما رہے تھے۔ اسی اثناء میں علاقے کے مختلف خوانین کی طرف سے جو سکھوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے امداد واعانت کی درخواستیں موصول ہوئیں۔

آپ نے تمام حالات مولانا اسماعیل شہیدؒ کو لکھ بھیجے اور آپ کو بالاکوٹ کی طرف جانے کی ہدایت کی۔ مولانا اسماعیلؒ نے مولوی خیرالدین صاحب کو لکھا کہ میں سید صاحبؒ کی ہدایت پر بالاکوٹ پہنچ رہا ہوں آپ بھی جلد پہنچنے کی کوشش کریں۔ مولوی صاحب، مولانا اسماعیلؒ سے چند روز پیشتر بالاکوٹ آگئے تو مقامی خوانین نے تجویز پیش کی کہ بخت خاں سکھ فوجوں کے سپہ سالار شیر سنگھ کے ہمراہ باہر گیا ہوا ہے اور مظفرآباد کی گڑھی میں صرف سات آٹھ سو آدمی ہیں۔ اگر اس وقت حملہ کر دیا جائے تو مظفرآباد پر آسانی سے قبضہ ہو جائے گا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ مجھے صرف بالاکوٹ پہنچنے کا حکم ملا ہے۔ جب تک مولانا اسماعیلؒ نہ آجائیں میں از خود کوئی اقدام نہیں کر سکتا۔ چند روز کے بعد مولانا اسماعیلؒ بھی تشریف لے آئے تو بالاکوٹ کے خوانین نے ان سے بھی مظفرآباد پر حملے کی درخواست کی جس پر مولانا نے تین سو مجاہدین کو مولوی قطب الدین ننگرہاری، منصور خاں قندھاری اور منشی محی الدین کی مشترک کمان میں زبردست خاں کے ساتھ بھیج دیا۔ بعد میں سید صاحبؒ کی ہدایت پر مولوی

www.abulhasanalinadwi.org

خیرالدین صاحبؒ نے مظفرآباد پہنچ کر لشکر کی کمان سنبھال لی۔

جب برف باری کی شدت میں کچھ کمی ہوئی تو سید صاحبؒ مقامی لوگوں کے مشورے کے مطابق ۲۲ رمضان المبارک ۶ مارچ ۱۸۳۱ء کو راج دواری سے سچون تشریف لے گئے۔ آپ سچون ہی میں تھے کہ سید ضامن شاہ رئیس کاغان اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوا اور بیعت سے مشرف ہوکر کاروبارِ جہاد میں جان و مال سے شرکت کرنے کا عہد کیا۔ چنانچہ معرکۂ بالاکوٹ میں اپنے پچاس آدمیوں کے ساتھ شریکِ جہاد رہا اور بعد میں بھی باقی ماندہ مجاہدین کی امداد و اعانت میں سرگرم رہا۔

جب مولانا اسماعیلؒ کو خبر ملی کہ شیر سنگھ اور نجف خاں گرٹھی حبیب اللہ واپس آگئے ہیں اور مختلف مقامات سے فوجیں جمع کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں دوبدو جنگ کرنا بظاہر مشکل تھا اس لئے مولانا نے تجویز پیش کی کہ سکھوں کی لشکرگاہ پر شبخون مارا جائے۔ اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور دوسرے روز عصر کے وقت بالاکوٹ سے روانگی طے پاگئی۔ لیکن اسی روز سچون سے سید صاحبؒ کا ایک قاصد مولانا کی فوری طلبی کا حکم لے کر حاضر ہوا جس کے بعد مولانا نے شبخون کا ارادہ ملتوی کردیا اور اپنی جگہ شیخ بلند بخت دیوبندی کو امیرِ لشکر بناکر خود سچون روانہ ہوگئے اور

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اہلِ کشمیر کے اس وفد کی عرضداشت پیش کی جو بالاکوٹ کے دورانِ قیام حاضر ہوا تھا اور مولانا سے کشمیر کا عزم کرنے کی درخواست کی تھی۔ خود مولانا اسماعیلؒ نے بھی سید صاحبؒ کو یہی مشورہ دیا کہ اب جب کہ ہمارا مقدمۃ الجیش مظفرآباد پہنچا ہوا ہے اور وادیٔ کشمیر صرف دو دن کی مسافت پر ہے تو ایسی صورت میں ہمیں مسلمانانِ کشمیر کی مدد کے لئے جلد از جلد پہنچنا چاہیئے۔ سید صاحبؒ نے مقامی لوگوں سے مشورہ کیا جس پر انہوں نے یہ عذر کیا کہ اگر آپ سکھوں سے فیصلہ کن جنگ کئے بغیر آگے بڑھ گئے تو سکھ ہم سے ضرور بدلہ لیں گے۔ اس پر سید صاحبؒ نے کشمیر کی طرف فوری پیش قدمی کی تجویز ملتوی کر دی۔

فتوحات مظفرآباد مولانا اسماعیل شہیدؒ نے زبردست خاں کے ساتھ جن مجاہدین کو بھیجا تھا انہوں نے جاتے ہی مظفرآباد پر قبضہ کر لیا۔ سکھوں کے قبضے میں صرف گڑھی اور چھاؤنی کا علاقہ رہ گیا۔ اسی اثناء میں سید صاحبؒ کے فرمان کے مطابق مولانا خیرالدینؒ شیرکوٹی مظفرآباد کے محاذ کے سالارِ اعلیٰ بن کر پہنچ گئے۔ مولانا کو یہاں آکر معلوم ہوا کہ زبردست خاں نے خفیہ طور پر سکھوں کے ساتھ نامہ و پیام کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے اور مجاہدین کے لئے سامانِ جنگ

www.abulhasanalinadwi.org

مہیا کرنے میں لیت ولعل سے کام لے رہا ہے۔ عبدالصمد خاں اور مُلا قطب الدین ننگرہاری کو اس بات پر اتنا طیش آیا کہ مولانا خیرالدین کو اطلاع دیئے بغیر چھاؤنی پر حملہ کر دیا۔ مولوی صاحب ان کی اس حرکت پر سخت برہم ہوئے، لیکن چھاؤنی پر قبضہ ہو گیا تھا اس لئے ان کی خطاؔ معاف کر دی گئی۔ چھاؤنی پر قبضے کے بعد مولانا نے زبردست خاں سے سامانِ جنگ کا مطالبہ کیا تاکہ گڑھی کو بھی سکھوں سے خالی کرا لیں۔ مگر وہ بدستور ٹال مٹول کرتا رہا جس کے باعث مجاہدین زیادہ عرصے تک مظفر آباد پر قبضہ بحال نہ رکھ سکے اور مولانا اپنی جماعت کو لے کر دشوار گزار پہاڑی راستوں سے بالاکوٹ کی طرف روانہ ہو گئے کیونکہ گڑھی حبیب اللہ کے راستے جو نسبتاً آسان راستہ تھا سکھوں سے سخت مقابلے کا خطرہ تھا۔ جب مولوی صاحب دریائے کنہار کے مشرقی کنارے پر بالاکوٹ کے سامنے پہنچے تو اس وقت دریا کا پُل توڑا جا چکا تھا۔ وہ درّۂ کاغان کی طرف پلٹے تاکہ کسی دوسرے گھاٹ سے دریا کو عبور کریں جب وہ ان پہاڑوں پر پہنچے جو بالاکوٹ کے شمال میں واقع ہیں تو معلوم ہُوا کہ جنگ ختم ہو چکی ہے اور بیشتر مجاہدین شہادت پا گئے ہیں۔ غرض مولانا خیرالدین اور اُن کے ساتھی انتہائی کوشش کے باوجود بالاکوٹ کے آخری معرکۂ حق و باطل میں سید صاحبؒ کی رفاقت کی

www.abulhasanalinadwi.org

سعادت حاصل نہ کر سکے۔

شہر بالاکوٹ کی طرف روانگی

سید صاحبؒ کو حبیب اللہ خاں کی طرف سے پیغام پہنچا تھا کہ شیر سنگھ بالاکوٹ پر پیش قدمی کرنے والا ہے لہٰذا آپ جلد تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ ۱۷/ اپریل ۱۸۳۱ء کو اتوار کے دن سچوں سے بالاکوٹ روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر واصل خاں کی حویلی میں قیام فرمایا جو مسجد بالا سے قریب تھی۔

دشمن کی نقل و حرکت

شیر سنگھ کی فوجیں دریائے کنہار کے مشرقی کنارے پر جمع تھیں اور بالاکوٹ سے ان کے ڈیرے اور خیمے صاف نظر آتے تھے۔ پھر انہوں نے دریا کے مغربی کنارے پر ایک پل بنالیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیر سنگھ نے پہاڑی پگڈنڈی کے ذریعے حملے کرنے کا فیصلہ کیا تھا اسی لئے لشکر کا بیشتر حصہ پل کے ذریعے مغربی کنارے پر پہنچا دیا تھا لیکن فوجوں کا کچھ حصہ بدستور مشرقی کنارے پر موجود رہا۔

حفاظتی اقدامات

سید صاحبؒ نے قصبے کی حفاظت کے لئے جنوبی سمت میں بیس پچیس مجاہدین کو دو شاہینیں دے کر متعین کر دیا تھا اور ایک پگ ڈنڈی پر جو جنوبی اور مغربی پہاڑوں

www.abulhasanalinadwi.org

سے ہوکر مٹی کوٹ کے ٹیلے پر پہنچتی ہے۔ مُلّا لعل محمد قندھاری کو ایک سو مجاہدین کے ساتھ بٹھا دیا اور بالا کوٹ کے جنوب مشرق میں جو ٹیلہ تھا ایک جماعت اُس کی حفاظت کے لئے مقرر کر دی۔

جس پہاڑی پگڈنڈی پر[1] مُلّا لعل محمد قندھاری متعین تھے سید صاحب نے ان کی تکلیف کے خیال سے چند روز کے لئے ان کی جگہ مرزا احمد بیگ کو بھیج دیا تھا۔ اس تبدیلی کے دوسرے تیسرے دن سکھوں نے اس مورچے پر حملہ کر دیا سکھ لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے یہ مختصر سی جماعت ان کے ریلے کو نہ روک سکی۔

سید صاحبؒ کو حملے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ابراہیم خاں، سیّد نور اللہ شاہ اور ارباب بہرام خاں کو مختلف ٹولیوں کی صورت میں مدد کو بھیجا اور کم و بیش دو سو مجاہدین مٹی کوٹ کے ٹیلے پر پہنچ گئے لیکن سکھ فوجوں کی بھاری جمعیت پہاڑ پر پہنچ چکی تھی اس لئے اب اُن کا روکنا مشکل تھا۔

---

[1] بعض روایتوں میں مذکور ہے کہ سکھوں کو اس پہاڑی راستے کی نشاندہی کسی بدبخت مسلمان مخبر نے کی تھی۔ واللہ اعلم

www.abulhasanalinadwi.org

ایک مفید تجویز سید جعفر علی اور ارباب بہرام خاں نے مشورے کے بعد پیغام بھیجا کہ اس وقت بہترین تدبیر یہ ہے کہ قلت تعداد کے باوجود سکھوں کی لشکر گاہ پر حملہ کر دیا جائے تاکہ وہ بالاکوٹ میں محصور ہو کر رہ جائیں۔ سید صاحبؒ نے کہلا بھیجا کہ ارباب بہرام خاں خود بالاکوٹ آکر زبانی گفتگو کریں۔ ارباب رات گئے مورچے سے چل کر حاضرِ خدمت ہوئے اور اپنی تجویز زبانی پیش کی جس پر سید صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہم پُل تڑوا چکے ہیں اس لئے مشرقی کنارے پر پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

ارباب نے عرض کیا۔ "پل راتوں رات درست کیا جا سکتا ہے۔" سید صاحبؒ نے فرمایا۔

"اب اس بات کو چھوڑیئے، جو کچھ ہونا ہے یہیں ہو جائے گا۔ کل صبح اس بالاکوٹ کے نیچے ہمارا اور کفار کا میدان ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے ہم عاجز بندوں کو ان پر فتح یاب کیا تو لاہور دیکھیں گے، اگر شہید ہو گئے تو جنت الفردوس۔"

(وقائع ص۱۵۱۷)

اسی اثناء میں نجف خاں کا ایک خفیہ خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ میں سکھوں کو مظفر آباد کے لئے لایا تھا۔ یہ خیال نہ تھا کہ بالاکوٹ میں

www.abulhasanalinadwi.org

آپ سے جھڑپ ہو جائے گی۔ شیر سنگھ کے ساتھ بارہ ہزار بندوقچی ہیں، اگر آپ مقابلہ نہ کر سکیں تو بہتر ہے کہ پیچھے کے پہاڑ پہ چلے جائیں ورنہ راتوں رات دریا کے مشرقی کنارے پر پہنچ کر لشکر گاہ پر حملہ کر دیں۔ سید صاحبؒ نے مشورہ کیا تو کچھ لوگوں نے خط کو مکر و فریب پر مبنی قرار دیا اور بعض اصحاب نے اس مشورے کو درست سمجھا۔ آخرکار سید صاحبؒ نے یہی فیصلہ کیا کہ نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو مقابلہ اسی میدان میں کیا جائے گا۔

ارباب بہرام خاں کی تجویز اور نجف خاں کے مشورے میں تدبیر کا پہلو غالب تھا۔ لیکن سید صاحبؒ قضاء الٰہی اور نوشتۂ تقدیر پر قانع و شاکر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ قلتِ تعداد اور انتہائی بے سروسامانی کے باوجود بیس ہزار کے مسلح لشکر سے بر سر میدان ٹکر لینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ پھر مشرقی کنارے کے جس پُل کو دفاعی تدبیر کے طور پر توڑا گیا تھا اس سے ایک طرف سکھوں کی لشکر گاہ پر حملہ کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو گئی تو دوسری طرف مولوی خیر الدین شیر کوٹی کی جماعت جو ساڑھے تین سو مجاہدین پر مشتمل تھی بر وقت امداد کو نہ پہنچ سکی۔ اگر یہ پُل نہ توڑا گیا ہوتا اور سکھوں کی لشکر گاہ پر حملہ کر دیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ بالاکوٹ کی جنگ کا نقشہ بالکل مختلف ہوتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سکھ مٹی کوٹ کے ٹیلے پر چڑھنے میں گزشتہ روز ہی کامیاب ہو گئے تھے لیکن رات ہو جانے کی وجہ سے پیش قدمی نہ کر سکے۔ ان حالات میں قصبے کی حفاظت کے لئے جو مورچہ بندیاں کی گئی تھیں اب ان کی کوئی ضرورت باقی نہ تھی۔ لہٰذا تمام مورچوں اور چوکیوں سے مجاہدین کو واپس بُلا لیا۔ کیونکہ اب جنگی اسکیم یہ تھی کہ جس وقت سکھ مٹی کوٹ کے ٹیلے سے اُتر کر ٹیلے اور قصبے کے درمیان میدان میں پہنچیں جو کہ خاصا نشیب میں واقع ہے، تو اُن پر حملہ کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے مختلف مقامات پر نئے مورچے قائم کئے گئے جو زیادہ تر ست بنے کے نالے پر تھے۔ یہ نالہ شمالی و مغربی گوشے سے بالاکوٹ میں داخل ہوتا ہے۔

زندگی کا آخری دن

صبح شہادت کی نماز تمام مجاہدین نے سید صاحبؒ کی امامت میں مسجد بالا میں ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ قیام گاہ پر تشریف لے گئے جہاں اشراق تک وظائف میں مشغول رہے۔ اس کے بعد جنگی لباس زیب تن کیا اور مسجد میں سائبان کے نیچے آ کر بیٹھ گئے جو سکھوں کے گولوں اور گولیوں کی زد میں تھا۔ سورج نکلتے ہی سکھ مٹی کوٹ کے شمالی گوشے سے نمودار ہونے لگے۔ ان کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ اسی وقت نجف خاں کا دوسرا خط موصول ہوا جس میں پہلے خط کے مضمون کو دہرایا گیا تھا۔ آپ نے خط

www.abulhasanalinadwi.org

کے جواب میں اس کی خیر خواہی اور ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا کہ :

"ہمیں اپنے پروردگار کی رضامندی منظور ہے، تھوڑے بہت لوگوں کا اصلا خیال نہیں اور نہ غیرتِ اسلام اس بات کو چاہتی ہے کہ کفار کے مقابلے سے ہٹ جائیں۔ اب اسی بالاکوٹ کے میدان میں ہم لوگوں کے لئے جو کچھ منظورِ الٰہی ہے وہ ہو کر رہے گا۔"

سید صاحبؒ نے تمام مورچہ بندوں کو تاکید کردی تھی کہ جب تک ہمارا نشان آگے بڑھتا ہوا نظر نہ آئے باہر نکل کر حملہ نہ کریں۔ اپنے اپنے مورچوں میں بیٹھے ہوئے گولیاں چلاتے رہیں۔ اس تاکید کا مقصد یہ تھا کہ سکھوں پر اجتماعی حملہ کیا جائے۔ اگر متفرق حملے کئے گئے تو یہ حملے مجاہدین کی قلت اور سکھوں کی کثرتِ تعداد کی وجہ سے غیر مؤثر ثابت ہوں گے۔

سید صاحبؒ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ہم اندر جاکر تنہائی میں دُعا کریں گے۔ کوئی شخص ہمارے ساتھ نہ آئے۔ آپ نے اندر جاکر دروازہ بند کرلیا اور دیر تک دُعا میں مشغول رہے۔ دو مرتبہ دروازہ کھول کر دریافت کیا، مجھے کس نے آواز دی ؟

عرض کیا گیا، کسی نے نہیں ! آپ نے دروازہ بند کرلیا۔ کچھ دیر کے

www.abulhasanalinadwi.org

بعد دروازہ کھلا اور سید صاحبؒ کسی سے کچھ کہے سنے بغیر مسجد سے باہر نکل گئے۔ تمام مجاہدین اُٹھ کر ساتھ ہو لئے۔ جب دیکھا کہ آپ میدان کی طرف جا رہے ہیں تو لوگوں نے عرض کیا، نشان ساتھ لے لیں۔ فرمایا: "دادا ابوالحسن کا نشان ہمارے آگے آگے چلے"۔

مولانا شاہ اسماعیلؒ بھی ہمراہ تھے۔ سید صاحبؒ مجاہدین کے ساتھ مسجد زیریں میں پہنچ گئے جہاں سے مٹی کوٹ کے ٹیلے کی طرف ایک پگڈنڈی جاتی ہے۔ مسجد زیریں میں تھوڑی دیر توقف فرمانے کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہتے ہوئے میدان سے گزر کر سکھوں پر حملہ آور ہو گئے اور دادا ابوالحسن سے فرمایا کہ نشان لے کر ہمارے آگے چلو۔

ارباب بہرام خاں سائے کی طرح ساتھ ساتھ تھے۔ جب مجاہدین نے دیکھا کہ سید صاحبؒ نے خود بڑھ کر حملہ کر دیا ہے تو سب مورچوں سے باہر آ گئے اور کھیتوں میں جا کر دست بدست لڑنے لگے۔ مجاہدین کی یک لخت یورش سے جو سکھ میدان میں یا دھان کے کھیتوں کی کیاریوں میں اُتر آئے تھے بھاگ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ جتنے سکھ میدان میں اُتر چکے تھے کم و بیش سب مارے گئے۔ ادھر چڑھتے ہوئے سکھوں کو ان کے افسروں نے للکارا تو وہ رُک گئے اور ٹیلے کی بلندی سے گولیاں برسانے لگے جو بلا امتیاز مجاہدین اور میدان میں اُترے ہوئے سکھوں کو نشانہ بنا

www.abulhasanalinadwi.org

رہی تھیں۔ غرض سید صاحبؒ اور ان کے رفقاء مسجد زیریں سے سکھوں کو مارتے اور ان کا تعاقب کرتے ہوئے مٹی کوٹ کے ٹیلے کے دامن تک پہنچ گئے۔

شہادتِ کبریٰ اس کے بعد سکھوں نے دوبارہ یورش کی تو جابجا بکھرے ہوئے مجاہدین نے میدان اور کھیتوں میں دست بدست مقابلہ کیا اور جامِ شہادت نوش کرتے رہے۔ سید صاحبؒ کے بارے میں بے شمار روایتیں ملتی ہیں جو ایک دوسری سے بہت مختلف ہیں۔ ان تمام روایتوں کا ماحصل یہ ہے کہ آپ سکھوں کا تعاقب کرتے ہوئے دامنِ کوہ تک گئے اور پھر چند ساتھیوں کے ساتھ نالے کی آڑ لے کر بیٹھ گئے اور یہیں سے سکھوں پر فائرنگ کرتے رہے۔ اسی اثناء میں سکھوں کی ایک گولی آپ کی ران میں لگی اور سر پتھر سے زخمی ہوگیا، مگر آپ زخمی ہوکر بھی آخر دم تک لڑتے رہے اور اسی حالت میں شہید ہوگئے۔ جو جاں نثار آپ کے قریب تھے ان میں صرف وہ زندہ بچے جو پہلے ہی زخمی ہوکر آپ سے جدا ہوگئے تھے۔ جو ساتھی آخر دم تک ساتھ رہے ان میں سے کوئی زندہ نہیں بچا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۶ سال تھی۔

مجاہدین بڑے حوصلے اور بے جگری کے ساتھ اپنے سے بیس گنا فوج کا مقابلہ کر رہے تھے کہ میدانِ کارزار سے سید صاحبؒ کی اچانک گمشدگی کی

www.abulhasanalinadwi.org

خبر نے سب کو ہراساں کر دیا اور وہ گولیوں کی بوچھاڑ میں دیوانہ وار سید صاحبؒ کو تلاش کرنے لگے۔ لیکن کسی کو آپ کا جسدِ مبارک نہیں ملا۔ سید صاحبؒ اور ان کے رفقاء کی شہادت ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ ۶ مئی ۱۸۳۱ء بروز جمعہ قبل از دوپہر ہوئی۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ بھی زخمی حالت میں سید صاحبؒ کو تلاش کرتے ہوئے مٹی کوٹ کی طرف اس ہجوم میں گھس گئے جہاں مجاہدین اور سکھوں کے درمیان دست بدست لڑائی ہو رہی تھی اور اسی ہجوم میں گھس کر دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے اس وقت آپ کی عمر ۵۳ سال تھی۔ اسی طرح ارباب بہرام خاں جو مسجد زیریں سے مٹی کوٹ کے ٹیلے تک سید صاحبؒ کے ساتھ ساتھ تھے، معلوم نہیں کس جگہ آپ سے بچھڑ گئے اور کہاں شہید ہوئے۔

معرکۂ بالاکوٹ میں سکھ فوجوں کی تعداد کم و بیش بیس ہزار تھی جب کہ بالاکوٹ میں موجود مجاہدین کی تعداد ایک ہزار بھی نہ تھی اس کے باوجود ان کے مختصر سے گروہ نے تین مرتبہ سکھوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ آخر کار محض دشمن کی کثرتِ تعداد کے باعث شکست ہوئی۔ اس کے باوجود شہداءِ بالاکوٹ کی تعداد تین سو سے زیادہ نہ تھی جب کہ سکھ مقتولین کی تعداد سات سو کے قریب بتائی جاتی ہے۔ جنگِ بالاکوٹ کے بعد مختلف مقامات

www.abulhasanalinadwi.org

کے تمام مجاہدین یکجا ہوئے تو اُن کی تعداد سات سو کے لگ بھگ تھی۔

پُراسرار گمشدگی سید صاحبؒ کی پُراسرار گمشدگی کے بارے میں جو مضطرب روایات نقل کی جاتی ہیں ان میں کوئی اصلیت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سید صاحبؒ مٹی کوٹ کے نالے میں آخر دم تک دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس مقام پر جتنے مجاہدین آپ کے ساتھ تھے ان میں سے کوئی زندہ نہیں بچا جو آپ کے مقامِ شہادت اور جسد مبارک کی نشان دہی کر سکتا۔ پھر جب مختلف ٹولیوں میں لڑتے ہوئے مجاہدین کو یہ معلوم ہوا کہ سید صاحبؒ لاپتہ ہیں تو ان کے قدم اُکھڑ گئے اور وہ آپ کی تلاش میں دیوانہ وار اِدھر اُدھر پھرنے لگے۔ سکھوں سے معروفِ پیکار جس ہجوم پر بھی یہ گمان گزرتا کہ سید صاحبؒ اس گروہ میں ہو سکتے ہیں منتشر مجاہدین اپنی جانوں سے بے پرواہ ہو کر اس طرف دوڑ پڑتے اور ہجوم میں گھس کر جامِ شہادت نوش کر جاتے۔

اس بے قراری اور افراتفری کے عالم میں بہت سے مجاہدین سکھوں کی گولیوں اور برچھیوں کا نشانہ بن گئے اور مٹی کوٹ کے نالے کی طرف جہاں سید صاحبؒ اور اُن کے ساتھی شہید ہوئے تھے کوئی نہ پہنچ سکا۔ اسی اثنا میں یہ افواہ گرم ہو گئی کہ چند گوجر سید صاحبؒ کو زخمی حالت میں ستھینے کے راستے لئے جا رہے ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی منتشر مجاہدین

www.abulhasanalinadwi.org

میدان چھوڑ کر ست بنے کے نالے کی طرف دوڑ پڑے اور دوبارہ میدان کی طرف پلٹنے اور مقام شہادت تک پہنچنے کی نوبت نہ آسکی کیونکہ میدان پر سکھوں کا قبضہ ہو چکا تھا اور وہ بالاکوٹ کو چاروں طرف سے گھیر کر مکانوں میں آگ لگا رہے تھے۔ بقیۃ السیف غازی میدان سے نکل کر شمالی سمت کے پہاڑ پر پہنچے، جہاں انہوں نے ظہر کی نماز ادا کی۔ اسی وقت مولوی خیرالدین شیر کوٹی کی جماعت کے چند مجاہدین بھی پہنچ گئے جو شرکت جہاد کے شوق میں اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل آئے تھے انہی کی زبانی معلوم ہوا کہ مولوی خیرالدین سخت بیمار ہیں اور انہیں چارپائی پر ڈال کر لا رہے ہیں۔

جسد مبارک کی شناخت اور تدفین

سکھ فوجیں پورے میدان میں پھیلی ہوئی تھیں اس لئے کوئی مجاہد میدان کا رُخ نہ کر سکا۔ اگلے دن شیخ وزیر کا لڑکا جو اکثر سید صاحبؒ کی خدمت میں رہتا تھا بالاکوٹ سے آیا تو تمام مجاہدین حالات معلوم کرنے کے لئے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس نے بتایا کہ جنگ کے بعد سکھ مجھے اس جگہ لے گئے جہاں شہداء کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں انہوں نے دریافت کیا، ان میں سے خلیفہ صاحبؒ کی لاش کون سی ہے؟ میں نے پہچان کر بتایا تو انہوں نے مجھے ایک مسلمان کے حوالے کر دیا اور میں

www.abulhasanalinadwi.org

ستّ بنے کے راستے ادھر چلا آیا۔ اس کے بعد شیخ ولی محمد نے خضر قندھاری اور اللہ دین پھلی والے کو تحقیق حال کے لیئے بالاکوٹ بھیجا۔ انھوں نے آکر بتایا کہ جو غازی سکھوں کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہو گئے تھے۔ شیر سنگھ نے ان سے سید صاحبؒ کی لاش شناخت کرائی۔ سر تن سے جُدا تھا جو بڑی تلاش کے بعد ملا۔ شیر سنگھ نے ایک دوشالہ لاش پر ڈلوادیا۔ دو تھان خاصے کے اور پچیس روپے نقد دیئے اور مسلمانوں سے کہا کہ اپنے دستور کے مطابق دفن کردیں، چنانچہ لاش کو کفن دے کر دفن کر دیا گیا۔

دوسرے دن شیر سنگھ اور اس کی بیشتر فوجیں واپس چلی گئیں صرف نہنگ سکھوں کی ایک جماعت باقی رہ گئی اور انھوں نے رات کے وقت لاش کو قبر سے نکال کر ندی میں ڈال دیا۔ لاش دریا میں تیرتی ہوئی تلہٹہ پہنچی جو بالاکوٹ سے ۹ میل کے فاصلے پر دریائے کنہار کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ سر اور تن پہلے ہی جدا تھے، دریا میں بھی الگ ہی رہے۔ صبح کے وقت لوگوں نے لاش تیرتی ہوئی دیکھی تو دریا سے نکال کر قریب ہی کسی نامعلوم مقام پر دفن کر دیا۔ سر بہتا ہوا گڑھی حبیب اللہ خاں کے قریب پہنچ گیا تو یہاں کے لوگوں نے دریا کے کنارے پُل کے قریب دفن کر دیا۔ غرض بالاکوٹ میں جس قبر کو سید صاحبؒ کی قبر بتایا جاتا ہے اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں آپ کا جسد مبارک

www.abulhasanalinadwi.org

ایک یا دو دن دفن رہا ورنہ آپ کی اصل قبر بے نام ونشان ہے اور حق تعالےٰ نے آپ کی وہ پیشین گوئیاں پوری کردیں جو آپ نے واقعۂ شہادت سے برسوں پہلے کی تھیں۔ "وقائع" کی روایت کے مطابق ایک روز احباب کے عرض کرنے پر کہ "ہندوستان میں لوگ ادنیٰ پیروں کی قبریں پوجتے ہیں، آپ تو پیروں کے پیر ہیں لہٰذا آپ کے مزار کی تو خوب پرستش ہوگی۔"
آپ نے جواب میں فرمایا :

"بے فکر رہو، مجھے جنابِ الٰہی سے کئی مرتبہ اشارہ ہوا ہے کہ کوئی شخص تجھ پر جادو کرے یا زہر دے، ان صدموں سے تو نہیں مرے گا اور جب تیری موت کا وقت آئے گا تو کوئی تیری لاش کو نہ پائے گا۔"

عقیدۂ غیبت

جسد مبارک کے نہ ملنے اور واقعۂ شہادت کے عینی شاہدوں کے نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے بارے میں عقیدۂ غیبت کو ضرورت سے زیادہ شہرت حاصل ہوگئی اور جماعت مجاہدین کے بہت سے لوگ سید صاحبؒ کی زندگی اور دوبارہ ظہور کے قائل ہوگئے۔ اور تو اور علماء صادق پور جن کی ساری زندگیاں دعوتِ حق اور جہاد فی سبیل اللہ میں صرف ہوئیں اور جنھوں نے کاروبارِ جہاد میں بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں وہ عقیدۂ غیبت کے قائل ہی نہیں، بلکہ

www.abulhasanalinadwi.org

محرک و مبلغ بن گئے، چنانچہ مولانا ولایت علیؒ جو بڑے ہی واجب الاحترام بزرگ ہیں، اسی طرح مولانا عنایت علیؒ، مولانا احمد اللہؒ، مولانا یحییٰ علیؒ، صادق پوری، مولانا عبدالرحیم صادق پوریؒ اور مولوی محمد جعفر تھانیسری نے غیبت اور دوبارہ ظہور کے عقیدے کو بڑے شد و مد کے ساتھ پیش کیا اور ۱۸۶۳ء میں بمقام انبالہ سید صاحبؒ کی جماعت کو امداد دینے والوں کے خلاف مقدمہ چلا تو ان میں سے بیشتر حضرات اس مقدمہ میں ماخوذ تھے اور انہوں نے اس عقیدے کے بارے میں گواہیاں بھی دی تھیں۔

شخصیت سید صاحبؒ کی شخصیت کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ آپ کے کمالات و اوصاف اور اخلاق و محاسن پر اگر ایک مستقل کتابچہ مرتب کیا جائے تو آپ کی جسمانی قوت، فنونِ حرب میں مہارت، نصب العین سے والہانہ تعلق، اتباعِ سنت، جذبۂ خدمتِ خلق، عبادت و ریاضت، صبر و شکر، عفو و درگذر، حلم و مروت، شرم و حیاء، توکل و قناعت، تاثیرِ صحبت، طریقِ نصیحت، پاسِ شریعت، اعترافِ خطاء، شفقت و احترام، عفت و شجاعت، فراست و حکمت، وعظ و نصیحت، طرزِ خطاب اور برکات و کرامات، یہ اور ایسے ہی بیسیوں عنوانات ہیں جن پر بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے اور ہر عنوان کے ذیل میں آپ کی زندگی سے صدہا مثالیں پیش کی جا سکتی

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، لیکن ہم نے ایسی حکایات کے بیان کرنے سے جو ذاتی اوصاف و محاسن سے تعلق رکھتی ہیں جہاں تک ممکن ہو سکا ہے احتراز کیا ہے، کیونکہ یہ حکایات ہمارے اصل موضوع سے تعلق نہیں رکھتیں۔ ہمارا موضوع سید صاحبؒ کی سیرت یا شخصیت نہیں ہے بلکہ ان کے وہ مجاہدات اور تبلیغی و اصلاحی سرگرمیاں ہیں جو طویل عرصے تک ایک زندہ تحریک کی شکل میں جاری رہیں اور بالآخر قیامِ پاکستان پر منتج ہوئیں۔

ذیل میں انتہائی اختصار کے ساتھ چند تاثرات پیش کئے جاتے ہیں جو اپنی اہمیت کے پیشِ نظر اس لائق ہیں کہ انہیں کسی حالت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

★ نواب وزیر الدولہ والئی ٹونک جو سید صاحبؒ کے مخلص دوستوں اور معتقدینِ خاص میں سے تھے اور جن کے ذاتی کوششوں سے سید صاحبؒ کی سیرت اور مجاہدات پر چند قابلِ قدر تصانیف مرتب ہوئیں اور ازواج و متعلقین کے لئے گراں قدر وظائف مقرر کئے گئے، "وصایا" میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:-

"سید صاحبؒ خلق میں اکمل اور خُلق میں افضل تھے، اوصاف ظاہری و باطنی کے لحاظ سے وہ قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشان تھے۔"

www.abulhasanalinadwi.org

★ اسی طرح نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے :۔

"حضرت کا پایۂ سلوک ظاہر و باطن میں اتنا بلند تھا کہ انہیں دوسروں سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی"۔

★ سچوّن کے رئیس حسن علی خاں مشرف بزیارت ہوئے تو کہنے لگے :۔

"امام ہمام کی پیشانی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہفت اقلیم کی تسخیر کا ارادہ بھی فرمالیں تو کچھ عجب نہیں کہ اللہ تعالےٰ تمام ممالک اُن کے قبضے میں دے دے"۔

ازواجِ محترمات

سید صاحبؒ نے تین شادیاں کی تھیں، پہلی دو شادیاں خاندان میں ہوئیں۔ ایک شادی سیدہ زہرہ سے ہوئی جو نصیر آباد سے تعلق رکھتی تھیں۔ دوسری شادی آپ نے اپنے مرحوم بھائی سید اسحاق کی بیوہ سیدہ ولیہ سے کی۔ یہ دونوں ایامِ ہجرت سے واقعۂ شہادت کے بعد کئی سال تک سندھ میں مقیم رہیں، ۱۸۳۹ء میں نواب وزیر الدولہ والیٔ ٹونک نے سندھ سے ٹونک بلا لیا تھا اور ازواج و متعلقین کے لئے گرانقدر وظائف مقرر کر دیئے تھے۔

آپ کی تیسری شادی سرحد کے مقام پر سیدہ فاطمہ سے ہوئی تھی جو چترال کے سادات میں سے تھیں۔ انہوں نے واقعۂ شہادت کے بعد ابتدائی چند سال سرحد کے مختلف مقامات پر گزارے۔ پھر شیخ ولی محمد نے

www.abulhasanalinadwi.org

انہیں بھی دُوسری ازواج کے پاس سندھ پہنچادیا اور وہاں سے اُن کے ہمراہ ٹونک چلی گئیں اور باقی عمر وہیں گزاری۔

دُخترانِ نیک اختر پہلی بیوی سیدہ زہرہ کے بطن سے سیدہ سارہ پیدا ہوئیں، جن کی شادی سید صاحبؒ کے بھتیجے سید اسماعیل بن سید اسحاق سے ہوئی۔ دوسری صاحبزادی سیّدہ ہاجرہ سرحد سے بالاکوٹ کے سفر کے دوران واقعۂ شہادت سے چند ماہ پیشتر راج دواری کے مقام پر سیدہ فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوئیں، ان کی شادی سید صاحبؒ کے دوسرے بھتیجے سید محمد یوسف بن سید محمد یعقوب سے ہوئی۔ دونوں صاحبزادیاں صاحبِ اولاد تھیں جن سے اولادِ نرینہ اور دختری اولاد کا سلسلہ چلا۔

تمّت بالخیر

المهند على المفند

یعنی

عقائدِ علماءِ اہلِ سنّت دیوبند رحمہم اللہ

تالیف

فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز

المتوفی ۱۳۴۶ھ

باضافہ

عقائد اہل السنۃ والجماعۃ

از

حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی مدظلہم

مع

تصدیقاتِ قدیمہ وجدیدہ

ادارۂ اسلامیات ۰ ۱۹۰- انارکلی لاہور

www.abulhasanalinadwi.org

إرشاد الملوک ترجمہ امداد السّلوک ماخوذ از رسالہ مکّیہ

یعنی

امداد السّلوک اردو

تصوّف و اخلاق کی معروف بلند پایہ کتاب

مُصنّف : حضرۃ شیخ قطب الدین دمشقی نور اللہ مرقدہٗ

مُؤلّف : امامِ ربّانی حضرۃ مولانا رشید احمد گنگوہی قدّس سرّہٗ

حسب الحکم : حضرۃ مولانا حافظ محمّد ضامن شہید قدّس اللہ سرّہٗ

مُترجم : حضرۃ مولانا محمّد عاشق الٰہی میرٹھی نوّر اللہ مرقدہٗ

مُقدّمہ : شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمّد زکریا سہارنپوری قدّس سرّہٗ

ادارۂ اسلامیات ○ انار کلی لاہور ۲

www.abulhasanalinadwi.org